





























































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































































ناقض وضو نہ ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

☆ حدیث نمبر ۱۶۳، ۱۶۴ سے ثابت ہوا کہ علم و تحقیق کے لئے بحث و مباحثہ اہل علم کا شیوہ ہے، اس سے علم و تحقیق کے دروازے کھلتے ہیں، جیسا کہ اس بحث سے حضرت بسرہ رضی اللہ عنہما کی روایت منظر عام پر آئی۔

☆ حدیث نمبر ۱۶۵ سے مستنبط ہوا کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو، اس کے بارے میں اہل علم سے پوچھنا چاہئے، یہ بھی ثابت ہوا کہ شرعی مسائل کے لئے عقلی دلائل بھی بیان کرنے چاہئے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے عضو تناسل کو جسم کا حصہ قرار دیا ہے۔

## باب ۱۲۰: تَرَكِ الْوُضُوءَ مِنْ مَسِّ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ مِنْ غَيْرِ شَهْوَةٍ مرد اپنی بیوی کو بغیر شہوت کے چھوئے تو وضو نہیں ٹوٹتا

اس باب میں ایسی احادیث کو ذکر کیا گیا ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ آدمی اگر اپنی بیوی کو بغیر شہوت کے چھوئے تو اس کا وضو قائم رہتا ہے، اور اس عمل سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس باب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے چار احادیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے۔ پچھلے باب میں عضو تناسل کو چھونے سے وضو کے واجب نہ ہونے کا بیان تھا، اور اس باب میں اپنی بیوی کو بغیر شہوت کے چھونے سے وضو کے واجب نہ ہونے کا بیان ہے، اس طرح دونوں ابواب کا تعلق چھونے اور وضو کے نہ ٹوٹنے سے ہے۔

۱۲۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ اللَّيْثِ قَالَ أُنْبَأَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ وَرَأَيْتُ لِمُعْتَرِضَةٍ بَيْنَ يَدَيْهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ مَسَّنِي بِرَجُلٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور میں آپ ﷺ کے سامنے جنازہ کی مثل لیٹی ہوتی تھی، جب آپ ﷺ کو تر پڑھتے، تو مجھے اپنے پاؤں مبارک سے چھوتے تھے۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز کے دوران حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو چھوتے تھے، اگر یہ ناقض وضو ہوتا، تو آپ ﷺ ایسا نہ کرتے یا دوبارہ وضو کرتے۔

۲۔ اطراف: احمد: ۲۴۱۴۳، ۲۵۰۰۱، ۲۶۲۹۴، ۲۶۴۱۷، تحفۃ الاشراف: ۱۷۵۳۲

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گذر چکے ہیں، باقی تین کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم: آپ کا نام محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم بن المین مصری (م: ۲۶۸ھ) ہے، آپ رواۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، مفتی راوی ہیں، آپ اہل مصر کے مفتی تھے، آپ فقہاء مصر میں سے ہیں، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم

کے بعد میں نے فقہاء اسلام میں ان جیسا کسی اور کو نہیں پایا۔ آپ فقہاء مالکیہ میں سے تھے، آپ کی ولادت ۱۸۲ھ ہے، آپ نے چھبیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اصحاب ستہ میں سے صرف امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔  
۲۔ شعیب:

آپ کا نام ابو عبد الملک شعیب بن الیث بن سعد الحمی مصری (۱۳۵ھ-۱۹۹ھ) ہے، آپ مشہور فقیہ مصر امام لیث بن سعد کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، نبیل، فقیہ، مفتی راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و نقاہت اور اتقان پر متفق ہیں۔ علامہ ابن وہب فرماتے ہیں: میں نے ان سے بڑا صاحب علم کوئی نہیں دیکھا۔ علامہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا: آپ کو حضرت شعیب رحمہ اللہ زیادہ محبوب ہیں یا عبد اللہ بن عبد الحکم رحمہ اللہ؟ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک شعیب حدیث میں پسندیدہ ہیں، آپ نے چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام مسلم رحمہ اللہ، ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ الیث: راجع: ۳۵ ۴۔ ابن الحداد: راجع: ۹۰

۵۔ عبد الرحمن بن القاسم: راجع: ۱۶۳

۶۔ القاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ:

نام و نسب:

قاسم نام، ابو محمد کنیت، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کے فرزند ہیں، ان کی ماں سودہ ام ولد تھیں، قاسم اپنے علمی اور اخلاقی لحاظ سے مدینہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں تھے۔  
یتیہی اور پھوپھی کی آغوش میں پرورش:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور شہادت کے سلسلہ میں محمد بن ابی بکر کا نام تاریخ اسلام میں بڑی شہرت رکھتا ہے، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شدید ترین مخالفین میں تھے، بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ان کا نام لیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے تھے، اور ان کی خدمات کے صلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا والی بنادیا، جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے عمرو بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی، اس وقت محمد بن ابی بکر کام آگئے، قاسم اس وقت کم سن تھے۔ اس لئے ان کی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنی آغوش شفقت میں لے لیا، اور بڑے لاڈ پیار سے پالا۔ (۳)

قاسم اس زمانہ کے بعض واقعات جو ان کے حافظہ میں رہ گئے تھے بیان کیا کرتے تھے، چنانچہ کہتے تھے کہ ہماری پھوپھی عائشہ رضی اللہ عنہا عرفہ کی شب کو ہم لوگوں کے سر منڈاتی تھیں، اور ہمیں ٹوپی پہنا کر مسجد بھیجتی تھیں اور دوسرے دن صبح کو ہم لوگوں کی طرف سے قربانی کرتی تھیں۔ (۴)

فضل و کمال:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ محدوسہ علم تھیں جن کے ادنیٰ ترین خدام مسند علم و عمل کے وارث ہوئے، قاسم تو گویا محبوب فرزند تھے، ان کی

۱۔ ا۔ العجم الممثل، ص ۸۶۳ ii۔ محمد یب الحمد یب، ج ۹، ص ۲۶۱ ii۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۱۵ ii۔ الثقات، ج ۸، ص ۳۰۹

۳۔ ابن سعد، ج ۶، ص ۶۲ ۴۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۳۹

تر بیت نے ان کو علم و عمل کا مجمع البحرین بنادیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ رفیع المنزلت و عالی مرتبت فقیہ، امام اور بڑے حافظ حدیث اور متورع تھے۔ (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی جلالت و شوق اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲) تفسیر:

انہیں جملہ علوم میں پورا درک تھا۔ لیکن کلام الہی کی تفسیر میں بڑے محتاط تھے اس لئے انہوں نے بحیثیت مفسر کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، وہ غایت احتیاط میں تفسیر ہی نہ بیان کرتے تھے۔ (۳) حدیث:

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات سرچشمہ حدیث تھی، قاسم زیادہ تر اسی سرچشمہ سے سیراب ہوئے تھے، ان کے علاوہ انہوں نے دوسرے سامعین حدیث میں ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی پورا استفادہ کیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں بحر ابن عباس کے پاس بیٹھتا تھا۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا علم و ورع تھا، اور ایسی نادر معلومات تھیں جو اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتی تھیں۔ (۴)

ان بزرگوں کے علاوہ، ابن عمرو بن العاص، عبداللہ بن جعفر، معاویہ، عبداللہ بن خباب، رافع بن خدیج، اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ، وغیرہ سے بھی سماع حدیث کیا تھا، (۵) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو ممتاز حافظ حدیث بنادیا تھا۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ کثیر الحدیث تھے۔ (۶) حافظ ذہبی انہیں حفاظ حدیث میں امام اور قدوة لکھتے ہیں۔ (۷) ابوالزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے زیادہ سنت کا عالم نہیں دیکھا۔ (۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے تین بڑے واقف کار تھے، قاسم، عروہ اور عمرہ۔ (۹)

ان کی روایات کا درجہ:

محدثین اور ارباب فن کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں۔ ابن معین کا بیان ہے کہ: عبید اللہ بن عمر بن قاسم عن عائشہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ روایت طلائے خالص ہے۔ (۱۰) مذاکرہ حدیث:

روزانہ شب کو بعد عشاء وہ اور ان کے ساتھی مل کر حدیث خوانی کرتے تھے۔ (۱۱)

روایت حدیث میں احتیاط:

روایت حدیث کے باب میں اتنے محتاط تھے کہ روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے، اسی احتیاط کی بنا پر وہ حدیثوں کو قلمبند کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ (۱۲)

تلامذہ:

حدیث میں ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز آئمہ تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عبدالرحمن بن قاسم، امام شعبی، سالم بن

- |                        |                              |                            |                             |
|------------------------|------------------------------|----------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۹ | ۲۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۵۵  | ۳۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۹     | ۴۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۵۵ |
| ۵۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۳   | ۶۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۹       | ۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۴ | ۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۴  |
| ۹۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۴۲   | ۱۰۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۵۵ | ۱۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۰    | ۱۲۔ ایضاً، ص ۱۴۰            |

عبداللہ بن عمر، سعید انصاری کے لڑکے یحییٰ سعید بن ابی ملیکہ، نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، عبید اللہ بن عمر، ایوب ابن جون اور مالک بن دینار وغیرہ۔ (۱)

فقہ:

قاسم کا خاص فن فقہ تھا۔ اس میں ان کو درجہ امامت و اجتہاد حاصل تھا، ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور ممتاز فقہاء میں سے ایک تھے۔ (۲) فقہ بھی انہوں نے اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حاصل کی تھی، فرماتے تھے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مستقل فتویٰ دیتی تھیں، اور میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔ (۳) اس عہد کے تمام علماء ان کے تفقہ کے معترف تھے، ابی الزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، امام مالک فرماتے تھے کہ قاسم اس امت کے فقہاء میں تھے۔ (۴) فتاویٰ میں احتیاط:

اس فقہی کمال کے باوجود وہ حدیث کی طرح فقہ میں بڑے محتاط تھے اور بغیر علم کے کوئی بات کہنا یا کسی کا جواب دینا نہایت برا سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ خدا کے فرض احکام جان لینے کے بعد انسان کا جاہل رہنا، اس سے بہتر ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے، جو مسئلہ ان کے علم میں نہ ہوتا، اس کے جواب میں بلا تکلف لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا مجھے اس کے متعلق کوئی واقفیت نہیں ہے، صرف عیاں اور کھلے ہوئے مسائل کا جواب دیتے تھے۔ جن مسائل کا اپنی رائے سے جواب دیتے تھے اس میں یہ صراحت کر دیتے کہ یہ میری رائے ہے یہ نہیں کہتا کہ ”یہ حق ہے“۔ (۵)

حلقہ درس:

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قاسم کا حلقہ درس تھا، ان کی اور سالم بن عبداللہ بن عمر کی مجلس ایک ہی تھی، (۶) ان کے بعد ان کے لڑکے عبدالرحمن، سالم کے بھائی عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس مجلس میں بیٹھے تھے، پھر ان دونوں کے بعد اس مقام پر امام مالک کی مسند درس نبھی، یہ جگہ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خوضہ عمر کے سامنے تھی۔ (۷) قاسم صبح سویرے درس و افتاء کے لئے مسجد میں آ جاتے تھے، اور دور کعتیں پڑھ کر مجلس میں بیٹھتے تھے، اس وقت لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہوتا پیش کرتے۔ (۸)

معاصرین کا اعتراف کمال:

اس عہد کے تمام بڑے بڑے علماء اور ارباب کمال قاسم کے کمالات علمی کے معترف تھے، یحییٰ بن سعید انصاری کہتے تھے کہ ہم نے مدینہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جس کو قاسم پر فضیلت دی جاسکے، ابوالزناد کہتے تھے کہ قاسم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے جاننے والے تھے۔ ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔ (۹) علمی انکسار اور معاصرین کا احترام:

اس علمی علوئے مرتبت کے باوجود انہیں اپنی برتری کا مطلق احساس نہ تھا، وہ اپنے سے کم پایہ معاصرین کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ کسی موقع

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۳۳

۲۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ق ۲، ص ۵۵

۳۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۵۵

۴۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۳۹

۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳۳۴

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۵

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۸۵

۸۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۴۱

۹۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۰

پر بھی ان کی زبان سے کوئی کلمہ ایسا نہ نکلنے پاتا جس سے ان کے کسی معاصر کی خفیف سی سبکی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو، اس احتیاط کی وجہ سے وہ بعض مواقع پر عجیب نازک صورت حال میں پھنس جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے ان سے سوال کیا آپ بڑے عالم ہیں سالم اس سوال کے جواب دینے میں بڑی کشمکش پیش آئی، اگر اظہار واقعہ کرتے تو اپنی زبان سے تعریف ہوتی تھی اور اگر سالم کو کہتے تھے تو جھوٹ ہوتا تھا، اس لئے پہلے تو انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر ٹالا، لیکن جب اعرابی نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے کہا سالم موجود ہیں ان سے جا کر پوچھ لو۔ (۱)

فضائل اخلاق:

قاسم میں جس پایہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا۔ ان کی ذات جملہ فضائل اخلاق کی جامع تھی۔ وہ اپنے جد گزر گوار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا شئی تھے، زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں میں نے اس نوجوان (قاسم) سے زیادہ ان سے مشابہ کسی کو نہیں پایا۔ (۲)

عمر بن عبدالعزیز ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کاش خلافت قاسم کے لئے ہوتی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر خلافت کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو خلیفہ بنادیتا، (۳) عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے دوستانہ اور بے تکلفانہ تھا، قاسم بہت کم گو، کم سخن اور خاموش طبیعت تھے، جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اہل مدینہ نے کہا اب کنواری (قاسم) بولے گی۔ (۴)

زہد و ورع:

زہد و ورع کے اعتبار سے بھی ممتاز تابعین میں تھے، علامہ ابن سعد ان کو ورع عجبی خیارتا تابعین اور رجل صالح لکھتے ہیں، ابن حبان ان کو سادات تابعین میں اور افضل زمانہ شمار کرتے ہیں۔ (۵)

عالم پیری میں بھی رمی جمار کے لئے پاپیادہ جاتے تھے، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کا بیان ہے کہ قاسم جب زیادہ ضعیف ہو گئے تھے، اس وقت وہ اپنی اقامت گاہ سے منیٰ تک سواری پر آتے، پھر یہاں سے جمار تک پاپیادہ جاتے تھے، رمی کرنے کے بعد مسجد تک پیدل واپس آتے تھے، پھر یہاں سے سوار ہو کر گھر واپس جاتے۔ (۶)

دولت سے بے نیازی:

دولت دنیا سے وہ اتنے بے نیاز تھے کہ اس کے لئے کسی عزیز کا احسان بھی لینا گوارا نہ کرتے تھے، سلیمان بن قتیبہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ بن عمر اور قاسم بن محمد کے پاس میرے ہاتھ ایک ہزار دینار بھیجے۔ (۷) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لے لئے اور شکریہ ادا کیا کہ عمر بن عبید نے صلہ رحم سے کام لیا، اس وقت مجھ کو اس کی ضرورت تھی لیکن قاسم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کی بیوی کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا عمر بن عبید اللہ کے ساتھ ہم دونوں کا رشتہ برابر ہے، اگر قاسم ان کے چچیرے بھائی ہیں تو میں ان کی پھوپھی بھین ہوں، ان کے اس کہنے پر میں نے ان کو روپیہ دے دیا۔ (۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۵

۲۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۴

۱۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۴

۶۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۱

۵۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۵

۴۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۵

۸۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۱

۷۔ تہذیب، ج ۸، ص ۳۳۵ و تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۵۵

اعتراف حق:

حق پرست ایسے تھے کہ اپنے باپ کی غلطی کو بھی غلطی سمجھتے تھے، اور ان کی مغفرت کے لئے خدا سے دعا کرتے تھے۔ یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے والد محمد بن ابی بکر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شدید ترین مخالفین میں تھے اور باغیوں کے ساتھ کاشانہ خلافت میں گھس گئے تھے، قاسم ان کی اس غلطی کو مانتے تھے، اور ان کے لئے سجدہ میں بارگاہ الہی میں دعا کرتے تھے کہ خدایا عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں میرے والد کے گناہ بخش دے۔ (۱)

وفات:

باختلاف روایت ۷۰ھ یا ۷۱ھ میں انتقال کیا، مرض الموت میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا۔ اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ ”قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں“ قاسم نے سنا تو کہا اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بد قسمت ہیں، کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں، اسی میں کفنایا جاؤں اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں، آپ کے صاحبزادے نے کہا کیا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا، ابو بکر بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے، مردوں کے مقابلہ میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے، ان وصایا کے بعد قدید میں انتقال کیا اور اس سے تین میل کے فاصلے پر مقام مشلل میں سپرد خاک کئے گئے۔ انتقال کے وقت ستر یا بہتر سال کی عمر تھی۔ (۲)

ترکہ:

وفات کے وقت ایک لاکھ نقد چھوڑا، جس میں ناجائز آمدنی کا ایک حصہ بھی نہ تھا۔ (۳)

حلیہ ولباس:

آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، سر اور داڑھی میں حنا کا خضاب کرتے تھے، چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے، جس پر ان کا نام کندہ تھا، لباس نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے جبہ، عمامہ اور رداء وغیرہ سارے کپڑے عموماً خز کے ہوتے تھے، خز کے علاوہ اور قیمتی کپڑے بھی استعمال کرتے تھے، چادر بوٹے دار اور رنگین ہوتی تھی، عمامہ سفید ہوتا تھا، زعفرانی رنگ زیادہ پسند خاطر تھا۔ کبھی کبھی سبز بھی استعمال کرتے تھے۔ (۴)

۷۔ عائشہ: راجع:

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ اٹھائیسویں (۲۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے سارے راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ اس سند کے پانچ راوی اپنے وقت کے فقیہ، مجتہد ہیں۔

۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۴۳

۱۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۱۸

۴۔ سیر الصحابة، ج ۳، تابعین کرام، ص ۲۴۳-۲۴۷

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۸۵

☆ سند کے پہلے تین راوی مصری اور باقی مدنی ہیں۔

☆ سند میں دو جگہ پر بیٹوں نے باپ سے روایت کی ہے، ایک حضرت شعیب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے،

دوسرے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت القاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

☆ سنن صغریٰ کی اسناد میں یہ پہلا اتفاق ہے کہ ایک سند میں دو بیٹے اپنے باپوں سے روایت کر رہے ہیں۔

☆ حضرت القاسم بن محمد رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، اور آپ نے ہی ان کی پرورش کی تھی۔

☆ حضرت القاسم رضی اللہ عنہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے، اور علم و فضل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت مشابہہ تھے۔

☆ سند کی آخری روایہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، جو مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار دو سو دس

(۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ امام نسائی رضی اللہ عنہ کے شیخ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم رضی اللہ عنہ سے صرف امام نسائی رضی اللہ عنہ اصحاب ستہ میں سے روایت کرتے ہیں، حضرت

شعیب بن لیث رضی اللہ عنہ سے امام مسلم رضی اللہ عنہ، امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ اور امام نسائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، جب کہ باقی رواۃ سے سارے

اصحاب اصول روایت کرتے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

لیصلی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے لمعترضۃ: نیند والی، سونے والی

بین یدیدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراض الجنازۃ: جنازے کی طرح

اذا اراد: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ کرتے یوتر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر پڑھتے تھے

مسنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوتے تھے برجلہ: اپنے پاؤں کے ساتھ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

تم جانتے ہو کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی ہوتی تھی، اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کا ارادہ

فرماتے، تو میرا پاؤں دباتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ

فرماتے۔

۱۶۔ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

عَبِيدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُمُونِي مُعْتَرِضَةً بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِي فَضَمَمْتُهَا إِلَيَّ ثُمَّ يَسْجُدُ

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہاتھ

سے چھوتے اور نماز جاری رکھتے، جس سے واضح ہوا کہ اپنی بیوی کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔



## ۲۔ اطراف:

بخاری: ۵۱۹، ابوداؤد: ۷۱۲، السنن الکبریٰ: ۱۵۷، تحفۃ الاشراف: ۱۷۳۷

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

- |                      |           |                    |           |
|----------------------|-----------|--------------------|-----------|
| ۱۔ یعقوب بن ابراہیم: | راجع: ۲۲  | ۲۔ یحییٰ:          | راجع: ۴   |
| ۳۔ عبید اللہ:        | راجع: ۱۱۹ | ۴۔ القاسم بن محمد: | راجع: ۱۶۶ |
| ۵۔ عائشہ:            | راجع: ۵   |                    |           |

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام بخاری نے اسے روایت کیا ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ سترویں (۷۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغدادی، دوسرے بصری اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ سند کے تیسرے راوی خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لکڑ پوتے ہیں۔
- ☆ سند کے چوتھے راوی خلیفہ راشد اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔
- ☆ اس سند میں دو خلفاء راشدین کی اولاد میں سے راوی موجود ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ اصول ستہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ حضرت یعقوب بن ابراہیم دورنی ایسے شیخ الشیوخ اساتذہ میں سے ہیں، جن سے اصحاب اصول ستہ براہ راست روایت کرتے ہیں، یعنی یہ آئمہ صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔
- ☆ سند میں دو تابعی (عبید اللہ، القاسم) راوی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا، عنعنہ، سمعت، یحدثنا ایک ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

لقد رایتہ: ای لقد علمتہ: یعنی تم جانتے ہو میرے حال کو

معتزۃ: نیند کی حالت میں لیٹنے والی

اذا اراد: جب آپ ﷺ ارادہ فرمائے

یسجد: آپ ﷺ سجدہ فرماتے

غمز: آپ ﷺ چھوتے۔ آپ ﷺ بولتے۔

رجلی: میرا پاؤں ففممتہما: پس میں پاؤں کیٹھ لیتی

۱۶۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلِي فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوئی ہوتی تھی، میرے پاؤں آپ ﷺ کے سامنے قبلہ کی طرف ہوتے تھے، جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے، میرے پاؤں دبا دیتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی تھی، جب آپ ﷺ قیام فرماتے، میں پاؤں پھیلا لیتی تھی، ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے،

۲۔ اطراف:

اطراف الحدیث: ۳۸۳-۳۸۴-۵۰۸-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۹-۹۹۷-۱۲۰۹-۶۲۷-صحیح مسلم: ۵۱۲، الرقم المسلسل:

۱۱۲۵، سنن ابوداؤد: ۷۱۳، سنن نسائی: ۱۶۶، سنن ابن ماجہ: ۹۵۶، مسند الحمیدی: ۱۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۸۲۲، صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳، مسند احمد: ج ۶، ص ۴۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۱۶۹، ج ۴۰، ص ۱۹۹ (نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۱۲۲)

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱۔ مالک: راجع: ۲۰، ۷۔

۳۔ ابوالفر: راجع: ۱۵۶۔ ابوسلمہ: راجع: ۱۔

۵۔ عائشہ: راجع: ۵۔

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اکہترویں (۷۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بخاری اور باقی چاروں مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت قتیبہ بن سعید بخاری رحمہ اللہ ایسے شیخ ہیں، جن سے امام نسائی رحمہ اللہ نے سماع حدیث کی ابتداء کی تھی، اور آپ رحمہ اللہ نے حدیث کی دونوں کتابیں السنن الکبریٰ اور السنن الصغریٰ کی ابتداء انہی کی روایت سے کی ہے۔
- ☆ سند میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ، امام دارالہجرۃ کی لقب سے مشہور، فقہ مالکی کے بانی اور موطا کے مصنف ہیں، صحاح ستہ کی تصنیف سے پہلے موطا امام مالک رحمہ اللہ کو صحیح از کتاب بعد کتاب اللہ کا درجہ حاصل تھا، بعد میں یہ درجہ صحیح بخاری کو حاصل ہوا۔
- ☆ حضرت ابوسلمہ کا نام عبداللہ ہے، لیکن انہوں نے نام کی بجائے کنیت سے شہرت حاصل کی، آپ رحمہ اللہ تابعین کے فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں، آپ عشرہ مبشرہ میں شامل صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمان بن عوف کے صاحبزادے ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ فیہما ام المؤمنین، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور روایان حدیث صحابہ میں مکثرین سبعہ میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ فیہما سے یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

كنت انام: میں سو رہی ہوتی تھی۔ میں سوئی ہوئی ہوتی تھی۔

بين يدي رسول الله ﷺ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

رجلی فی قبلته: میرے دونوں پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ میں ہوتے تھے۔

عمرنی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاؤں دباتے۔

قبضت: میں سکیڑ لیتی۔ میں لپیٹ لیتی۔

اذا قام يجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے

بسطقعم: میں دونوں پاؤں پھیلا دیتی

البيوت: گھروں۔ بہت کی جمع۔ واحد گھر

يومثل: اس دن۔ اس وقت

مصاييح: چراغوں۔ واحد مصباح۔ چراغ

حضرت عائشہ صدیقہ فیہا بیان کرتی ہیں:

ایک رات میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو نہ پایا، تو اپنے ہاتھ سے ٹونے لگی، تاکہ آپ ﷺ کو تلاش کروں، میرا ہاتھ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کو لگا، دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آقا کریم ﷺ سجدہ کی حالت میں (یہ) دعا فرما رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ ﷻ! میں تیرے غصہ سے تیری رضامندی اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، کہ میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا، تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔

۱۶۹۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَنَصِيرُ بْنُ الْفَرَجِ - وَاللَّفْظُ لَهُ - قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ فَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَجَعَلْتُ أَطْلُبُهُ بِيَدِي فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى قَدَمَيْهِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ سَاجِدٌ يَقُولُ "أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فیہا نے نبی کریم ﷺ کو حالت سجدہ میں چھوا، لیکن آقا کریم ﷺ نے دوبارہ وضو نہ کیا، اور نہ ہی وضو ٹونے کی وضاحت فرمائی۔ اگرچہ باب کا عنوان مرد کا اپنی بیوی کو بغیر شہوت کے چھونے سے وضو کا نہ ٹوٹنا ہے، اس حدیث مبارکہ میں عورت کا اپنے شوھر کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا بیان ہے، باب کے عنوان کی وضاحت امام نسائی رحمہ اللہ نے پہلی تینوں احادیث مبارکہ خاوند کا اپنی زوجہ کو چھونے کے حوالے سے روایت کی ہیں، البتہ یہ چوتھی حدیث مبارکہ بیوی کا اپنے خاوند کو چھونے کے حوالے سے ہے۔ اس لئے اس باب کا عنوان صرف مرد کی بجائے دو میاں بیوی یا زوجین کے ایک دوسرے کو چھونے سے وضو کے واجب ہونے کا بیان، ہونا چاہئے تھا۔ چونکہ چار میں سے تین احادیث مبارکہ خاوند کے چھونے سے متعلق ہیں، غالباً اس لئے "للاکثر حکم الكل" کے تحت امام نسائی رحمہ اللہ نے مذکورہ باب قائم فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ ﷻ، اعلم بالصواب۔

۲۔ اطراف:

تقدم: ۱۰۹۹، مسلم: ۴۸۶، ابوداؤد: ۸۷۹، ابن ماجہ: ۳۸۳۱، احمد: ۲۳۳۶۶، السنن الکبریٰ: ۱۵۸، تحفۃ الاشراف: ۱۷۸۰۷

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے سات کے حالات پہلے گزر چکے ہیں، حضرت نصیر بن الفرّج کے حالات لکھ

جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن مبارک: راجع: ۵۰

۲۔ نصیر بن الفرّج: آپ کا نام ابو حمزہ نصیر بن الفرّج اسلی ثغری (م: ۲۲۵ھ) ہے، آپ رواد کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ ابو معا

رحمہ اللہ کے خادم تھے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۱۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۴۳۴

۱۔ المعجم المشتمل، رقم: ۱۰۷۸

۳۔ ابواسامہ:	راجع: ۵۲	۴۔ عبید اللہ بن عمر:	راجع: ۱۱۹
۵۔ محمد بن یحییٰ بن حبان:	راجع: ۲۳	۶۔ الاعرج:	راجع: ۶۳
۷۔ ابوہریرہ:	راجع: ۱	۸۔ عائشہ:	راجع: ۵

### ۴۔ حکم روایت:

- ☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ اثنیسویں (۲۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بغدادی، دوسرے اسلمی، تیسرے کوئی اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ یہ سند چار شہروں کے راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ سند میں تین تابعی راوی (عبید اللہ، محمد بن یحییٰ، الاعرج) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند میں صحابی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) صحابیہ وام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں مکثرین میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعمہ کے بھی سرخیل ہیں، آپ سے پانچ ہزار چار سو چوہتر (۵۴۷۴) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث مبارکہ دو شیوخ حضرت محمد بن عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور حضرت نصیر بن فرج رحمہ اللہ سے سماعت کی ہے۔
- ☆ واللفظ لہ سے اس امر کی وضاحت ہے کہ حدیث مبارکہ کے الفاظ محمد بن عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

### ۶۔ لغات:

فقدت: میں نے گم پایا۔ میں نے نہ پایا	لیلۃ: ایک رات
جعلت: میں نے بنایا۔ مراد ہے میں نے ٹٹولنا شروع کیا	اطلبہ: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا
بیدی: اپنے ہاتھ کے ساتھ	وقعت: میں پہنچی۔ مراد ہے میرا ہاتھ لگا
قدمیہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک	ملضوبتان: دونوں کھڑے ہونے کی حالت میں تھے
ساجد: سجدہ کرنے والے	اعوذ: میں پناہ مانگتا ہوں۔ میں پناہ میں آتا ہوں
برضاك: تیری رضامندی کے ساتھ	سخبطك: تیرا غصہ۔ تیری ناراضگی
بمعافاتك: تیری عافیت کے ساتھ۔ تجھ سے معافی مانگنے کے ساتھ	عقوبتك: تیری سزا۔ تیری پکڑ
لا احصي ثناء: میں تعریف کا حق ادا نہیں کرتا	اثنیت: تو نے تعریف کی
	نفسك: خود اپنی

نوٹ: باب مذکورہ کی احادیث کے مسائل ونصائح اور خلاصہ اگلے باب کے بعد آرہے ہیں۔

## باب ۱۲۱: تَرَكِ الْوُضُوءَ مِنَ الْقُبْلَةِ بیوی کو بوسہ دینے سے وضو کا نہ ٹوٹنا

اس باب میں اپنی زوجہ کو بوسہ دینے کے بعد وضو نہ کرنے کا بیان ہے، بوسہ دیتے وقت عمومی طور پر شھوت موجود ہوتی ہے، خود بوسہ بھی شھوت کی علامت ہوتی ہے، اس لئے اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی رحمہ اللہ کی مراد یہ بھی ہے کہ بیوی کو اگر شھوت کے ساتھ چھوا جائے یا بوسہ دیا جائے، تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے پچھلا باب جو قائم کیا ہے، اس میں شھوت کے نہ ہونے کی شرط کو بیان کیا ہے، اس باب میں مطلقاً بوسہ کا ذکر کیا ہے، اس سے مراد ہے کہ شھوت کے ساتھ اپنی بیوی کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ دونوں ابواب میں بیوی کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا بیان ہے۔

۱۷۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو رَوْحٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَيْسَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ مُرْسَلًا وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ الْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ حَدِيثٌ حَبِيبٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ هَذَا وَحَدِيثٌ حَبِيبٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ تُصَلِّي وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ لَا شَيْءَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیتے، پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے، لیکن اس مسئلہ میں اس سے بہتر کوئی اور روایت نہیں ہے۔ امام اعظم نے اس حدیث مبارکہ کو از حبیب بن ابی ثابت از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے۔

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: از حبیب بن ابی ثابت از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے یہ روایت اور اسی سند سے ایک دوسری روایت جو (استحاضہ والی عورت) نماز پڑھتی رہے، اگرچہ خون بوریا پر ٹپکتا رہے، دونوں غیر معتبر ہیں۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۲۔ اطراف: ابوداؤد: ۱۷۸-۱۸۰، ترمذی: ۸۶، ابن ماجہ: ۵۰۲، احمد: ۲۳۲۰۰، السنن الکبریٰ: ۱۵۵، دارقطنی: ج ۱، ص ۷۲، تحفۃ الاشراف: ۱۷۳۷۱

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان میں سے چار کے حالات گذر چکے ہیں، باقی دو حضرات حضرت ابوروق رحمہ اللہ اور حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کے حالات درج کئے جاتے ہیں:

راجع: ۴

۲۔ یحییٰ بن سعید:

راجع: ۸۰

۱۔ محمد بن الحنفی:

۳۔ ابوروق:

راجع: ۱۱۱

۳۔ سفیان:

آپ کا نام ابوروق عطیہ بن حارث ہمدانی کوئی ہے، آپ رواد کے پانچویں طبقہ سے صالح، ثقہ صدوق راوی ہیں، علامہ ابن حبان رحمہ اللہ، ابو عمر رحمہ اللہ اور علماء کوفہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے، آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ ابراہیم التیمی رحمہ اللہ:

نام و نسب:

ابراہیم نام، ابواسماء کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن شریک بن تیم الرباب تیمی، ابراہیم کوفہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔  
فضل وکمال:

فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی ممتاز شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم کوفہ کے علمائے باعمل میں شمار تھا۔ (۲)  
حدیث:

حفاظ ذہبی رحمہ اللہ انہیں حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انہوں نے انس بن مالک رحمہ اللہ، حارث بن سید، عمرو بن میمون اور اپنے والد یزید سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی ہے۔ لیکن یہ روایت مرسل ہیں، بیان بن بشیر، حکم بن عتبہ، زبید بن حارث، مسلم بن البطین اور یونس بن عبید وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (۳)  
زہد و عبادت:

ان کا امتیازی وصف زہد و تقویٰ ہے، ان کے والد یزید بن شریک بڑے عابد وزاہد تابعی تھے، انہوں نے بڑی دولت پیدا کی، لیکن دنیا سے کبھی آلود نہ ہوئے، ان کے لباس تک پران کی ثروت کا اثر ظاہر نہ تھا، ایک مرتبہ ابراہیم نے ان کے جسم پر روئی کا معمولی کرتہ جس کی آستینیں ہتھیلیوں تک لٹکتی تھیں دیکھ کر کہا، ابا کوئی قرینہ کا لباس کیوں نہیں پہن لیتے، جواب دیا بیٹا جب میں بصرہ میں آیا، اس وقت ہزاروں پیدا کئے لیکن اس سے میری خوشی اور مسرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، اور نہ اسے دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی میں یہ چاہتا ہوں کہ جو پاک لقمہ میں کھاتا ہوں وہ اس شخص کے منہ میں جائے جو مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہو، کیونکہ میں نے ابودرداء سے سنا ہے کہ قیامت میں ایک درہم رکھنے والے سے زیادہ دو درہم رکھنے والے سے حساب ہوگا۔ (۴)

ایسے زاہد باپ کی تعلیم و تربیت نے ابراہیم کو ابتداء ہی سے دنیا سے بے نیاز اور زہد و عبادت کی جانب مائل کر دیا تھا، چنانچہ آگے چل کر وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین عباد میں ہوئے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، اور فاقہ کشی پر ان کو بڑی قدرت تھی۔ (۵)

۱۔ التاریخ الکبیر (بخاری)، ج ۷، ص ۵۹ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۳ ۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۷۶ ۴۔ ابن سعد، ج ۶، ص ۲۰۰ ۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۱۷۶



عبادت میں اس قدر اہتمام تھا کہ تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوتی تھی، اور اس سے غفلت کرنے والے کو گیا گذرا سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ جسے تکبیر اولیٰ میں تساہل کرتے دیکھو اس سے ہاتھ ڈالو۔ (۱)

نماز میں کیف و استغراق کا یہ عالم تھا کہ سجدہ کی حالت میں چڑیاں پیٹھ پر اڑاڑا کر بیٹھتی تھیں، اور چونچیں مارتی تھیں۔ (۲) دودو مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے۔ (ایضاً) اور محض ایک انگور روزانہ پورا چلہ گزار دیتے تھے۔ (۳)

لیکن اس زہد و عبادت پر بھی اپنے اعمال کو قابل اعتناء نہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب اپنے قول و عمل میں موازنہ کرتا ہوں تو جھوٹا بننے سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ (۴)

ایثار کا بے مثل نمونہ اور شہادت، ایثار اور قربانی کا مجسم و پیکر تھے، اس کی آخری حد یہ ہے کہ دوسروں کے لئے جان تک دینے میں دریغ نہ کیا، انہوں نے ایثار، قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں کم ملتی ہیں، حجاج ثقفی ابراہیم نخعی کا جو بڑے ممتاز عالم تابعی ہیں سخت دشمن تھا اور ان کے درپے آزار رہا کرتا تھا، لیکن دسترس حاصل نہ ہو سکی، اس کے آدمی ہمیشہ ان کی تلاش میں رہتے تھے، ایک مرتبہ وہ ابراہیم نخعی کو تلاش کر رہے تھے۔ ابراہیم نخعی کو دونوں کی مخالفت کا علم تھا اس علم کے باوجود انہوں نے ان کے بچانے کے لئے کہہ دیا کہ ابراہیم میں ہوں۔ تلاش کرنے والے آدمی ابراہیم نخعی کو پہچانتے نہ تھے۔ اس لئے ان کے اقرار پر انہی کو پکڑ کر لے گئے، حجاج نے زنجیروں میں جکڑوا کے دیماں کے قید خانہ میں جس کو اس نے سنگین مجرموں کے لئے خاص بنوایا تھا ڈلوادیا۔ یہ قید خانہ کیا تھا موت کا گھر تھا، اس میں سردی اور گرمی، پانی اور دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا، اس پر محض قید نے چند ہی دنوں میں ابراہیم کا رنگ و روپ ایسا بدل دیا کہ ان کی ماں تک ان کو پہچان نہ سکیں لیکن وہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان مصائب کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو جھیلنے جھیلنے بالآخر انتقال کر گئے۔ ان کی شب وفات کو حجاج نے خواب میں دیکھا کہ آج شہر میں ایک اجنبی مر گیا ہے۔ صبح کو اس نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم نے قید خانہ میں انتقال کیا، یہ سن کر اس جفا شعار نے کہا خواب شیطانی و سوسہ معلوم ہوتا ہے اور ابراہیم کی لاش گھور پر پھینکوا دی۔ (۵)

بعض اقوال:

ابراہیم کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ ہیں، فرماتے تھے کہ ”انسان کے لئے علم کے نتائج میں سے خشیت الہی اور جہل کے نتائج میں سے اپنے عمل پر غرور کافی ہے، اور طمعیں انسان کو بد کرداریوں پر آمادہ کرتی ہیں۔ (۶)

۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ اس سند سے مرسل ہے، البتہ اس کے متابعات اور شواہد کثیر ہیں، اس لئے یہ حدیث مبارکہ صحیح لغیرہ ہے۔  
۱۔ مرسل روایت کی فنی حیثیت: مذکورہ روایت پر امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے مرسل ہونے کا حکم لگایا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرسل روایت کی اباحت کو بیان کیا جائے۔ اب اختصار کے ساتھ مرسل کا لغوی و اصطلاحی مفہوم، محدثین کے ہاں مرسل کی تعریف، فقہاء کرام کے نزدیک مرسل کا مفہوم، مرسل روایت کے قابل حجت ہونے کے دلائل و شرائط اور فقہاء احناف، فقہاء مالکیہ، فقہاء حنابلہ اور فقہاء شوافع کا نقطہ نظر بیان کیا جاتا ہے۔ چونکہ محدثین کے ہاں اصل اہمیت و مدار اتصال سند ہے، اس لئے زیادہ تر محدثین کا رجحان اس طرف ہے کہ مرسل روایت

۱۔ طبقات کبریٰ شعرانی، ص ۳۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ طبقات کبریٰ، ص ۳۶

۵۔ ابن سعد، ج ۶، ص ۱۹۹ ۶۔ طبقات کبریٰ شعرانی، ص ۳۶۔ سیر الصحابة، ج ۳، تابعین کرام، ص ۱۳-۱۴



ضعیف ہے اور ناقابل حجت ہے، البتہ اکثر محدثین مراہیل صحابہ کو قابل حجت سمجھتے ہیں جبکہ فقہاء کرام و اصولیین کے ہاں احادیث میں اصل مدار اور اہمیت استنباط احکام کی ہے، اس لئے فقہاء کرام مراہیل کو قابل حجت سمجھتے ہیں، البتہ کچھ مراہیل مطلقاً قابل حجت ہیں، اور کچھ کے لئے چند شرائط و قیود کا پایا جانا ضروری ہے، عصر حاضر میں اصل مدار اور اہمیت استنباط مسائل ہے، اس لئے طوالت سے بچتے ہوئے صرف فقہاء کرام کے نقطہ نظر کو بیان کیا جاتا ہے۔

تمام کی تفصیل درج ذیل ہے:

لغوی معنی:

مرسل جس کی جمع مراہیل ہے ارسال سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی اطلاق کے ہیں یعنی چھوڑ دینا۔ جیسے ارسلت کنا اذا طلقتہ ولم تمنعہ (۱)

قرآن پاک میں ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَزُّؤُهُمْ  
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ  
ان کو برا بیچنے کرتے رہتے ہیں۔

آز (۲)

سومرسل وہ ہے جس کی سند پر کوئی قید نہیں یا جیسے کہا جاتا ہے ناقۃ مرسل: ای سہلۃ المیر۔ وابن مراہیل (۳) یعنی تیز رفتار اونٹنی یا اونٹ۔ کعب بن زہیر کے قصیدے میں ہے:

مست، اصحت سعاد بارض، لا یبلغها الا العتاق النجیات المراسیل (۴)

سعاد شام کو یاد دین کے پہلے پہر اس جگہ پہنچی ہے جہاں تیز رفتار اونٹ اور اعلیٰ نسل کی اونٹنیوں کے سوا اسے کوئی نہیں پہنچا سکتا۔  
مراسل اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر اس سے جدا ہو گیا ہو۔ ابن منظور کہتے ہیں:

ہی التی فارقھا زوجها بای وجہ کان۔ مات او طلقھا۔ وقیل المراسیل التی قد اسنت وفيھا بقیۃ شباب (۵)  
اسی طرح حدیث میں ہے:

الا من اعطی لجدتها ورسلھا: ای الشدة والرخاء (۶)

- ۱۔ المعجم الوسیط، ۱: ۳۳۳، لسان، ۲۸۵/۱۱۔ ۲۔ سورہ مریم: ۸۳۔ ۳۔ لسان العرب، ۱۱/۲۸۳۔
- ۴۔ ایضاً: المستدرک، ۳/۵۸۰: جامع التحصیل، ۱۵: بانت سعاد الکعب بن زہیر، (۳)
- ۵۔ ایضاً، ۱۱/۲۸۵: ابن منظور رسل کی کے مادہ کے متعلق تفصیلات دیتے ہوئے کئی معانی لکھتے ہیں۔ مثلاً رسل بمعنی دودھ، یقال: کثر الرسل العام ای کثر اللبن۔ (ایضاً، ۱۱/۲۸۲) والرسل ذوات اللبن۔ ابوسعید خدری کی روایت میں ہے: انه قال: رایت فی عام کثر فیہ الرسل البیاض اکثر من السواد ثم رایت بعد ذلك فی عام کثر فیہ التمر السواد اکثر من البیاض اکثر من السواد ثم رایت بعد ذلك فی عام کثر فی التمر السواد اکثر من البیاض۔ (لسان العرب، ۱۱/۲۸۵) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال دیکھا کہ سفیدی سیاہی سے بڑھ گئی ہے، یعنی دودھ میں اضافہ ہو گیا اور پھر ایک سال دیکھا کہ سیاہی بڑھ گئی ہے یعنی کھجور کی پیداوار بڑھ گئی اور دودھ گھٹ گیا۔ اہل بناوت کہتے ہیں: انا کثر البیاض قل السواد واکثر السواد قل البیاض۔ (ایضاً) اسی مادہ سے رسول، رسالہ اور مرسل بمعنی پیغامبر اور پیغام کے ہیں۔
- ۶۔ النہایہ، ۲/۲۲۵۔

اصطلاحی مفہوم:

محدثین کی اصطلاح میں مرسل وہ روایت ہے جس کی سند میں صحابی کا واسطہ موجود نہ ہو اور صحابی کے سقوط کی صورت میں تابعی براہ راست رسول اکرم ﷺ سے روایت کرے۔ گویا ایک تابعی بھی جب قول رسول یا فعل رسول کو کسی صحابی کا حوالہ دیئے بغیر بیان کرے تو وہ روایت مرسل ہوگی جیسے سعید بن المسیب کی مندرجہ ذیل روایتیں:

۱۔ مالک عن یحییٰ بن سعید (۱) عن سعید بن المسیب (۲) انه قال: بلغنی ان رسول الله ﷺ قال لرجل من اسلم یقال له هزال، یا هزال لموسترته برتائك لکان خیر الک (۳)

مالک یحییٰ بن سعید سے اور وہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسلم کے شخص کو جسے ہزال کہتے تھے، کہا، اے ہزال: اگر تو نے اسے اپنی چادر سے ڈھانپ لیا ہوتا تو تمہارے لئے بہتر ہوتا۔

۲۔ عن مالک عن ابن شہاب (۴) عن سعید بن المسیب ان رسول الله ﷺ قضی فی الجنین یقتل فی بطن امه بغرة عبد اولیده، فقال الذی (۵) قضی علیہ کیف اغرم بالاشرب ولا اکل ولا نطق ولا استقل، ومثل ذلک یطل (۱۴) (۱۴) بعض نسخوں میں ”بطل“ آیا ہے جس کا مفہوم بھی وہی ہے۔ سیوطی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے: ای بھدر۔ (۶)

مالک ابن شہاب سے اور وہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹ کے بچے سے متعلق جو اپنی ماں کے پیٹ میں قتل کر دیا جائے، عمدہ غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا، جس شخص پر حکم لگایا تھا اس نے کہا کہ میں اس کے بارے میں کس طرح تاوان ادا کروں جس نے نہ بیان نہ کھایا نہ بولا نہ چلایا۔ اس جیسے تو رائیگاں جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کاہنوں کا بھائی ہی لگتا ہے۔

پہلی روایت میں سعید بن المسیب رسول اللہ ﷺ کے ایک قول کا ذکر کر رہے ہیں اور دوسری میں آپ ﷺ کے ایک فیصلے کا جو فعل رسول ﷺ ہے۔ دونوں میں براہ راست روایت ہے، کسی صحابی کا واسطہ نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ روایت کی اساس کوئی صحابی ہوگا۔ اس کے بغیر تو اس طرح کا بیان بے فائدہ ہو جاتا ہے لیکن اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ محدثین نے مرسل کی تعریف میں مختلف انداز بیان اختیار کیا ہے۔ حافظ سخاوی نے تمام اقوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو تین تعریفوں میں منحصر کیا ہے۔ (۷) قبل ازیں کہ حافظ سخاوی کا تبصرہ نقل کیا جائے مناسب ہے کہ ان تعریفات کا جائزہ لے لیا جائے جو محدثین نے بیان کی ہیں۔ امام حاکم مرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان مشائخ الحدیث لم یختلفوا فی ان الحدیث المرسل هو الذی یرویہ المحدث باسانید متصلة الی التابعی فیقول التابعی: قال رسول الله ﷺ (۸)

۱۔ دیکھئے صفحہ: ۲۳۱

۲۔ سعید بن المسیب بن حزن ابو محمد القرشی الخزومی (م: ۹۴ھ) جل تابعین میں سے تھے۔ مدینہ کے علماء میں سے تھے آپ کے قضایا کے ماہر تھے۔ تعبیر روایا پر بھی دسترس تھی۔ زہد ورع کے پیکر تھے۔ الجرح، ۱/۲، ۵۹: تذکرہ، ۱/۱، ۵۱: شذرات، ۱/۱، ۱۰۲: وفیات، ۲/۲، ۳۷۵

۳۔ دیکھئے صفحہ: ۱۸

۳۔ تنویر الحواک، کتاب الحدود، باب فی الرجم، ۲/۱۷۰

۵۔ جس شخص پر حکم لگایا تھا اس کا نام حمل بن مالک بن النابغہ الہذلی تھا۔ تنویر الحواک، ۲/۱۸۴

۶۔ تنویر الحواک، ۲/۱۸۴

۷۔ فتح المغیث، ۱/۱۶۱

۸۔ معرفۃ علوم الحدیث، ۲۵

اس بارے میں مشائخ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرسل حدیث وہ ہے جسے محدث، سند متصل تابعی سے بیان کرے اور تابعی کہے: قال رسول اللہ ﷺ

حافظ ابن عبد البر مرسل حدیث کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

فاما المرسل: فان هذا الاسم وقعوه باجماع على حديث التابعي الكبير عن النبي مثل ان يقول عبيد الله بن عدي بن الخيار (۱) او ابو امامه بن سهل بن حنيف (۲) او عبد الله بن عامر بن ربيعة (۳) ومن كان مثلهم: قال رسول الله ﷺ وكذلك من دون هؤلاء مثل سعيد بن المسيب (۴) وسالم بن عبد الله (۵) وابي سلمه بن عبد الرحمن (۶) والقاسم بن محمد (۷) وكذلك علقمه بن قيس (۸) ومسروق بن الاعدع (۹) والحسن (۱۰) وابن سيرين (۱۱) والشعبي (۱۲) وسعيد بن جبیر (۱۳) ومن كان مثلهم من سائر التابعين الذين صح لهم ثناء جماعة من الصحابة ومجالستهم فهذا هو المرسل عند اهل العلم (۱۴)

جہاں تک مرسل کا تعلق ہے تو اس پر محدثین کا اجماع ہے کہ یہ نام اس حدیث کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں تابعی براہ راست رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتا ہے۔ جیسے ابو امامہ بن سهل بن حنيف، عبيد الله بن عدي بن الخيار، عبد الله بن عامر بن ربيعة یا ان کی سطح کا کوئی اور شخص کہے: قال رسول الله ﷺ اس طرح ان کی بعد آنے والے لوگوں میں سے کوئی راوی مثلاً سعيد بن المسيب، سالم بن عبد الله بن عمر، ابو سلمه بن عبد الرحمن اور قاسم بن محمد یا ان جیسے اشخاص میں کوئی راوی اگر کہے: قال رسول الله ﷺ کذا۔ اور اسی طرح علقمه، مسروق حسن، شعبي، سعيد بن جبیر اور ان جیسے تابعین جنہیں جماعت صحابہ سے ملاقات حاصل ہوئی ہو اور ان کے ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل ہو، جب کہے: قال رسول الله ﷺ تو ایسی روایت اہل علم

مرسل کی اس تعریف کو متاخرین نے اپنایا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ انہوں نے کہا:

- ۱۔ عبيد الله عدي بن الخيار القرشي النوفلي عبد الملك کے دور میں وفات پائی، علماء وفقہاء قریش میں۔ شذرات، ۱/۱۱۸، تہذیب، ۳۶/۷، البدایہ، ۵/۳۹۱، جہذیب، ۵/۳۶
- ۲۔ ابو امامہ بن سهل حنيف الانصاري المدني (م ۱۰۰ھ) صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فقہ پر دسترس حاصل تھی۔ العمر، ۱/۱۱۸، تہذیب، ۱/۲۶۳، شذرات، ۱/۱۱۸
- ۳۔ عبد الله بن عامر بن ربيعة ابو محمد العنزي (م ۸۵ھ) بنو عدي کے حلیف تھے والد مہاجرین اور بدرین میں سے تھے۔ تاریخ الکبیر، ۵/۱۱۱، الجرح، ۵/۱۲۲: تہذیب، ۵/۲۷۰) ۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۷۵ ۲۔ دیکھئے صفحہ ۱۲۳ ۳۔ دیکھئے صفحہ ۲۶۱ ۴۔ دیکھئے صفحہ ۲۵۸ ۵۔ دیکھئے صفحہ ۱۴۲
- ۹۔ مسروق بن الاعدع ابو عائشہ الوادي الحمداني الکوفي (م ۶۳ھ) طلب علم کے لئے افاق میں گئے۔ فتویٰ میں مہارت رکھتے تھے۔ ثقہ تھے۔ ان سے مروی احادیث پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۲۳۲: تذکرہ، ۱/۳۶، تہذیب، ۱۰/۱۰۹، شذرات، ۱/۷۱
- ۱۰۔ دیکھئے صفحہ ۱۹۲ ۱۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۴۳ ۱۲۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۴
- ۱۳۔ سعيد بن جبیر ابو محمد الولي الکوفي (م ۹۵ھ) کبار علماء اور نقادوں میں سے تھے۔ حلال و حرام اور طلاق کے مسائل پر دسترس رکھتے تھے۔ تاریخ البخاری، ۳/۳۶۱، وفیات، ۲/۳۷۱: تذکرہ، ۱/۷۱، تہذیب، ۱۱/۱۱۱ ۱۴۔ التہذیب، ۱۹/۲۰

وضورته التي لا خلاف فيها حديث التابعي الكبير الذي لقي جماعة من الصحابة وجامعهم كعبيد الله بن عدي بن الخيار، (۱) ثم سعيد بن المسيب، (۲) واما لهما، اذا قال: قال رسول الله ﷺ والمشهور التسوية بين التابعين اجمعين في ذلك رضى الله عنهم (۳)

مرسل کی صورت جس کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں اس تابعی کبیر کی حدیث اور صحابہ کی جماعت سے ملا اور ان کے پاس بیٹھا ہو جیسے عبید اللہ بن عدی بن اختیار اور پھر سعید بن المسيب اور ان جیسے تابعین میں سے کوئی یہ کہے: قال رسول اللہ ﷺ اور مرسل روایت کے سلسلے میں مشہور قول یہ ہے کہ تمام تابعین کی حیثیت برابر ہے۔

خطیب بغدادی نے مرسل کی تعریف کرتے ہوئے تفصیل سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

لا خلاف بين اهل العلم ان ارسال الحديث ليس بمدلس هو رواية الراوى عن لم يعاصره ولم يلقه نحور رواية سعيد المسيب وابى سلمه بن عبد الرحمن وعروه بن زبير (۴) ومحمد بن المنكدر (۵) والحسن البصري ومحمد بن سيرين وقتاده (۶) وغيرهم من التابعين عن رسول الله ﷺ وبمثابته في غير التابعين نحور رواية ابن جريج (۷) عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة (۸) ورواية مالك بن انس عن القاسم بن محمد بن ابي بكر الصديق ورواية حماد بن ابي سليمان (۹) عن علقمه (۱۰) وكذلك رواية الراوى عن عاصره ولم يلقه فمثاله رواية الحجاج بن ارطاة وسفيان

۱۔ دیکھئے صفحہ ۳۱۹ ۲۔ دیکھئے صفحہ ۳۱۷

۳۔ ابن الصلاح ۵۱: امام نووی نے ابن الصلاح کے تتبع میں مرسل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: اتفق اهل العلم من المحدثين وغيرهم ان قول التابعي الكبير الذي لقي كثيرين من الصحابة: قال رسول الله ﷺ كنا او فعل كنا يسمى مرسلًا۔ (الارشاد، ۷۹): ابن کثیر نے ابن الصلاح ہی کے الفاظ نقل کئے ہیں، (الباعث الحثيث، ۳۹): بدر بن جماع کے الفاظ میں: هو قول التابعي الكبير: قال رسول الله ﷺ كنا، فهذا مرسل باتفاق۔ (امثل، ۴۲) حافظ ابن حجر نے ”تابعی الکبیر“ کی قید کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے یہ قید صریحاً کسی کے ہاں منقول نہیں دیکھی۔ ہاں امام شافعی نے مرسل مقبول کے لئے ”انا اعتقد“ کی قید لگائی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسے تابعی صغیر روایت کرے اسے مرسل نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ امام شافعی نے کبار تابعین سے کم درجہ راویوں کی روایت کو مرسل کہا ہے۔ ومن نظر في العلم بخبرة وقلة استوحش من مرسل كل من دون كبار التابعين بدلائل ظاهرة، (الرسالہ، ۲۶۷: التلک، ۵۴۳/۲)

۴۔ عروہ بن الزبیر بن العوام ابو عبد اللہ القرشی المدنی (م: ۳۹ھ) مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے۔ اپنی خالہ عائشہ صدیقہ سے بکثرت روایت کیا۔ صائم الدھر تھے۔ وفیات، ۳/۲۵۵: تذکرہ، ۱/۵۸: جہذیب، ۷/۱۸۰: شذرات، ۱/۱۰۳)

۵۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۸ ۶۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۵ ۷۔ دیکھئے صفحہ ۱۵۱

۸۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ ابو عبد اللہ الہذلی (م: ۹۸ھ) مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ عالم فقیہ، کثیر الحدیث تھے ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ تاریخ البخاری، ۵/۳۸۵: وفیات، ۳/۱۱۵: تذکرہ، ۷/۷۴: شذرات، ۱/۱۱۳)

۹۔ حماد بن ابی سلیمان ابو اسماعیل الکوفی (م: ۱۲۰ھ) اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔ اصحاب ابراہیم النخعی میں سب سے زیادہ فقہ پر دسترس تھے۔ صاحب ثروت تھے اور اہل حدیث پر مال خرچ کرتے تھے۔ الجرح، ۳/۲۲۶: جہذیب، ۳/۱۶: العمر، ۱/۱۵۱: سیر، ۲۳۱)

۱۰۔ دیکھئے صفحہ ۱۴۴

الثوری وشعبہ عن الزہری وما کان نحو ذلك مما لم يذكره فالحکم فی الجميع عند زواحد و كذلك الحکم فیمن ارسل حديثا عن شيخ لقيه الا لم يسمع ذلك الحديث منه وسمع علماء میں اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ارسال حدیث جو دلس نہیں ہے وہ روایت ہے جس کا راوی ایسے شخص سے روایت کر رہا ہو جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو اور نہ اس کا معاصر ہو جیسے سعید بن المسیب، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر، محمد بن المنکدر، حسن بصری، محمد بن سیرین اور قتادہ یا اور کوئی تابعی رسول اللہ ﷺ سے براہ راست روایت کرے۔ اسی طرح تابعین کے علاوہ مثلاً ابن جریج عبید اللہ بن عبید اللہ بن عتبہ سے روایت کریں۔ مالک بن انس قاسم ابن محمد ابن ابی بکر سے روایت کریں۔ حماد بن ابی سلیمان براہ راست علقمہ سے روایت کریں، یہ سب اس طرح کی روایات ہیں جن کو ہم نے بیان کیا، جو ان لوگوں سے ہیں جن کی معاصرت ثابت نہیں ایسی بھی روایت ہے جس کا راوی مروی عنہ کا معاصر ہے، لیکن اس سے ملا نہیں جیسے حجاج بن ارطاة، سفیان ثوری اور شعبہ زہری سے روایت کریں۔ ایسے اور بھی راوی ہیں جن کا ذکر ہم نہیں کر رہے۔ اس قسم کی تمام روایات کی حیثیت ہمارے نزدیک ایک ہے۔ یہی حکم اس روایت کا ہے جس میں راوی اپنے ایسے شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے اس کی ملاقات ہوئی لیکن اس نے یہ حدیث اس سے نہیں بلکہ کسی اور سے سنی ہو۔

خطیب نے مرسل کی تعریف کرتے ہوئے اسے عام کر دیا ہے اور تبع تابعین کی روایت کو بھی مرسل میں شامل کر دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے ارسال اور انقطاع کو ایک قسم قرار دیا ہے جو عام محدثین کے ہاں یکساں نہیں۔ ابن الصلاح نے انقطاع قبل التابعی کو عام محدثین اور امام حاکم کے حوالے سے مرسل نہیں شمار کیا (۱) البتہ فقہاء و اصولیوں کے موقف میں اسے مرسل قرار دیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

والمعروف فی الفقه واصوله ان کن ذلك يسمی مرسلًا والیه ذهب من اهل الحديث ابوبکر الخطیب وقطع به (۲)  
علماء فقه واصول فقه کے ہاں معروف یہ ہے کہ ان تمام اقسام کو مرسل کہا جائے گا اور محدثین میں سے ابوبکر الخطیب نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔  
امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

واما المرسل: فهو عند الفقهاء واصحاب الاصول والخطیب الحافظ ابی بکر البغدادی و جماعة من المحدثین ما انقطع اسنادہ علی ای وجه کان انقطاعه هو عندهم بمعنی المنقطع (۳)

جہاں تک مرسل کا تعلق ہے تو فقہاء اصحاب اصول خطیب حافظ ابوبکر البغدادی اور محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک وہ روایت ہے جس کی سند منقطع ہو اور یہ انقطاع کسی نوعیت کا بھی ہو تو ایسی روایت ان کے نزدیک منقطع کے معنوں کی استعمال ہوتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے دوسری رائے بھی بیان کی ہے لیکن اسے موخر رکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا رجحان پہلی تعریف کی جانب ہے۔ اس کی وضاحت ان کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے شرح المہذب میں نقل کیا ہے:

ومرادنا بالمرسل هنا ما انقطع اسنادہ فسقط من روايته واحد فاکثر، وخالفنا اکثر المحدثین فقالوا: هو رواية التابعی عن النبی

یہاں مرسل سے ہماری مراد وہ روایت ہے جس کی سند میں انقطاع واقع ہو سو اس کے راویوں میں سے ایک سے زیادہ ساقط ہوں اور اکثر محدثین

اس میں ہمارے مخالف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ: مرسل سے مراد تابعی کی براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے۔  
مرسل کے بارے میں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ جن فقہاء و محدثین کے ہاں مرسل قابل حجت ہے وہ اس کی تعریف میں وسعت پیدا کرتے ہیں اور اسے منقطع کی سطح پر رکھتے ہیں۔ امام ابن حزم نے مرسل کی جو تعریف کی اس میں انقطاع شامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

المرسل من الحدیث هو الذی سقط بین احد رواۃ و بین النبی ﷺ ناقل واحد فصاعداً، وهو المنقطع ایضاً (۱)  
مرسل حدیث کی وہ قسم ہے جس کی سند میں ایک راوی اور نبی ﷺ کے درمیان ایک ناقل یا زیادہ ساقط ہوں ایسی روایت منقطع بھی کہلاتی ہے۔  
ابوالحسن بصری معترضی رحمہ اللہ بھی اسی طرح کی تعلیم کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

الخبر المرسل هو ان یسمع الرجل الحدیث من زید عن عمرو فاذا رواه قال: "قال عمرو" واضرب عن ذکر زید (۲)  
خبر مرسل یہ ہی کہ ایک شخص زید سے بذریعہ عمرو حدیث سنے اور جب اس کی روایت کرے تو کہے: "قال عمرو" اور زید کا ذکر حذف کر دے۔  
حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وممن اطلق المرسل علی المنقطع من ائمتنا ابو زرعه و ابو حاتم ثم الدارقطنی ثم البیہقی بل صرح البخاری فی حدیث  
لا براہیم ابن یزید النخعی عن ابی سعید الخدری بانہ مرسل لکون ابراہیم لم یسمع من ابی سعید (۳)  
ہمارے آئمہ میں جن لوگوں نے منقطع پر مرسل کا اطلاق کیا ہے ان میں ابو زرعه، ابو حاتم، دارقطنی اور بیہقی ہیں بلکہ بخاری نے تو ابراہیم بن یزید النخعی  
عن ابی سعید الخدری کی روایت کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ مرسل ہے کیونکہ ابراہیم نے ابو سعید سے کچھ نہیں سنا۔  
استاذ ابو منصور (۴) نے مرسل کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

المرسل: ما سقط من اسنادہ واحد فان سقط اکثر من واحد فهو معضل (۵)  
مرسل وہ ہے جس کی سند سے ایک راوی ساقط ہو اور اگر ایک سے زیادہ ساقط ہوں تو وہ معضل ہوگی۔  
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تمام تعریفات کو ایک ترتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

☆ تابعی کبیر حضور ﷺ کی طرف کوئی شے منسوب کرے۔

☆ کوئی تابعی نبی ﷺ کی طرف کچھ منسوب کرے۔

☆ جس کی سند میں کوئی راوی ساقط ہو۔

مرسل و منقطع ایک قسم ہیں۔ اکثر اصولیوں کا یہی مذہب ہے۔

ابوالحسن بن القطان (۶) کا قول ہے:

۳۔ فتح المغیث، ۱/۱۵۹

۲۔ کتاب المعتمد، ۲/۶۲۸

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۲

۵۔ النکت، ۲/۵۴۳: جامع التحصیل، ۱۸

۴۔ دیکھئے صفحہ ۱۰۷

۶۔ احمد بن محمد بن القطان البغدادی الشافعی (م: ۳۵۹ھ) فقیہ اصولی، بغداد میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کئی علماء نے ان سے

کسب فیض کیا۔ تاریخ بغداد، ۴/۳۶۵: وفيات الاعیان، ۱/۷۰: معجم المؤلفین، ۲/۷۵

المرسل: ان یروی بعض التابعین عن النبی ﷺ خبراً ویروی رجل عن من لم یرہ (۱)

مرسل یہ ہے کہ کوئی تابعی نبی ﷺ سے کوئی خبر روایت کرے یا کوئی راوی اس شخص سے روایت کرے جسے اس نے دیکھا نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس رائے کو ابو داؤد رحمہ اللہ نے مراسل (۲) میں اختیار کیا اور خطیب رحمہ اللہ (۳) نے بھی یہی کہا ہے اور محدثین کی ایک جماعت بھی اسے مانتی ہے۔

☆ غیر صحابی کہے: قال رسول اللہ ﷺ ابن کثیر کہتے ہیں۔

قال ابو عمرو بن الحاجب فی مختصرہ فی اصول الفقہ: المرسل: قول غیر الصحابی: "قال رسول اللہ ﷺ" (۴)

ابو عمرو بن الحاجب نے مختصر فی اصول الفقہ میں کہا: مرسل غیر صحابی کا قول ہے جب وہ کہے: قال رسول اللہ ﷺ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس تعریف سے ابن الحاجب رحمہ اللہ نے اور اس سے پہلے آمدی رحمہ اللہ (۵) (۵۷)۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۲۳/۲ اور شیخ موافق (۵) نے مرسل کو مطلق بنادیا ہے۔ اس عموم کے تحت پر وہ شخص داخل ہے جس کی صحبت رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہو اس کا عہد کتنا موخر ہو (۶) امام غزالی رحمہ اللہ نے مرسل کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

وصورة المرسل ان يقول، قال رسول الله ﷺ، من لم يعاصره (۷)

اور مرسل روایت کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم ﷺ کی معاشرت حاصل نہیں کہے: قال رسول اللہ ﷺ

امام غزالی رحمہ اللہ کی تعریف نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ تعریف قدرے خاص ہے کیونکہ اس کے تحت وہ شخص نہیں آتا جس نے حالت کفر میں نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں کافر رہا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام لایا (۸)۔ ابن حاجب رحمہ اللہ کی تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ علائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اطلاق ابن الحاجب وغيره يظهر عند التأمل في اثناء استدلالهم انهم لا يريدونه، بل انما مرادهم ماسقط منه التابعي مع الصحابي او ما سقط منه اثنان بعد الصحابي ونحو ذلك، ويدل عليه قول امام الحرمين في "البرهان": مثاله: ان يقول الشافعي: قال رسول الله كذا (۹)

ابن حاجب وغیرہ کے استدلال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطلاق ان کی مراد نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ صحابی کے ساتھ تابعی بھی ساقط ہو یا

۱۔ الکت، ۵۴۴/۲: جامع التحصیل، ۱۰۔

۲۔ ابو داؤد نے مرسل کی تعریف بیان نہیں کی۔ غالباً حافظ ابن حجر نے ان کے بیان سے اخذ کیا ہے۔

۳۔ الکفایہ، ۲۱: خطیب نے مرسل کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا: "واما المرسل فهو ما انقطع اسنادہ بان یكون فی رواۃ من لم یسمعه ممن فوقه الا ان اکثر ما یوصف الا رسال من حیث الاستعمال مارواه التابعی عن النبی، اما مارواه تبع التابعی عن النبی فیسمونه المعضل۔"

۶۔ الکت، ۵۴۴/۲

۵۔ الروضہ فی الاصول، ۱۴

۴۔ الباعث الحثیث، ۴۰

۹۔ ایضاً: جامع التحصیل، ۱۹

۸۔ الکت، ۵۴۴/۲

۷۔ ایضاً: جامع التحصیل، ۲۳



صحابی کے بعد دو ساقط ہوں۔ اور اسی پر امام الحرمین کا قول جو ”البرہان“ میں ہے دلالت کرتا ہے کہ اس کی مثال ایسے ہے۔ جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کہیں: ”قال رسول اللہ کذا“

حافظ علائی مزید کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہ بات نہیں کہ بعض غالی متاخرین احناف کے سوا کسی نے اس اطلاق کی تصریح کی ہو (۱) یہ ایک ناپسندیدہ توسیع ہے کیونکہ اس سے اسناد کا بطلان لازم آتا ہے جو اس امت کے خصائص میں سے ہے اور راویوں کے حالات میں غور و تدبر کا ہو جاتا ہے۔ نیز ہر زمانے کا اجماع اس کے خلاف ہے۔ (۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کی تائید استاذ ابواسحاق لاسفرائینی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو ”الاصول“ میں ہے۔ جو ”الاصول“ میں ہے۔

المرسل رواية التابعی عن النبی ﷺ او تابع التابعی عن الصحابی ، فاما اذا قال تابع التابعی او واحد منا قال : قال رسول اللہ ﷺ فلا يعد شيئاً ، ولا يقع به الترجیح فضلاً عن الاحتجاج به (۳)

مرسل نبی ﷺ نے تابعی کی روایت کا نام ہے یا تابع تابعی صحابی سے روایت کرے۔ لیکن اگر تابع تابعی یا ہم میں سے کوئی کہے: قال رسول اللہ ﷺ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس سے ترجیح بھی واقع نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے استدلال کیا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن برہان کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ (۴) ابن حجب رحمہ اللہ کے قول کو جن علماء نے مقید کرنے کی کوشش کی ان میں استاذ ابوبکر ابن فورک بھی ہیں۔ انہوں نے کہا:

والمرسل: قول التابعی: قال رسول اللہ ﷺ کذا (۵) اور مرسل تابعی کا قول ہے: قال رسول اللہ ﷺ کذا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، امام غزالی رحمہ اللہ کی تعریف کے حوالے سے اس اعتراض کا ذکر کرتے ہیں جو جمہور کی تعریف پر وارد ہوتی ہے کہ تابعی کوئی شے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے۔ مثلاً ایک شخص جس نے حالت کفر میں حضور ﷺ سے بات سنی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام لایا اور پھر روایت کی۔ اس طرح گویا اس کی حیثیت تابعی کی ہے اور اس کا سماع صحیح اور متصل اور مرسل کی تعریف میں داخل ہے۔ (۶)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ اعتراض صحیح ہے اور اس کا صرف ایک حل ہے کہ تعریف میں کچھ اضافہ کر دیا جائے چنانچہ وہ اس اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تعریف پیش کرتے ہیں جس کے یہ الفاظ ہیں:

المرسل بما اضافہ التابعی الى النبی ﷺ مما سمعہ من غیرہ (۷)

مرسل وہ قول ہے جسے تابعی نبی ﷺ کی طرف منسوب کرے حالانکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے سوا کسی اور سے سنا ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ تعریف ان کے اس بیان کی تکمیل ہے جو انہوں نے نذہ النظر میں لکھا ہے:

وهو ما سقط من آخره من بعد التابعی هو المرسل - وصورتہ ان يقول التابعی - سواء كان كبيراً او صغيراً - قال رسول اللہ ﷺ کذا، او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلك (۸)

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اصول السرخسی، ۱/۳۶۳: جامع التحصیل، ۲۲، ۲۲، ۲۲	۲۔ ایضاً	۳۔ النکت، ۲/۵۳۵
۲۔ ایضاً	۵۔ النکت، ۲/۵۳۶: جامع التحصیل، ۱۸	۶۔ النکت، ۲/۵۳۶
۷۔ ایضاً	۸۔ نذہ النظر، ۷۹	



وہ خبر جس کے آخر میں تابعی کے بعد کاراوی ساقط ہو، مرسل کہلائے گی۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، کہے: رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا، یا ایسے کہایا آپ کی موجودگی میں ایسا ہوا۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان سب میں کم از کم مشترک بات یہ ہے کہ ایسا تابعی جسے صحابہ کرام سے شرف صحبت و ملاقات حاصل ہو جب کوئی قول یا فعل ان حضور ﷺ کی طرف منسوب کرے تو وہ حدیث مرسل ہوگی۔

مرسل کی تعریف۔ فقہاء کی نظر میں:

مرسل کی تعریف میں ہم نے محدثین کے مختلف اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی کا حضور اکرم ﷺ کی طرف کسی شے کو منسوب کرنا ارسال ہے جبکہ ابو بکر خطیب رحمہ اللہ اور ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ چونکہ مرسل کی حجیت کا زیادہ تر انحصار اس بات پر ہے کہ مرسل کی تعبیر کیا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ علماء فقہ و اصول فقہ کا نقطہ نظر سامنے رہے۔ استنباط احکام میں مرسل حدیث ہمیشہ زیر بحث رہی ہے اس لئے بھی علماء اصول کی رائے ضروری ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس تعبیر کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کر دیا ہے:

اما المرسل فهو عند الفقهاء واصحاب الاصول والخطيب وجماعة من المحدثين ما انقطع اسناده على اى وجه كان انقطاعه ، فهو عندهم بمعنى المنقطع (۱)

جہاں تک مرسل کا تعلق ہے تو فقہاء، اصحاب اصول، خطیب اور محدثین کی ایک جماعت کے ہاں وہ روایت ہے جس کی سند میں کسی بھی وجہ سے انقطاع آگیا ہو۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک مرسل بمعنی منقطع ہے۔

علماء اصول نے خواہ ان کا تعلق حنفی مسلک سے ہے یا مالکی و شافعی مذہب سے، اس مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے اور عجیب بات ہے کہ ان کے ہاں پیرایہ اظہار میں تھوڑے اختلاف کے باوجود بنیادی تصور میں ایک قسم کی یگانگت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ مالکی (۲) کہتے ہیں:

المرسل عند الاصوليين والفقهاء عبارة عن الخبر الذي يكون في سنده انقطاع بان يحدث واحد منهم عن من لم يلقه ولا اخذ عنه (۳) علماء اصول و فقہاء کے نزدیک مرسل عبارت ہے اس خبر سے جس کی سند میں انقطاع ہو بایں طور کہ ان میں سے ایک راوی دوسرے ایسے راوی سے روایت بیان کرے جس سے نہ تو وہ ملا ہو اور نہ اس سے حدیث اخذ کی ہو۔

اس تعریف کو ذہن میں رکھیے اور علامہ آمدی رحمہ اللہ (۴) کے الفاظ پر غور کیجئے جو انہوں نے مرسل کی تعریف کے لئے استعمال کئے ہیں:

اختلفوا في قبول الخبر المرسل ، وصورته ما اذا قال من لم يلق النبي ﷺ وكان عدلا قال رسول الله ﷺ كذا (۵)

مرسل کے قابل قبول ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ راوی جو نبی ﷺ سے نہ ملا ہو لیکن عادل ہو، کہے: قال رسول الله ﷺ

اس کے ساتھ ہی حنفی اصولی صدر الشریعہ (۶) کی تعریف ملاحظہ کیجئے:

۱۔ مقدمہ شرح مسلم، ۷۱

۲۔ دیکھئے صفحہ ۱۵۹

۳۔ جامع التحصیل، ۱۵

۴۔ دیکھئے صفحہ ۹۸

۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/۱۷۷

۶۔ صدر الشریعہ الاصفہانی، عبد اللہ بن مسعود البخاری الحنفی (م: ۷۲۷) حکمت، طبیعات اصول فقہ اور دین کے علماء میں سے تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ مفتاح

السعادة، ۶۰/۲: الاعلام، ۳۵۴/۲

الارسال وهو ان يقول الراوى قال رسول الله ﷺ من غير ان يذكر الاسناد، والا سناد ان يقول حدثنا فلان عن رسول الله ﷺ والمرسل منقطع عن رسول الله ﷺ من حيث الظاهر لعدم الاسناد يحصل به الاتصال لا من حيث الباطن (۱)

ارسال کے معنی عدم اسناد کے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اسناد کا ذکر کئے بغیر کہے: قال رسول اللہ ﷺ اور اسناد یہ ہے کہ راوی کہے حدثنا فلان عن رسول اللہ ﷺ اور مرسل وہ روایت ہے جس کی سند میں ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ سے انقطاع ہو اور اس کی وجہ اس اسناد کا غیر موجود ہونا ہے جس سے اتصال حاصل ہوتا ہے گو باطنی پہلو سے روایت منقطع نہ ہو۔

حنفی اصولیوں کے ہاں مرسل کی تعریف کا ایک اور اسلوب ہے جس میں زیادہ زور راوی کی عدالت پر ہے مثلاً علامہ محبت اللہ بہاری (۲) نے مسلم الثبوت میں مرسل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

المرسل قول العدل: قال عليه السلام كذا (۳) حدیث مرسل عادل راوی کا کہنا ہے کہ: قال عليه السلام كذا۔ علامہ عبد العلی رحمہ اللہ نے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

هذا اصطلاح الاصول والاولى ان يقال: مارواه العدل من غير اسناد متصل ليشمل المنقطع (۴) یہ علم الاصول کی اصطلاح ہے۔ بہتر ہے کہ یوں کہا جائے: مرسل وہ روایت ہے جسے متصل اسناد کے بغیر عادل راوی نے روایت کیا ہوتا کہ منقطع کو بھی شامل ہو۔

ان تمام تعریفوں میں انقطاع اور عدل کی شرائط بیان ہوئی ہیں۔ انقطاع میں عمومیت ہے اور اسے تابعی کے ساتھ مختص نہیں کیا گیا۔ امام غزالی رحمہ اللہ (۵) نے اس عمومیت کو واضح انداز سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

وصورته ان يقول: قال رسول الله ﷺ من لم يعاصره او قال من لم يعاصر اباهريره: قال ابوهريره (۶) مرسل شوکانی رحمہ اللہ (۷)

اما جمهور اهل الاصول فقالوا: المرسل قول من لم يلق النبي ﷺ سواء كان من التابعين او من تابعي التابعين او ممن بعدهم (۸) جہاں تک جمہور علماء اصول کا تعلق ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ مرسل وہ قول ہے جس کا راوی نبی ﷺ سے نہ ملا ہو لیکن حضور اکرم ﷺ کے حوالے سے کہے: قال رسول اللہ ﷺ یہ راوی تابعین میں سے ہو یا ان کے بعد والے کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔

محدثین اور فقہاء کی تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے سامنے اہمیت کے مختلف دائرے ہیں۔ محدثین کے ہاں اصل التوضیح ۲/۳۲۸

۲۔ محبت اللہ بن عبد الشکور البہاری الہندی (م: ۱۱۱۹ھ) اپنے وقت کے چیدہ علماء میں سے تھے۔ لکھنؤ اور حیدرآباد کے قاضی رہے۔ مفید کتب تالیف کیں۔ ابجد العلوم، ۹۰۵: اعلام، ۱۶۹/۶

۳۔ فواتح الرحموت، ۱۷۴/۲

۴۔ المستصفی، ۱۶۹/۱

۵۔ دیکھئے صفحہ ۹۴

۷۔ الشوکانی محمد بن علی (م: ۱۲۵۰ھ) یمن کے کبار علماء میں سے تھے۔ یمن میں قضاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ مفید کتب کے مولف تھے۔ البدر الطالع،

۸۔ ارشاد النجول، ۶۱

۲/۳۱۳: اعلام، ۱۹۰/۷

اہمیت اتصال سند کی ہے۔ صحت و ضعف کے پیمانوں سے ناپتے ہوئے محدثین نے حضور اکرم ﷺ کی صحیح احادیث کا ذخیرہ مرتب کیا ہے اور جو روایات اس معیار پر پوری نہیں اترتیں ان کی حیثیت متعین کر کے آنے والی نسلوں کے لئے حدیث سے استفادہ کی راہیں متعین کی ہیں۔ جبکہ فقہاء و اہل اصول کے سامنے استنباط احکام جیسا اہم قانونی و معاشرتی مسئلہ تھا لہذا انہوں نے عدالت کی شرط پر اس روایت کو قبول کرنے کی راہ اختیار کی جس میں انقطاع واقع ہو قرون ثلاثہ گو مشہور بالخیر ہیں ان کی بات کا وزن تو مسلم ہے لیکن بعد کے اصحاب حدیث بھی عدالت کی شرط کے ساتھ قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ اہمیت کے اسی فرق نے اصطلاحوں کے معانی کا اختلاف بھی پیدا کیا ہے۔ (۱)

مرسل قابل حجت ہے:

اب ہم اختصار کے ساتھ ان آراء کا جائزہ لیں گے جن کے مطابق مرسل قابل حجت ہے۔ مرسل کی بحث میں یہ امر تو طے شدہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور علماء کا کوئی متفقہ موقف سامنے نہیں آیا۔ امام حاکم مراسل پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما مشايخ اهل الكوفة فكل من ارسل الحديث عن التابعين واتباع ومن بعدهم من العلماء فانه عندهم مرسل محتج به وليس كذلك عندنا (۲)

جہاں تک مشايخ کوفہ کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک تابعین اور تبع تابعین علماء میں سے جس نے بھی براہ راست روایت کی تو وہ ان کے نزدیک مرسل اور قابل حجت ہے جبکہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بھی مرسل کی حجیت کے سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے۔

اختلف العلماء في وجوب العمل بما هذه حاله فقال بعضهم انه مقبول ويجب العمل به اذا كان المرسل ثقة عدلا، وهذا قول مالك واهل المدينة وابي حنيفة واهل العراق وغيرهم (۳)

جس روایت کا یہ حال ہو اس پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اگر ارسال کرنے والا راوی ثقہ اور عادل ہو تو یہ مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ یہ قول امام مالک رحمہ اللہ، اہل مدینہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اہل عراق وغیرہ کا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مالکیہ اور احناف کی طرف مطلق قبول کرنے کی رائے منسوب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين يقبل مطلقا (۴)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ مرسل کی حجیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واحتج الامام مالك هو ابن انس في المشهود عنه وكذا الامام ابو حنيفة النعمان بن ثابت و تابعو هما المقلدون لهما۔

والمراد الجمهور من الطائفتين، بل و جماعة من المحدثين، والامام احمد في رواية حكاه النووي (۵) وابن القيم (۶) و

ابن كثير (۷) وغيرهم به اى بالمرسل ودانوا بمضمونه، اى جعل كل واحد منهم ما هو عنده مرسل دينا يدين به

۱۔ اصول الحديث، ج ۱، ص ۳۱۵-۳۳۲

۲۔ معرفۃ علوم الحديث، ۲۶

۳۔ الکفایہ، ۳۸۴

۴۔ نزہۃ النظر، ۸۰

۵۔ المجموع، ۱/۳-۱: شرح مسلم، ۵۴/۱

۶۔ اعلام الموقعین، ۱/۳۱

۷۔ الباعث الحثیث، ۴۰: حافظ العلائی نے جامع التحصیل (صفحہ ۲۷) میں اور امام حاکم نے (المدخل صفحہ ۱۲) میں امام احمد کا قول نقل کیا ہے۔

فی الاحکام وغیرہا۔ وحکاه النووی فی شرح المہذب (۱) عن کثیر من الفقہاء واکثرہم، قال و نقلہ الغزالی (۲) عن الجماہیر۔ وقال ابوداؤد فی رسالۃ: (۳) واما المرسل فقد کان اکثر العلماء یحتجون بہ فیما مضی مثل سفیان الثوری ومالك وتابعہ علیہ احمد وغیرہ (۴) مشہور قول کے مطابق امام مالک ابن انس رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے مرسل کو قابل حجت مانا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کے جمہور علماء بلکہ محدثین کی ایک جماعت اور ایک روایت کے مطابق جسے امام نووی، ابن قیم اور ابن کثیر وغیرہ نے بیان کیا ہے، امام احمد کی رائے ہے کہ مرسل قابل استدلال ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک نے اپنی بیان کردہ مرسل کے مطابق احکام میں مذہب اختیار کیا ہے۔ امام نووی نے شرح المہذب میں فقہاء کی اکثریت سے یہی رائے نقل کی ہے اور کہتے ہیں کہ امام غزالی نے اسے علماء کی اکثریت کا مسلک نقل کیا ہے۔ ابوداؤد نے اپنے رسالہ میں کہا ہے: جہاں تک مرسل کا تعلق ہے تو سفیان ثوری اور مالک جیسے علماء سلف کی اکثریت نے اسے قابل استدلال قرار دیا ہے اور امام احمد وغیرہ نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے مرسل کی تعریف کے سلسلے میں محققین حنفیہ کی رائے نقل کی ہے کہ وہ اسے "قرون فاضلہ" (۵) کے ساتھ مختص کرتے ہیں کیونکہ حضور اکرم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (۶) قال الراوی اذکر بعد قرنہ قرنین او ثلاثہ وفی رواۃ جزم فیہا بثلاثہ (۷) وفی رواۃ ثم ذکر قوما یشہدون ولا یشہدون، ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یوفون (۸)

بہترین لوگوں کا دور میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے ساتھ ملحق ہے پھر جو اس کے ساتھ۔ راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو قرون کا ذکر کیا یا تین کا۔ اور ایک روایت میں بلاشبہ اپنے زمانے کے بعد تین زمانوں کا تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے پھر آپ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو بغیر طلب کے گواہی دیں گے، خیانت کے مرتکب ہوں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نذرمانیں گے اور پوری نہیں کریں گے۔

گویا ارسال کو قبول کرنے کی بنیاد وہ اخلاقی معیار ہے جو قرون فاضلہ کے ساتھ مختص ہے۔ بعد کے لوگ چونکہ مشہور بالخیر نہیں ہیں لہذا ان کی قبولیت مشکوک ہے۔ حجت مرسل کے بارے میں جو حضرات قبولیت کی رائے رکھتے ہیں ان کے کئی گروہ ہیں۔ ابھی ان اصحاب کا ذکر ہوا ہے جو اسے قرون ثلاثہ تک محدود کرتے ہیں۔ حافظ حجر رحمہ اللہ نے النکت میں جن مختلف مسالک کا ذکر کیا ہے ان میں سے چوتھے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رابعہا: قبول مراسیل الصحابة وکبار التابعین۔ ویقال: انه مذهب اکثر المتقدمین۔ وهو مذهب الشافعی لکن شرط فی مرسل کبار التابعین ان یعتضد باحد الا وجہ المشہورۃ (۹)

۱۔ مجموع، ۱/۱۰۳

۲۔ المستصفی، ۱/۱۶۹-۱۷۰

۳۔ ایضاً، ۱/۲۴

۴۔ فتح المغیث، ۱/۱۶۲

۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے جامع التحصیل

۶۔ بخاری، کتاب الشہادات، باب لا یشہد علی شہادۃ جور، ۳/۱۵۱: نسائی، کتاب الایمان، باب الوفاء بالذور، ۷/۱۷، ۱۸: ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب

کراہیۃ، الشہادۃ، ۲/۷۹: ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی القرن الثالث، ۴/۵۰۰: ابوداؤد کتاب السنۃ، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ، ۵/۴۴

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً

۹۔ فتح المغیث، ۱/۱۶۱

۱۰۔ الرسالہ، ۲۶۲-۲۶۳

خامسہا: کالرابع، لکن من غیر قید بالكبار، وهو قول مالک واصحابہ واحدى الروایتین عن احمد (۱) چوتھا مسلک ہے مراسل صحابہ وکبار تابعین کو قبول کرنا۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ اکثر متقدمین کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے لیکن انہوں نے کبار تابعین کی مرسل کے لئے یہ شرط لگائی کہ مشہور وجہ میں سے کسی ایک سے اس کی تقویت ہو۔ پانچواں مسلک بھی چوتھے کی طرح ہے البتہ اس میں کبار تابعین کی مرسل کے لئے کوئی قید نہیں اور یہ مسلک امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مزید مسالک کا بھی ذکر کیا ہے لیکن چونکہ ان میں شرائط کا ذکر ہے اس لئے ہم ان کا ذکر بعد میں کریں گے۔ علامہ سیف الدین آمدی شافعی مرسل کے قابل استناد ہونے کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلفوا فی قبول الخبر المرسل، وصورتہ ما اذا قال من لم یلق النبی وکان عدلاً: قال رسول اللہ ﷺ کذا فقبلہ ابو حنیفہ ومالک واحمد بن حنبل فی اشھر الروایتین عند جماہیر المعترزۃ وفصل عیسیٰ ابن ابان (۲) من الحنفیۃ فقبل میراسیل الصحابة والتابعین وتابعی التابعین ومن هو من آئمة النقل مطلقادون من عدا هؤلاء (۳) مرسل کے قابل قبول ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب عادل شخص جو رسول اللہ ﷺ سے نہ ملا ہو کہے: "قال رسول اللہ ﷺ کذا"۔ اسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مشہور قول کے مطابق) اور جمہور معتزلہ قبول کرتے ہیں۔ حنفیہ میں سے عیسیٰ بن ابان صرف ان مراسل کو قبول کرتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مشہور آئمہ کی طرف سے ہوں۔ ان کے علاوہ عام رواۃ کی مراسل قبول نہیں کرتے۔

مشہور حنفی اصولی علامہ عبدالعزیز بخاری نے تقریباً وہی بات کہی ہے جو اوپر علامہ آمدی کے حوالے سے نقل کی جا چکی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

القسم الاول وهو مرسل الصحابة مقبول بالاجماع فانه حکى عن الشافعی انه خص مراسیل الصحابة بالقبول۔ وما ارسال القرن الثانی والثالث فحجة عندنا وهو مذهب مالک واحدى الروایتین عن احمد بن حنبل واكثر المتکلمین (۴) مرسل کی پہلی قسم وہ ہے جو صحابی سے مرسل مروی ہو۔ ایسی روایت بالاتفاق مقبول ہے۔ امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے قبولیت کو صرف مراسل صحابہ سے مختص کیا ہے۔ جہاں تک دوسری اور تیسری صدی کے رواۃ کی مراسل کا تعلق ہے تو یہ ہمارے نزدیک حجت ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ متکلمین کی اکثریت کی بھی یہی رائے ہے۔ قرن ثالث کے بعد کی مراسل کے سلسلے میں علامہ عبدالعزیز بخاری لکھتے ہیں:

۱۔ جامع التحصیل، ۳۶: جامع التحصیل کے محقق کی رائے میں اصولیوں کی ایک جماعت امام الحرمین اور ابن الحاجب وغیرہ کی بھی رائے ہے۔ (جامع التحصیل، ۶۶: التکت ۵۵۱/۲)

۲۔ عیسیٰ بن ابان (م: ۲۲۱ھ) محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد تھے۔ اپنے وقت کے فقیہ عراق اور بصرہ کے قاضی تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ذہانت اور جود و سخا میں حظ وافر پایا تھا۔ اسماعیل بن جعفر، ہشیم اور یحییٰ بن ابن زائدہ سے احادیث بیان کیں اور ان سے حسن بن سلام السواق وغیرہ نے روایت کی۔ تاریخ بغداد، ۱۱/ ۱۵۷-۱۶۰: الجواہر المصیۃ، ۱/ ۴۰۱: الفوائد البھیہ، ۱۵۱: سیر اعلام النبلاء، ۱۰/ ۴۴۰: میزان الاعتدال، ۳/ ۳۱۰

۳۔ الاحکام، ۲/ ۱۷۷

۴۔ کشف الاسرار، ۳/ ۷۲۲

و اما ارسال من دون هؤلاء ای دون القرون الثلاثة فقد اختلف فيه، قال الشيخ ابو الحسن الكرخي: (۱) يقبل ارسال كل عدل في كل عصر، لان العلة التي توجب قبول مراسيل القرون الثلاثة وهي العدالة والضبط تشمل سائر القرون (۲) وقال ابوبكر الرازي: (۳) لا يقبل ارسال من بعد القرون الثلاثة الا اذا اشتهر بانه لا يروى الا عن من هو عدل ثقة لشهادة النبي ﷺ على من بعد القرون الثلاثة بالكذب بقوله: ثم يفشو الكذب - فلا يثبت عدالة من كان في زمن شهد النبي ﷺ على اهله بالكذب الا برواية من كان معلوم العدالة بعلم انه لا يروى الا عن عدل (۴) كذا ذكر شمس الاثمة (۵)

جہاں تک قرون ثلاثہ کے بعد کی مراسیل کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن کرخی کہتے ہیں کہ ہر عادل راوی کی مرسل روایت ہر دور میں قابل قبول ہے اس لئے قرون ثلاثہ کے رواۃ کی مراسیل جس وجہ سے قبول کی جاتی ہے وہ ہر دور کے رواۃ میں پائی جاسکتی ہے اور وہ ہے عدالت وضبط۔ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ قرون ثلاثہ کے بعد کا ارسال قابل قبول نہیں الا یہ کہ ارسال کرنے والے راوی کے بارے میں مشہور ہو کہ وہ عادل اور ثقہ کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتا۔ اس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی شہادت ہے جو آپ ﷺ نے قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانے کے لئے دی ہے۔ آپ ﷺ کا قول ہے: پھر جھوٹ پھیلے گا، سو اس شخص کی عدالت ثابت نہیں ہو سکتی جو اس زمانے میں رہ رہا ہے جس کے جھوٹ کی حضور ﷺ نے گواہی دی ہے۔ ہاں اس شخص کی روایت درست ہو سکتی ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ عادل رواۃ کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتا۔ شمس الاثمة نے بھی اسی طرح کی رائے کا اظہار ذکر کیا ہے۔

ان دونوں آراء میں زیادہ فرق نہیں کیونکہ عدالت وضبط کی شرط نے قرون ثلاثہ کے بعد کی مراسیل کے لئے گنجائش پیدا کی ہے البتہ عیسیٰ بن ابان کی بات ذرا مختلف ہے کہ اس نے ”آئمة النقل“ کی تصریح کی ہے جو کبار محدثین وفقہاء ہی ہو سکتے ہیں۔ ابوالحسن بصری معتزلی نے ذرا مختلف انداز سے بات کی ہے وہ لکھتے ہیں:

ومنها قولهم: لو وجب العمل بالمراسيل للزمنا في عصرنا هذا ان نعمل على قول الانسان: قال رسول الله ﷺ كذا وكذا وان لم يذكر الرواة: الجواب: ان ذكر الخبر ان كان معروفا في جملة الاحاديث، فقد عرفت رواه وان لم يكن معروفا لم يقبل، لا لانه مرسل بن لان الاحاديث قد ضبطت وجمعت، فما لا يعرفه اصحاب الحديث منها في وقتنا، هو كذب، فان كان العصر ارسل فيه الراوى عصره لم يضبط فيه السنن قبل مرسله (۶)

۱۔ ابوالحسن الكرخي، عبید اللہ بن الحسین بن دلال البغدادی (م: ۳۴۰ھ) اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔ زہد و تقویٰ کا بہترین نمونہ تھے۔ اعتزال کا رنگ غالب تھا۔ تاریخ: ۱۰/۳۵۳: العمر، ۲/۲۵۵: میزان، ۴/۹۸: سیر، ۱۵/۲۲۶

۲۔ کشف الاسرار، ۳/۷۳۷

۳۔ دیکھئے صفحہ ۳۵۰

۴۔ کشف الاسرار، ۳/۷۳۷

(۵) شمس الاثمة، ابوبکر محمد بن ابی سہل (م: ۴۸۳ھ) مشہور شمس الاثمة حلوانی اور دیگر علماء سے اکتساب فیض کیا اور بہت جلد علوم و فنون میں بلند مقام حاصل کر لیا اور اپنے استاد کے لقب سے ان کے جانشین بنے۔ بعض نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر قید کر دیئے گئے تو دوران قید اپنی مشہور کتب الملاء کرائیں۔ المیسوط اور اصول السرخسی مشہور اور متداول کتابیں ہیں۔ الجواهر المفضیة، ۲/۲۸: مقدمہ اصول السرخسی: الفوائد المہیة، ۱۵۸

۶۔ کتاب المعتمد، ۲/۶۲۷۔ نیز دیکھئے: کشف الاسرار، ۳/۷۳۷



ان کا قول ہے: اگر مراسل پر عمل کرنا واجب ہوتا تو ہمارے زمانے میں بھی کسی انسان کے اس قول پر "قال رسول اللہ ﷺ کذا و کذا"، عمل کرنا لازم ہوتا گو اس نے راویوں کا ذکر نہ کیا ہو۔ جواب یہ ہے کہ اگر اس خبر کا ذکر تمام احادیث میں معروف ہو تو اس کے راوی معروف ہوں گے لہذا قبول ہوگی اور اگر معروف نہ ہوں تو غیر مقبول ہوگی اس لئے نہیں کہ مرسل ہے بلکہ اس لئے کہ احادیث منضبط ہو چکی ہیں اور جمع کر دی گئی ہیں سو جسے ہمارے دور کے محدثین نہیں جانتے وہ جھوٹ ہے۔ اگر ارسال کرنے والا راوی اس دور میں ہو جس میں سنن کو منضبط نہیں کیا گیا تو اس کی مرسل قبول کی جائے گی۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واصل مذهب مالک والذى عليه جماعة اصحابنا المالکين: ان مرسل الثقة تجب به الحجة ويلزم به العمل، كما يجب بالمسند سواء (۱)

امام مالک کے مذہب کی بنیاد جسے ہمارے مالکی اصحاب کی جماعت نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ ثقہ کی مرسل قابل حجت ہے اور اس پر عمل اس طرح لازم ہے جس طرح مسند روایت پر عمل واجب ہے۔ دونوں کی حیثیت برابر ہے۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

وقالت طائفة من اصحابنا: مراسيل الثقات اولى من المسندات، واعدوا بان من اسندك فقد احوالك على البحث عن احوال من سماه لك، ومن ارسل من الائمة حديثا مع علمه ودينه وثقته، فقد قطع لك على صحته (۲)

ہمارے اصحاب کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ثقہ راویوں کی مراسیل مسندات سے بہتر ہیں۔ وہ اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے سند بیان کی اس نے تجھے راویوں کے حالات کی تحقیق کا ذمہ دار بنادیا اور آئمہ میں سے جو شخص حدیث کا ارسال کرتا ہے وہ اپنے علم، دین اور ثقاہت کی بنیاد پر اس کی صحت کا یقین دلاتا ہے۔

اس رائے کو نقل کرنے کے بعد ابن عبد البر امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر مالکی علماء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ قابل ترجیح رائے یہ ہے کہ وجوب عمل کے لحاظ سے مرسل اور مسند دونوں برابر ہیں۔

گو حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی اپنی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسند کو بہر حال مرسل پر ترجیح ہے۔ اور انہوں نے وضاحت سے کہا ہے کہ جب میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ جب مناظرے کی صورت ہوتی ہے تو پھر اتصال سند ہی کی بات ہوتی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے کہ مرسل قابل استناد ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

الاصل الرابع: الاخذ بالمرسل والحديث الضعيف اذا لم يكن في الباب شيء يدفعه. وهو الذي رجحه على القياس (۳)

امام احمد رحمہ اللہ کے فتویٰ کی چوتھی بنیاد یہ ہے کہ مرسل اور ضعیف حدیث کو مدار استدلال بنایا جائے اگر اس باب میں کوئی اور شے نہ ملے اور انہوں نے مرسل و ضعیف کو قیاس پر ترجیح دی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے وہ تمام مثالیں جمع کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حنفی، مالکی، حنبلی اور دیگر فقہاء مرسل کو قیاس پر ترجیح دیتے

(۱)۔ ہیں

حافظ علائی نے مرسل کی قبولیت کے بارے میں جو بحث کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ گو اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں تاہم اس کی قبولیت کے بارے میں سب متفق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

اما القائلون له المحتجون ، فهم مالك وابو حنفيه ، وجمهور اصحابهما واكثر المعتزلة وهو احد الروایتين عن احمد بن حنبل وهؤلاء لهم في قبوله اقوال: (۲)

جہاں تک مرسل کو حجت ماننے والوں کا تعلق ہے تو وہ امام مالک، امام ابوحنفیہ اور ان کے جملہ اصحاب، معتزلہ کی اکثریت اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی بھی یہی رائے ہے۔ مرسل کو قبول کرنے کے سلسلے میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔ حافظ علائی نے چار اقوال نقل کئے ہیں۔

۱۔ تابعین کے بعد کے دور کی مراسیل بھی قابل قبول ہیں۔

۲۔ تابعین اور تبع تابعین کی مراسیل مطلقاً قابل قبول ہیں بشرطیکہ وہ غیر ثقات سے ارسال نہ کریں اس کے بعد ائمہ النقل کی مراسیل قابل قبول ہیں۔

۳۔ مرسل تابعین کے ساتھ مخصوص ہے اور تابعین کی مراسیل اختلاف طبقات کے ساتھ قابل اخذ و عمل ہیں یہ امام مالک رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بعض محدثین کی رائے ہیں۔

۴۔ کبار تابعین کی مراسیل ہی قابل قبول ہیں۔ کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام سے اخذ و سماع کیا ہے۔ (۳)

فقہاء و محدثین کی آراء سے واضح ہوتا ہے کہ گو قبولیت کے مختلف مدارج ہیں لیکن اصولی طور پر مرسل کے قابل قبول ہونے پر اتفاق ہے۔ ہمیں مرسل کے قابل استناد ہونے پر جو دلائل ملتے ہیں ان کی نوعیت بھی قبولیت کے مدارج سے متعلق ہے۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حجت مرسل کے دلائل:

پچھلے صفحات میں ہم ان لوگوں کے دلائل کا جائزہ لے آئے ہیں جو مرسل کو قابل استناد نہیں سمجھتے ان دلائل کا اسلوب قائلین حجت کا رد تھا اور ان کا بڑا مواد تردیدی تھا اس لئے ہمیں قائلین کے دلائل کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ ذیل میں ہم ترتیب سے ان دلائل کا اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے۔ اجماع صحابہ و تابعین:

مرسل کے قابل حجت ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسے صحابہ و تابعین نے قابل حجت سمجھا اور صحابہ و تابعین مرسل پر عمل کرتے تھے علامہ آمدی رحمہ اللہ مرسل کی حجت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المختار قبول مراسيل العدل مطلقاً و دليله الاجماع والمعقول۔ اما الاجماع فهو ان الصحابة والتابعين اجمعوا على قبول المزاسيل من العدل اما الصحابة فانهم قبلوا اخبار عبد الله بن عباس مع كثرة روايته وقد قيل انه لم يسمع من رسول الله ﷺ سوى اربعة احاديث لصغر سنه (۴) و ايضا ماروى عن البراء بن عازب انه قال: ما كل ما نحدثكم به

۱۔ ايضاً

۲۔ جامع التحصيل، ۱۷

۳۔ ايضاً، ۱۸

۴۔ الاحكام، ۲/۱۷۸



سمعناه من رسول الله ﷺ ولكننا سمعنا بعضه وحدثنا اصحابنا بعضه ..... واما التابعون فقد كان من عاداتهم ارسال الاخبار ويدل على ذلك ما روى عن الاعمش انه قال: قلت لابي ابراهيم النخعي: اذا حدثني فاسند، فقال: اذا قلت لك حدثني فلان عن عبد الله فهو الذي حدثني، واذا قلت لك حدثني عبد الله حدثني جماعة عنه او يدل على ذلك ما اشتهر من ارسال ابن المسيب والشعبي وغيرهما، ولم يزل ذلك مشهورا فيما بين الصحابة والتابعين من غير نكير فكان اجماعا (۱)

میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ ثقہ راوی کی مراسیل مطلقاً قابل قبول ہیں اور اس کی دلیل اجماع اور عقل دونوں ہیں۔ جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو صحابہ و تابعین عادل کی مراسیل کو قبول کرنے پر متفق تھے۔ صحابہ کرام نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات قبول کیں باوجودیکہ وہ کثیر الروایہ تھے اور اپنی کم عمری کے باعث حضور اکرم ﷺ سے صرف چار احادیث سنیں۔ اسی طرح براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب کا سب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوتا ہے اور کچھ ہمیں ہمارے دیگر ساتھی صحابہ نے بتایا ہوتا ہے..... رہے تابعین تو ان کا معمول روایات میں ارسال تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اعمش نے ایک بار ابراہیم نخعی سے کہا کہ آپ جب میرے سامنے حدیث بیان کریں تو پوری سند کے ساتھ بیان کریں۔ ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ جب میں حدثی فلان عن عبد اللہ کہوں تو ایسی روایت مجھے اس ایک شخص سے ملی ہوتی ہے، اور جب حدثی عبد اللہ کہوں تو ایسی روایت میں نے ایک جماعت سے اخذ کی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں شعبی اور ابن المسيب کا ارسال تو محدثین کے ہاں مشہور ہے۔ اسی طرح دیگر حضرات کا ارسال بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کے ہاں معروف تھا اور انہوں نے کبھی بھی اسے ناپسند نہیں کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قبولیت ارسال کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ رائے دیگر ذرائع سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ سب صحابہ بروقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں رہا کرتے تھے بلکہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے تھے اور غیر حاضری کے دوران ہونے والے اہم واقعات و ارشادات نبوی کے متعلق اپنے حاضر ساتھیوں سے آگاہی حاصل کرتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب کثرت روایت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے کہا:

الكم لتقولون: اكثر ابو هريره رضي الله عنه عن النبي ﷺ والله الموعود، وتقولون ماللمهاجرين لا يحدثون عن رسول الله ﷺ هذا الا حاديث وان اصحابي من المهاجرين كانت تشغلهم ارضهم والقيام عليها واني كنت امراء مسكينا الزم رسول الله ﷺ على مل بطني (۲) وكنت اكثر محالسة الرسول الله ﷺ احضر اذا غاهاوا وحفظ اذا سوا (۳) تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اور (مجھے) اللہ سے ملنا ہے، اور کہتے ہو کہ مهاجرین کو کیا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ لوگ تو احادیث نہیں بیان کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا اور میں ایک مسکین آدمی تھا، رسول اللہ ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا اور میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ہوتا۔ میں حاضر ہوتا جب وہ غائب ہوتے۔ میں یاد کرتا جب وہ بھول جاتے۔

۱۔ ایضاً ۲/۱۷۹

۲۔ اس عبارت کو امام احمدی مسند میں زہری کی روایت سی ذکر کیا ہے (مسند احمد، ۱۲/۲۶۸: حدیث: ۲۸۳۷) بخاری نے اسے روایت کو الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (بخاری، البیوع، ۳/۳۲: کتاب العلم، ۱/۳۸، کتاب الاعتصام، باب الحجۃ، ۸/۱۵۸: مسلم، کتاب

۳۔ ابن سعد، ۳/۱۱۵/۵۶

الفصائل، ۷/۱۶۶)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

كنت انا و جارلی من الانصار فی بنی امیة بن زید و هی من عوالی المدینة و کنا ننتاوب علی رسول اللہ ﷺ فینزل یوما و انزل یوما فاذا نزلت جنت بنخبر ذلك اليوم من الوحي و غیره و اذ انزل فعل مثل ذلك (۱)

میں نے اور مدینہ کے نواحی علاقے بنی امیہ بن زید کے انصاری پڑوسی نے معاملہ کر رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس رہنے کی باری مقرر کر رکھی تھی ایک دن وہ رہتے تھے اور دوسرے دن میں۔ جب میری باری ہوتی تو میں اس دن کی وحی یا دوسرے معاملات سے آگاہ کرتا اور جب وہ آپ کے ہاں حاضر ہوتے تو اسی طرح کرتے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ مرسل کی حجیت کے قائل نہیں وہ اسے بعض صحابہ کا اجتہاد مانتے ہیں اجماع نہیں مانتے۔ امام غزالی کا استدلال پہلے گزر چکا ہے (۲) علامہ آمدی نے صحابہ کے اجماع کی دلیل پر اعتراض نقل کیا ہے (۲۱۱) (۲۱۱-۲۱۲) (۱۸۰/۲) اور پھر اس پر تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قولکم: لم ینکر ذلك منکر لا نسلم ذلك ولهذا باحثوا ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ و ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ فی ذلك، حتی اسند کل واحد ما اخبر به وقال ابن سیرین: "لانا خذبمرا سیل الحسن و ابی العالیہ وان سلمنا عدم النکیر، فغایتہ انہم سکتوا، و المکوت لا یدل علی الموافقة، لما سبق تقریرہ فی مسائل الاجماع سلمنا الموافقة، غیر ان الارسال المحتج بوقوعہ۔ انما وقع من الصحابة و التابعین، ونحن نقول بذلك، لان الصحابی و التابعی انما یروی عن الصحابی، و الصحابة عدول علی ما سبق تحقیقة (۳)

ہم تمہاری اس بات کو تسلیم کرتے کہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے تو محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کی تحقیق کی حتیٰ کہ ہر خبر کا سلسلہ نبی ﷺ تک پہنچایا گیا۔ اور ابن سیرین نے کہا: ہم حسن اور ابو العالیہ کی مراسیل کو قبول نہیں کرتے۔ اگر ہم تسلیم کریں کہ انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے خاموشی اختیار کی اور جیسا کہ مسائل اجماع میں بیان کیا گیا ہے سکوت موافقت کی دلیل نہیں ہے ہم نے موافقت کو تسلیم کر لیا، حالانکہ ارسال وقوع پذیر ہونے کے لحاظ سے حجت ہے، بلاشبہ وہ صحابہ و تابعین سے وقوع پذیر ہوا ہے، اور ہم یہی کہتے ہیں کیونکہ صحابی اور تابعی صحابی سے روایت کرتے ہیں اور صحابہ، گذشتہ تحقیق کے مطابق، عادل ہیں۔

علامہ آمدی رحمہ اللہ اس پر مزید لکھتے ہیں:

قولہم انہم باحثوا ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ و ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ قلنا: المراجعة فی ذلك لا تدل علی انکار الارسال، بل غایتہ طلب زیادة علم لم تکن حاصلة بالارسال، و قول ابن سیرین لیس انکارا للارسال مطلقا، بل ارسال الحسن و ابی العالیہ لا غیر لظنہ انہما لم يلتزما فی ذلك تعدیل المروی عنہ، و لهذا قال: فانہما لایبالیان عن اخذا الحدیث منہ، لا علی الارسال (۴)

۱۔ بخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، ۳۱/۱: مسلم، کتاب الطلاق، باب الایلاء، ۱۹۳/۲: ترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۃ التحریم، ۴۲۱/۵

۲۔ دیکھئے صفحہ ۳۶۰

۳۔ ایضاً، ۱۸۰-۱۸۱

۴۔ ایضاً، ۱۸۲/۲

مرسل کو حجت نہ ماننے والوں کا کہنا کہ ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ کی روایات میں تحقیق کی کیا ضرورت تھی؟ ہم کہتے ہیں کہ روایات کی تحقیق ارسال کے انکار پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کا مقصود اضافہ علم ہے جو ارسال کی صورت میں حاصل نہ تھا۔ اور جہاں تک ابن سیرین کے قول کا تعلق ہے تو اس سے مراد مطلق ارسال کا انکار نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف حسن اور ابو العالیہ سے ہے کیونکہ ان کے خیال میں یہ حضرات مروی عنہ کی تعدیل کا التزام نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے تو کہا: یہ حضرات اس کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، صرف ارسال پیش نظر نہیں تھا۔

عقلی دلیل۔ ثقہ راوی کا ارسال تعدیل ہے:

مرسل کی حجیت پر دوسری دلیل عقلی ہے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی پوری ذمہ داری کے ساتھ ایک روایت بیان کرتا ہے تو اسے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہئے۔ علامہ آمدی اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

واما المعقول فهو ان العدل الثقة اذا قال: قال رسول الله ﷺ كذا مظهر الجزم بذلك، فالظاهر من حاله انه لا يستجيز ذلك الا وهو عالم او ظان ان النبي ﷺ قال ذلك، فانه لو كان ظانا ان النبي ﷺ لم يقله، او كان شاك فيه، لما استجاز في دينه النقل الجازم عنه، لما فيه من الكذب والتدليس على المستمعين، وذلك يستلزم تعديل من روى عنه، والا لما كان عالما ولا ظانا بصدقه في خبره (۱)

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب عادل اور ثقہ یقین کے ساتھ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تو اس کی روایت قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ اس کی حیثیت سے واضح ہے کہ وہ علم یقین کے بغیر یہ کہنے کی جرأت نہیں کرے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا ہے۔ اگر اسے گمان ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات نہیں کہی یا اسے اس بارے میں کسی قسم کا شک ہو، اس کی دینداری ایسی یقینی روایت کی اجازت کبھی نہ دے کیونکہ ایسا کرنے میں جھوٹ اور تدلیس شامل ہے۔ ایسی صورت میں یہ لازم ہے کہ جس سے اس نے روایت کی ہے اسے عادل سمجھا جائے۔ اگر ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں تو یہ لازم آئے گا کہ اسے خبر کی صداقت کا علم اور یقین نہیں تھا۔

اس دلیل کی اساس صفت عدالت ہے جو ارسال کرنے والے میں پائی جاتی ہے۔ اگر عادل وثقہ مروی عنہ کی عدالت و ثقاہت کی بات کرے تو پھر شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور اگر عادل راوی مروی عنہ کے بارے میں سکوت اختیار کرے تو بھی قابل قبول ہے کیونکہ اس کا روایت کرنا ایک طرح کی تعدیل ہے۔ ہم ایک عادل وثقہ راوی سے توقع نہیں کرتے کہ وہ بغیر تصدیق کے روایت کرے گا۔ ابوالحسین بصری رحمہ اللہ مرسل کی حجیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارسال المرسل مع عدالته يجرى مجرى ذكره من ارسل عنه، وقوله: هو عدل عندي في الدلالة على انه قد عدله ولو قال: ذلك، لقبل حديثه، فكذلك اذا ارسل، وانما قلنا: ان ارساله يجرى مجرى ذكره وتعديله، لانه مع عدالته لا يستجيز ان يخبر عن النبي ﷺ الا وراه الاخبار عنه، ولا يكون له الاخبار بذلك لا وهو عالم او ظان - لان الخبر بما يجوز كونه ونفيه على سواء قبيح ولا نه ليس له الزام الناس عبادة او اطراح عبادة عنهم من غير ان يعلم ان

النبي ﷺ اوجب ذلك، اويظنه، فبان ان عدالته تقتض ما ذكرنا - واما ان الراوى اذا ذكر من روى عنه وقال: هو ثقة عندي، لزم قبول خبره وان لم يذكر اسباب ثقته - فهو متفق عليه بين اصحاب ابى حنيفة والشافعى - وانما اختلافوا فى الجرح، فعند اصحاب ابى حنيفة لا يجب ان يذكر الانسان سبب الجرح - وقال الشافعى: لا يصير المجروح مجروحاً الا يزكون الرجل من غير ان يزكروا اسباب عدالته - ولان الانسان انما يكون ثقة، زكياً، اذا اجتنب الكبائر ولم يخل بالواجبات (۱)

ارسال کرنے والے عادل شخص کا ارسال گویا اس شخص کا تذکرہ ہے جس سے ارسال کیا جا رہا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ وہ میرے نزدیک عادل ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اس کی تعدیل کی ہے اور اس صورت میں اس کی حدیث قبول کی جائے گی اور اس کا ارسال کرنا بھی ایسا ہی ہے۔ ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ راوی کا ارسال گویا مرسل عنہ کا تذکرہ اور اس کی تعدیل ہے اس لئے کہ ایک عادل راوی کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ سے حدیث حاصل کئے بغیر ان سے روایت کرے اور خبر کا علم اور یقین حاصل کئے بغیر روایت نہیں کرے گا۔ اس لئے بھی کہ ایسی صورت میں روایت کرنا اچھا نہیں ہے خواہ حدیث موجود ہے یا غیر موجود۔ اور اس لئے بھی کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کا یقینی علم حاصل کئے بغیر لوگوں پر کسی عبادت کو لازم کرے یا ان کو اس سے روک دے۔ اس سے واضح ہوا کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی عدالت اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اگر راوی مروی عنہ کے بارے میں کہہ دے کہ وہ میرے نزدیک ثقہ ہے اور پھر وہ اس کی ثقاہت کے اسباب کو بیان نہ کرے تب بھی اس کی روایت کو قبول کرنا لازم ہوگا۔ اسی اصول پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کا اتفاق ہے۔ ان کا اختلاف صرف اصول جرح پر ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کسی راوی کو مجروح قرار دینے کے لئے اسباب کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجروح راوی اس وقت تک مجروح نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک اسباب جرح نہ بیان کئے جائیں۔ البتہ ترکیب معاملہ ظاہر ہے علماء حدیث کسی راوی کو اسباب عدالت بیان کئے بغیر بھی عادل قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس وقت تک ثقہ و عادل ہے جب تک وہ کبائر سے اجتناب کرتا ہے اور واجبات کو پورا کرتا ہے۔

اس دلیل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ارسال کرنے والا اگر عادل وثقہ ہے تو اس کا ارسال قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ اس کی عدالت و ثقاہت پر اعتما ہے اگر ارسال کرنے والا صحت کی شرائط پر پورا نہیں اترتا تو پھر اس کی روایت مردود ہے۔ لیکن روایت کا ناقابل قبول ہونا ارسال کی وجہ سے نہیں بلکہ راوی کے غیر ثقہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

بعض علماء نے اس بنیاد پر مرسل کو مسند پر ترجیح دی ہے کیونکہ مرسل میں ماخذ کی ثقاہت کا ذمہ دار ارسال کرنے والا ہے جبکہ مسند میں راوی کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ مرسل کے حجت ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان العادة جارية بان الامر اذا كان واضحا للناقل جزم بنقله من غير اسناد، واذا لم يكن واضحا نسب اليه اليالغیر ليحمل الناقل ذلك الغير الشيء الذي حمله هو اى الناقل - فالمرسل يدل على انه واضح للناقل بخلاف المسند (۲)

۱۔ المعتمد، القول فی الراسل، ۲/۶۲۹-۶۳۰

۲۔ التلويح، ۲/۴۲۹

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

الایری انه اذا قال اخبرنی ثقة یقبل کانه یشیرانی ان الشافعی کثیرا ما یقول اخبرنی ثقة وحدثنی مالا اتهم الا

ان مراده بالشقة ابراهیم بن اسماعیل ویمن لا یتهم یحییٰ بن حسان وذلك مشهور معلوم (۱)

تم دیکھتے نہیں کہ جب وہ کہے اخبرنی ثقة تو ایسی روایت قبول کی جاتی ہے۔ گویا ان (صدر الشریعہ) کا اشارہ امام شافعی کی طرف ہے جو اکثر کہتے ہیں ”اخبرنی ثقة“ یا ”حدثنی مالا اتهم“ یہ الگ بات کہ ثقہ سے ان کی مراد ابراہیم بن اسماعیل ہیں اور ”من لا اتهم“ سے مراد یحییٰ بن حسان ہیں اور یہ بات مشہور و معروف ہے۔

علامہ قرائی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

حجة الجواز ان سکوته عنه مع عدالة الساکت وعلمه ان روايته یتوب علیها شرع عام، فیقتض ذلك انه

ماسکت عنه، الا وقد جزم بعدالته فسکوته کا خبرہ بعدالته وهو لوز کاه عندنا، قبلنا تزکیته وقبلنا روايته، فکذلك سکوته عنه (۲)

مرسل کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ ارسال کرنے والا جب عادل ہوتے ہوئے سکوت اختیار کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اس کی روایت پر شریعت کے عمومی احکام مرتب ہوتے ہیں تو اس کا سکوت اسی امر کا متقاضی ہے کہ جس کے بارے میں وہ خاموش رہا ہے اس کی عدالت یقینی ہے۔ اس طرح اس کا سکوت گویا مروی عنہ کی عدالت کی خبر دینا ہے۔ اگر وہ اس کی ثقاہت کی خبر دیتا تو ہم اس کی اس رائے کو قبول کرتے اسی طرح اس کا سکوت بھی قبولیت ثقاہت کے سلسلے میں قبول کیا جائے گا۔

اس استدلال کا ماحصل یہ ہے کہ ثقہ و عادل کا بیان اگر قابل قبول ہے تو اس کا سکوت بھی قابل قبول ہونا چاہئے کیونکہ اصل ذمہ داری تو راوی کی ہے اگر اس کی شخصیت ثقاہت و عدالت کی وجہ سے مقبول ہے تو اس کا بیان اور سکوت دونوں قابل قبول ہونے چاہئیں امام شافعی کے معمول ”اخبرنی ثقة“ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ثقہ راوی اسباب عدالت کا تذکرہ کئے بغیر راوی کی تعدیل کر سکتا ہے۔ اگر ثقہ راوی کی ایسی تعدیل قابل قبول ہے تو پھر اس کا ارسال بھی قابل قبول ہونا چاہئے۔ البتہ مرسل کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ قابل قبول عمل ہونے کے لحاظ سے وہی مرسل اعلیٰ درجے پر فائز ہوگی جس میں صرف صحابی کا واسطہ رہ گیا ہو۔ اگر درمیان میں کئی راوی چھوٹ گئے ہوں تو اس روایت کی حیثیت کمزور ہوگی لیکن مردود نہیں ہوگی بشرطیکہ ارسال کرنے والا عادلانہ حیثیت کا حامل ہے۔

مراہیل صحابہ حجت ہیں:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مراہیل صحابہ مطلقاً قبول ہیں جب کہ غیر صحابی کی مراہیل

مردود ہیں (۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

وهو الذي عليه عمل ائمة الحديث واحتجوا بان العلماء قد اجمعوا على طلب عدالة المنخبر (۴)

۱۔ ایضاً ۲۔ شرح الخ ۱۶۴ (المطبعة الخيرية القاهرة، ۱۳۰۶ھ)

۳۔ ایضاً ۲/۵۳۸-۵۳۹

۴۔ التلک ۲/۵۳۸

یہی وہ مسلک ہے جس پر آئمہ حدیث کا عمل ہے۔ اور انہوں نے استدلال کیا ہے کہ خبر دینے والے کی عدالت کے بارے میں معلوم کرنے پر علماء کا اجماع ہے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل کو قابل حجت ماننے والوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

وقال اخرون مراسيل الصحابه كلهم مقبولة لكون جميعهم عدولا مرضيين وان الظاهر فيما ارسله الصحابي ولم يبين السماع فيه انه سمعه من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم او من صحابي سمعه عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم واما من روى منهم عن غير الصحابة فقد بين في روايته ممن سمعه وهو ايضا قليل نادر فلا اعتبار وهذا هو الا شبه بالصواب عندنا (۱)

دوسری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ کی مراسیل قابل قبول ہیں اس لئے کہ تمام صحابہ عادل اور اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابی جب ارسال کرتا ہے اور یہ واضح نہیں کرتا کہ اس نے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے یا صحابی سے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سنی ہے۔ جہاں تک ایسے صحابہ کا تعلق ہے جنہوں نے غیر صحابہ سے روایت کی ہے تو انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے ان کی تعداد قلیل ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قرین صحت ہے کہ صحابی کی مرسل حجت ہے۔

خطیب نے اس رائے کی تائید میں دو روایتیں پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ ایک دوسرے سے معلومات حاصل کرتے تھے:

عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عازب يقول: ليس كلنا سمع حديث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كانت لنا صنيعه واشغال وكان الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ فيحدث الشاهد الغائب (۲)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ انہوں نے براء بن عازب کو کہتے سنا کہ ہم سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کا سماع نہیں کیا ہم تو اپنے زرعی اور دیگر معاملات میں مصروف ہوتے۔ ہاں لوگ اس دور میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر شخص غیر موجود کے سامنے سنی ہوئی احادیث بیان کر دیتا۔

عن الحسن بن انس بن مالك انه قال: ليس كل ما حدثكم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سمعنا منه، ولكن حدثنا اصحابنا ونحن قوم لا يكذب بعضهم (۳)

حسن رحمۃ اللہ علیہ، انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں وہ سب کچھ انہی سے نہیں سنا ہوتا بلکہ ہمارے ساتھی بھی ہم سے بیان کرتے۔ البتہ ہم لوگ ایک دوسرے کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے (اس لئے اعتماد ہوتا تھا)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ بھی اس روایت کو قبول کرتے تھے جو ان کے ساتھی ان سے بیان کرتے تھے حالانکہ انہیں شرف صحبت حاصل تھا اور وہ براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع بھی کرتے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

امام رسل الصحابي وهو روايته مالم يدر كه اويحضره كقول عائشة: اول ما بدى به رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة فمذهب الشافعي والجماهير انه يحتج به (۴)

جہاں تک صحابی کی مرسل روایت کا تعلق ہے تو یہ سب کے نزدیک حجت ہے اور یہ اس کی روایت کی وہ صورت ہے کہ اس نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے



اخذہ کی ہو مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ”اول مادی.....“ اس نوعیت کی روایت ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کے مطابق یہ روایت قابل حجت و قابل عمل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تقریب میں مرسل کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کہا:

هذا كله في غير مرسل لصحابي ، امام مرسله فمحكوم بصحته على المذهب الصحيح (۱)  
مرسل کے بارے میں جو اختلاف ہے اس سے مراد وہ مرسل ہے جو صحابی کی نہ ہو۔ جہاں تک صحابی کی مرسل روایت کا تعلق ہے تو صحیح مذہب کے مطابق اس کی حیثیت صحیح کی ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كا خبره عن شيء فعله رسول الله ﷺ اور نحوه مما يعلم انه لم يحضر لصغرسنه او تاخر اسلامه ..... الذي قطع به الجمهور من اصحابنا وغيرهم (۲)

جیسے صحابی کی وہ روایت جس میں اس نے حضور ﷺ کے کسی فعل وغیرہ کو نقل کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ کم سنی یا حلقہ اسلام میں دیر سے آنے کی بناء پر اس نے براہ راست حضور ﷺ سے وہ روایت نہ سنی ہو تو صحیح قول کے مطابق وہ حجت ہے۔ یہی وہ رائے ہے جسے ہمارے اصحاب وغیرہم نے اختیار کیا ہے۔

حافظ عراقی الفیہ میں کہتے ہیں:

اما الذي ارسله الصحابي ، فحكمه الوصل على الصواب (۳)  
یعنی وہ روایت جس میں صحابی نے ارسال کیا ہو اس کا حکم موصول روایت کا ہے یہی بات صحیح ہے۔  
حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما الخبر (الذي ارسله الصحابي) الصغير عن النبي ﷺ كما بن عباس وابن الزبير ونحوهما ممن لم يحفظ عن النبي ﷺ الا ليمير، وكذا الصحابي الكبير فيما ثبت عنه انه لم يسمعه الا بواسطة (فحكمه الوصل) المقتض لا احتجاج به، لان غالب رواية الصغار منهم عن الصحابة وروايتهم عن غيرهم (۴) كما قال النووي في شرح المذهب زيادة فاذا رووها بينوها وحيث اطلقوا فالظاهر انهم عنوا الصحابة (۵)

مرسل وہ خبر ہے جس کا ارسال صحابی کرے یعنی صحابی صغیر نبی ﷺ سے روایت کرے جیسے ابن عباس، ابن الزبیر وغیرہ جن کے پاس نبی ﷺ سے بہت کم محفوظ تھا۔ اسی طرح صحابی کبیر جس کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ اس نے حضور ﷺ سے بلا واسطہ کچھ نہیں سنا تو اس کی حیثیت متصل کی ہوگی جو قابل حجت ہے اس لئے کہ صغار صحابہ کی روایت کی اکثریت صحابہ سے ہے۔ جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو غیر صحابہ سے مروی ہیں تو ان کی حیثیت جیسا کہ امام نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے، زائد بیان کی ہے۔ جب وہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو وضاحت کر دیتے ہیں کہ

۳۔ فتح المغیث، ۱/۱۵۵

۲۔ تدریب الراوی، ۱/۱۷۱

۱۔ تقریب، ۷

۵۔ ایضاً، ۱/۱۷۹

۲۔ ایضاً، ۱/۱۷۸

غیر صحابہ سے ہے لیکن مطلق روایت کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ سے روایت کی گئی ہے۔

حافظ ابن اصلاح مرسل صحابی کو انواع مرسل ہی میں شمار نہیں کرتے بلکہ وہ اسے الموصول المسند کی حیثیت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ثم انا لانعد فی انواع المرسل ونحوه ما یسمى فی اصول الفقه مرسل الصحابی، مثل ما یرویه ابن عباس وغیره من احداث الصحابة عن رسول الله ﷺ ولم یسمعه منه، لان ذلك فی حکم الموصول المسند لان روايتهم عن الصحابة والجهالة بالصحابی غیر قاذحة، لان الصحابة کلهم عدول (۱)

اصول فقہ میں جسے مرسل الصحابی کا نام دیا جاتا ہے اسے ہم مرسل کی انواع میں شمار نہیں کرتے جیسے ابن عباس وغیرہ کی طرح کم سن صحابہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کریں جبکہ ان کا سماع ثابت نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسی روایات موصول مسند کے حکم میں ہیں۔ ان کی روایات صحابہ سے ہیں اور صحابی کی ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن برہان رحمہ اللہ کے حوالے سے امام شافعی کا مسلک نقل کیا ہے:

ان المراسیل لا یجوز الا حتجاج بها الا مراسیل الصحابة ومراسیل سعید بن المسیب وانعقد الا جماع علی العمل به (۲)

مراسیل سے استدلال جائز نہیں البتہ مراسیل صحابہ، مراسیل سعید المسیب اور وہ جن پر عمل کے سلسلے میں اجماع واقع ہوا ہے قابل حجت ہیں۔ جمہور محدثین وفقہاء کا یہ مسلک ہے کہ صحابی کی مرسل متفقہ طور پر قابل حجت ہے، اور مدار استدلال یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لئے اگر کوئی صحابی رسول اکرم ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے تو اس میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہے۔ روایت اور شہادت کا فرق:

مرسل روایت کے ناقابل حجت ہونے پر ایک دلیل یہ دی گئی کہ روایت کی حیثیت شہادت کی ہے اور چونکہ شہادت میں ارسال جائز نہیں اس طرح روایت میں بھی ارسال قابل قبول نہیں۔ یہ ایک منطقی دلیل ہے جسے امام غزالی نے مرتب انداز میں بیان کیا ہے (۳) ابوالحسن بصری نے اس مشابہت کو رد کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ روایت و شہادت میں فرق ہے اور پھر ایک امر کا شہادت میں جائز ہونا اس بات کا متقاضی نہیں ہے کہ روایت میں بھی قابل قبول ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

فان قيل: فيلزمكم ان لا تحكموا بالخبر المرسل، وان (كان) غالب على ظنكم من اخبر عنه المخبر، كما لم تحكموا بشهادة شهود في الضرع، وان غلب على ظنكم عدالة شهود الاصيل - والعلة الجامعة بينهما ان كل واحد من الشهود والمخبرين مسندون الى غيرهم ما يلزمون به حكما للغير فلم يلزم الحكم لا بدكر من يمسندون اليه - قيل لمسنا نعلم ان العلة ما ذكرتم، وليس يجوز ان يتوصل الى العلم بعلة غير معلومة، ولا يمتنع ان يكون قدا تبر في الشهادة ضرب من الاحتياط، فلم يقنع (بسمع) فيها الا بدكر شهود الاصل، كما اعتبر فيها الحرية والعدد (۴)

۱۔ ابن الصلاح، ۵۶، ۲/۵۳۷

۲۔ کتاب المعتمد، ۲/۲۳۶

۳۔ المصطفیٰ، ۱/۱۶۹



اگر کہا جائے کہ مذکورہ اصول کے تحت تمہیں مرسل روایت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، اگرچہ تمہیں خبر دینے والے کی عدالت کے بارے میں ظن غالب حاصل ہو۔ جس طرح اصل گواہوں کی عدالت کے بارے میں ظن غالب کے باوجود تم فرع کے گواہوں کی شہادت پر فیصلہ نہیں کرتے اسی طرح اصل راوی کی عدالت کے بارے میں ظن غالب کے باوجود فرع کے راوی کی روایت سے تمہیں استدلال نہیں کرنا چاہئے اگرچہ مخدوف راوی کے بارے میں تمہارا غالب گمان یہ ہو کہ وہ عادل ہے۔ یہاں شہود اور رواۃ میں جو مشترک علت ہے وہ یہ ہے کہ دونوں اپنی بات دوسرے کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے حکم لازم آتا ہے اس لئے اس وقت تک فیصلہ لازم نہیں ہوتا جب تک ان کا ذکر نہ ہو جن کی طرف یہ حضرات اپنی بات منسوب کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ جس علت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں اور جب علت معلوم نہ ہو تو معاملے کا ادراک کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ شہادت میں خاص قسم کی احتیاط کا اعتبار ہو جو خبر میں ضروری نہ ہو۔ اس لئے کہ شہادت میں اصل گواہوں کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ شہادت میں حریت اور تعداد کا اعتبار کیا جانا ہے جبکہ خبر میں ایسا ضروری نہیں۔

علامہ آمدی رحمہ اللہ نے بھی اس دلیل کا جائزہ لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

واما ارسال الشهادة فلا يلزم من عدم قبولها عدم قبول ارسال الرواية، لان الشهادة قد اعتبر فيها من الا احتياط مالم يعتبر في الرواية (۱)

شہادت میں ارسال قبول نہ کرنے کی وجہ سے روایت میں ارسال کا قابل قبول نہ ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے شہادت میں جس احتیاط کا اعتبار کیا جاتا ہے، روایت میں اس قسم کی احتیاط مد نظر نہیں رکھی جاتی۔

ابو الحسنین بصری رحمہ اللہ نے روایت اور شہادت کے فرق پر مفصل بحث کی ہے جو محقق کے لئے مزید تشفی کا باعث ہو سکتی ہے۔ (۲) خطیب رحمہ اللہ (۳) نے بھی خبر اور شہادت کے فرق پر گفتگو کی ہے۔ استدلال کے اسلوب اور الفاظ کے استعمال میں گہری مماثلت ہے۔ دونوں معاصر ہیں لیکن دونوں کے کلامی رجحانات میں بڑا فرق ہے۔

تواتر کا اعتراض:

جن لوگوں کے ہاں مرسل روایت حجت نہیں انہوں نے تواتر کی اصطلاح سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مروی عنہم کا ذکر کئے بغیر یہ کہے کہ مجھے یہ روایت بے شمار رواۃ سے ملی ہے تو اسے متواتر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح ہم راوی کی اس بات پر فیصلہ نہیں کر سکتے اسی طرح اس کے ارسال کو بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ آمدی رحمہ اللہ نے یہ استدلال اور اس کا رد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ان الخبر خبران: تواتر و آحاد، ولو قال الراوی: "اخبرني من لا احصيهم عدتا" لا يقبل قوله في التواتر، فكذلك في الآحاد (۴) خبر کی دو قسمیں ہیں: ایک متواتر اور دوسری خبر واحد، اگر ایک راوی کہے کہ میں نے یہ روایت بی شمار راویوں سے اخذ کی ہے تو اس کا یہ قول تواتر میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب اس کا قول تواتر میں قابل قبول نہیں تو خبر واحد میں بھی قابل قبول نہیں۔

اس کے جواب میں علامہ آدمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فانما لم یصر الخبر بقول الواحد متواترا لان المتواتر يشترط فيه استواء طرفيه ووسطه، والواحد ليس كذلك، فلا يحصل بخبره التواتر (۱)

ایک راوی کے قول سے خبر واحد متواتر نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ متواتر کے لئے شروع سے لے کر آخر تک ہر طبقہ میں رواۃ کی کثرت لازمی ہے۔ ایک راوی کے کہنے سے ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے اس کے کہنے سے تواتر حاصل نہیں ہوتا۔

اس استدلال میں مغالطہ ہے کیونکہ ایک آدمی کے بیشتر رواۃ کے حوالے سے روایت کی بات کرنا غیر اہم ہے کیونکہ متواتر میں شروع سے لے کر آخر تک ہر طبقہ میں رواۃ کی کثرت لازمی ہے۔ ایک راوی کے اعتماد اور عدم اعتماد کی بات ہی نہیں لہذا اس پر ارسال کو قیاس کرنا نادرست اور ناقابل قبول ہے۔

ان دلائل کی بنیاد پر مراسیل صحابہ کو قابل حجت قرار دیا گیا ہے۔

مرسل کی مشروط حجیت:

آغاز میں بیان ہو چکا ہے کہ مرسل ناقابل حجت ہے، قابل حجت ہے اور بشرائط قابل حجت ہے۔ پہلے دو کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے ذیل میں اس رائے کی تفصیلات ذکر کی جائیں گی جن کا تعلق مشروط حجیت کے ساتھ ہے۔

آئمہ حدیث و فقہ کی ایک بڑی تعداد اس بات کی قائل ہے کہ مرسل کو چند شرائط کے ساتھ قبول کیا جانا چاہئے۔ امام ابو داؤد لکھتے ہیں:

المراسیل: فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفیان الثوری ومالك بن انس والاوزاعي حقی جاء الشافعی فتکم فیہا، وتابعه علی ذلك احمد بن حنبل وغيره وهذا احدى الروایتین عن احمد فاذا لم "یکن مسند غیر مراسیل، ولم یوجد المسند، فالمرسل یحتج به، ولیس هو مثل المتصل فی القوة (۲)

جہاں تک مرسل روایات کا تعلق ہے تو متقدمین علماء ان سے استدلال کرتے تھے جیسے سفیان الثوری، امام مالک اور امام اوزاعی، لیکن امام شافعی آئے تو انہوں نے مراسیل کی حجت پر بحث کی اور امام احمد وغیرہ نے ان کی پیروی کی۔ اور یہ رائے امام احمد سے مروی دو روایتوں میں سے ایک ہے۔ جب کسی باب میں مسند روایت نہ ملے اور مرسل موجود ہو تو ایسی صورت میں مرسل قابل استدلال ہے لیکن قوت کے لحاظ سے مرسل مسند سے کم درجہ کی حامل ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے علماء مرسل کو حجت کہتے تھے۔ امام شافعی نے اس مسئلے پر بحث کی اور اس کی قبولیت کو مشروط کیا۔ مراسیل صحابہ کی بات کی، کبار تابعین اور صغار تابعین کا فرق واضح کیا اور ابن المسیب کی مراسیل کو قبول کرتے ہوئے مراسیل کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ مغلطی کے حوالے سے ابن جریر الطبری کا قول نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی سے پہلے کے علماء کا اس بات پر اجماع تھا کہ مرسل قابل حجت ہے:

ان التابعین اجمعوا باسراهم علی قبول المرسل ولم یات عنهم انکاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الی راس المائتین (۱) قال ابن عبد البر: یشیر ابو جعفر بذلك الی الشافعی رحمہ اللہ (۲)

مرسل کے قابل عمل ہونے پر تابعین کا اجماع تھا۔ اس سلسلے میں ان کا انکار ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح پہلی دو صدیوں کے آئمہ کرام کا بھی اس کے قابل استدلال ہونے پر اتفاق تھا۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر طبرنی رحمہ اللہ کا اشارہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شافعی رحمہ اللہ پہلے شخص نہیں جنہوں نے مرسل کے قابل حجت ہونے میں تحفظات کا اظہار کیا ہے ان سے پہلے ایسے علماء کا ذکر ملتا ہے جو احتیاط کا رویہ اپنائے ہوئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

ثم ان ما اشعر به كلام ابی داود فی كون الشافعی اول من ترك الاحتجاج به ليس علی ظاهره، بل هو قول ابن مہدی ویحیی القطان وغیر واحد ممن قبل الشافعی، ویمكن ان اختصاص الشافعی لمزید التحقيق فیہ (۳) امام ابو داؤد کی گفتگو سے محسوس ہوتا ہے کہ امام شافعی نے سب سے پہلے مرسل کو ناقابل حجت قرار دیا۔ اس بات کو ظاہر پر محمول نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ آپ سے پہلے ابن مہدی اور یحیی القطان وغیرہ بھی مرسل کو ناقابل حجت مانتے تھے۔ ممکن ہے امام شافعی کا خصوصی ذکر اس لئے کیا ہو کہ انہوں نے اس بارے میں مزید تحقیق کی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسل کے بارے میں جو تحقیقی رویہ اختیار کیا اس کا اندازہ ان بیانات سے ہو سکتا ہے جو ان کی طرف منسوب ہیں، وہ الرسائل میں لکھتے ہیں:

ان كان المرسل من مراسيل الصحابة او مرسل قد اسنده غیر مرسله او ارسله راو آخری روی عن غیر شیوخ الاول او عضده قول صحابی او قول اکثر اهل العلم، او ان يكون المرسل قد عرف من حاله انه لا يرسل عمن فیہ علة من جهالة او غیرها کم مراسيل ابن المسيب فهو مقبول والا فلا (۴)

اگر مرسل روایت مراسیل صحابہ میں سے ہو، اسے کسی دوسرے راوی نے مسند بیان کیا ہو، کسی دوسرے راوی نے اس کا ارسال دیگر شیوخ سے کیا ہو، اسے کسی صحابی یا دیگر اہل علم کے قول سے تقویت حاصل ہوئی ہو، یا ارسال کرنے والے کے حالات سے واضح ہو کہ وہ کسی ایسے شخص سے ارسال نہیں کرتا جس میں جہالت وغیرہ کی علت پائی جاتی ہے، جیسے ابن المسيب کی مراسیل، تو وہ قابل قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

ابن ابی حاتم اپنے والد سے بواسطہ یونس بن عبد الاعلی (۵) امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں جس سے ان کے نقطہ نظر کا پتہ چلتا ہے:

الاصل قرآن اوسنة، فان لم یکن فقیاس علیہما، واذا اتصل الحدیث عن رسول الله، وصح الاسناد به فهو سنة، ولیمن المنقطع بشئ ما عدا منقطع سعید بن المسيب (۶)

۱۔ التلک ۲/ ۵۶۷

۲۔ التمهید ۱/ ۴: ابن عبد البر نے امام ابن جریر کا قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد تبصرہ کیا ہے۔ ابن عبد البر کے الفاظ ہیں: ان الشافعی اول من ابی من قبول المرسل

۳۔ فتح المغیث ۱/ ۱۶۶ ۴۔ الرسائل ۱/ ۴۶۱-۴۶۲ میں تفصیلی بحث ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۵۔ دیکھئے صفحہ ۲۳۸

۶۔ کتاب الراسیل ۶،

دین کی بنیاد قرآن یا سنت ہے اگر ان دونوں میں سے دلیل نہ ملے تو پھر ان پر مبنی قیاس ہے جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت ہو جائے اور جس کی سند بھی متصل ہو تو وہ سنت ہے۔ اور سعید ابن المسیب رحمہ اللہ کی منقطع کے علاوہ کسی منقطع کی کوئی حیثیت نہیں۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے:

المنقطع مختلف، فمن شاهد اصحاب رسول الله ﷺ من التابعين فحدث حديثاً منقطعاً عن النبي ﷺ اعتبر عليه بما مر۔ (۱)

منقطع مختلف ہے۔ تابعین میں سے جس نے کسی صحابی کو دیکھا اور پھر رسول اللہ ﷺ سے مرسل حدیث بیان کی تو اس کا اعتبار کئی امور سے متعلق ہوگا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

نقبل مراسیل كبار التابعين اذا انضم اليها ما يؤكدها فان لم ينضم لم نقبلها سواء كان مرسل ابن المسيب او غيره (۲)  
ہم کبار تابعین کی مراسیل اس وقت قبول کرتے ہیں جب ان کی تائید کے لئے روایات موجود ہوں اگر تائیدی روایات نہ ہوں، تو ہم قبول نہیں کرتے۔ اس معاملے میں ابن المسیب اور دوسروں کی مراسیل کی حیثیت ایک جیسی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسل کو قبول کرنے کے لئے جو شرائط عائد کی ہیں انہیں علامہ تفتازانی اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ومرسل القرن الثاني لا يقبل عند الشافعي الا باحد الامور الخمسة: ان يمسنده غيره او يرسله آخر، وعلم ان شيوخها مختلفه او ان يعضده قول صحابي او ان يعضده قول اكثر اهل العلم. وان يعلم من حاله انه لا يرسل الا بروايته عن عدل (۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قرن ثانی کی مرسل روایات قابل قبول نہیں۔ لیکن اگر اس میں ان پانچ شرائط میں سے کوئی شرط پائی جائے تو پھر قابل قبول ہے۔

☆ اسے کسی اور راوی نے مسند بیان کیا ہو۔

☆ کسی دوسرے راوی نے اسے بطور مرسل روایت کیا ہو لیکن اس کے شیوخ مختلف ہوں۔

☆ اس کی تائید قول صحابی سے ہو۔

☆ اہل علم کی اکثریت نے اس کی تائید کی ہو۔

☆ راوی کے حالات سے واضح ہو کہ وہ صرف ثقہ اور عادل راویوں سے ارسال کرتا ہے۔

☆ عبدالعزیز بخاری بھی امام شافعی کی بات کو اپنے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

قال الشافعي لا يقبل الا اذا اقترن به ما يتقوى به فحينئذ يقبل۔ وذلك بان يتايد بآية او سنة مشهورة او موافقة او غيرها

۱۔ ایضاً: الرسالة، ۴۶۱: امام شافعی رحمہ اللہ نے وہ امور بیان کئے ہیں جن پر اس اعتبار کا دار و مدار ہے

۲۔ قواعد التحدیث، ۴۰

۳۔ التاویخ، ۲/۲۲۸

قیاس او قول صحابی او تلقنتہ الامۃ بالقبول او عرف من حال المرسل انه لا یروی عنہ فیہ علة من جهالة او غیرہا او اشتراك فی ارسالہ عدلان ثقتان بشرط ان یکون شیوہما مختلفۃ او ثبت اتصالہ بوجہ آخر، بان اسندہ غیر مرسلہ او اسندہ مرسلہ مرۃ اخری (۱)

امام شافعی کہتے ہیں کہ مرسل روایت قابل قبول نہیں الا یہ کہ کوئی ایسا قرینہ ہو جس سے اس کی تقویت ہو ایسی صورت ہو تو اسے قبول کیا جائے گا۔ تقویت دینے والے اسباب جیسے اس کی تائید قرآنی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی مشہور سنت سے ہو یا یہ ان کے مطابق ہو، اس کی تائید قیاس سے ہو یا صحابی کے قول سے اس کی تائید ہو یا امت نے اسے قبولیت عامہ بخشی ہو۔ یا ارسال کرنے کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ایسے شخص سے روایت نہیں کرتا جس میں جہالت وغیرہ ایسی کوئی علت موجود ہے یا اس کے ارسال میں دو ثقہ راوی جمع ہوں اور ان دونوں کے شیوخ مختلف ہوں۔ یا دوسری سند کے ذریعے اس کا اتصال ثابت ہو۔ وہ یوں کہ ارسال کرنے والے کے علاوہ کسی اور راوی نے اسے متصل سند سے روایت کیا ہو۔ یا ارسال کرنے والے نے دوسری مرتبہ اسے متصل سند کے ساتھ بیان کیا ہو۔

مشروط حجیت کی رائے کو امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انہوں نے ہی اسے واضح صورت میں پیش کیا ہے۔ عام طور پر امام شافعی کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مرسل کو ناقابل عمل گردانتے ہیں جیسا کہ خطیب کے اس بیان سے واضح ہے:

وقال محمد بن ادريس الشافعي وغيره من اهل العلم لا يجب العمل به وعلى ذلك اكثر الائمة من حفاظ الحديث ونقاد الاثر (۲)

امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ مرسل واجب العمل نہیں۔ حفاظ حدیث اور نقاد روایت میں سے اکثر آئمہ کی یہی رائے ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کے نزدیک قابل رد ہے۔ (۳) امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

المرسل لا يحتج به عندنا وعند جمهور المحدثين وجماعة من الفقهاء و جماهير اصحاب الاصول والنظر (۴) ہمارے نزدیک مرسل قابل حجت نہیں۔ اسی طرح جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت اور جمہور اصحاب اصول کے نزدیک بھی حجت نہیں۔ لیکن علوم الحدیث کے اکثر مؤلفین نے لکھا ہے کہ وہ مرسل کو بشرائط قابل عمل مانتے ہیں۔ ان کی اپنی رائے اور اس کی وضاحت کا ذکر ہو چکا ہے، علوم الحدیث کے مؤلفین میں سے بعض کی رائے سے بات مزید واضح ہو جائے گی۔ حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ثم اعلم ان حكم المرسل حكم الحديث الضعيف، الا ان يضح مخرجه بمجيئه من وجه آخر، كما سبق بيانه في نوع الحسن، ولهذا احتج الشافعي عنه بمراسلات سعيد بن المسيب فانها وجدت مسانيد من وجوه آخر، ولا يختص ذلك كما عنده بارسال ابن المسيب كما سبق (۵)

پھر جاننا چاہیے کہ مرسل روایت کا حکم وہی ہے جو ضعیف کا ہے ہاں اگر اس کی تخریج دوسری سند سے ثابت ہو جائے جیسا کہ حسن کی اقسام میں بیان

۱۔ کشف الاسرار، ۳/۸۲۲

۲۔ الکفایہ، ۳۸۴

۳۔ ابن الصلاح، ۵۳، ۵۴

۴۔ شرح المہذب، ۱/۱۰۳: فتح المغیث، ۱/۱۶۵-۱۶۶

ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے سعید بن المسیب کی مراسیل کو قابل حجت قرار دیا ہے کیونکہ سعید کی مراسیل دوسری مسندوں کے لحاظ سے مسند روایات بنتی ہیں امام شافعی کے نزدیک سعید کی مراسیل سعید کی روایات ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں بلکہ ان کی قبولیت مسند روایات سے تائید کی وجہ سے ہے:

حافظ سخاوی نے شرح الوسیط کے حوالے سے امام نووی کا قول نقل کیا ہے جس میں امام شافعی کی اس رائے کو نقل کیا ہے جسے ہم مشروط حجت کہتے ہیں: **واما الحدیث المرسل فلیس بحجة عندنا الا ان الشافعی کان یری الاحتجاج بمرسل الکبار من التابعین بشرط ان يعتضد باحد امور اربعة و ذکرها (۱)**

جہاں تک مرسل حدیث کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے الا یہ کہ امام شافعی کبار تابعین کی مرسل کو قابل حجت سمجھتے تھے بشرطیکہ بیان کردہ چار شرائط میں سے کوئی ایک اس کی تائید کرتی ہو۔

امام شافعی نے الرسالہ میں ان شرائط پر مفصل بحث کی ہے (۲) ان شرائط کا اجمالی ذکر گزر چکا ہے۔ انہوں نے کبار تابعین کی شرط بھی لگائی ہے اور وہ اس سے نیچے کی مراسیل کے بارے میں تحفظات کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ومن نظر فی العلم بخبرة وقلة غفلة استوحش من مرسل کل من دون کبار التابعین بدلائل ظاهرة فیها۔ قال: فلم فرقت بین التابعین المتقدمین الذین شاهدوا اصحاب رسول الله ﷺ وبين من شاهد بعضهم دون بعض؟ فقلت: لبعد احالة من لم يشاهد اكثرهم قال: فلم لا تقبل المرسل منهم ومن کل فقیه دونهم؟ قلت: لما وصفت (۳) جو شخص علمی بصیرت اور قلت غفلت کے ساتھ غور کرے گا وہ کبار تابعین کے بعد والے رواۃ کی مرسل کو قبول کرتے ہوئے وحشت محسوس کرے گا کہ اس کے دلائل واضح ہیں۔ سوال کرنے والے نے کہا: آپ نے کبار تابعین جنہیں صحابہ کی صحبت حاصل رہی اور صفارتا تابعین جنہوں نے بعض صحابہ کو دیکھا کہ حیثیت میں کیوں امتیاز برتا؟ میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اکثر صحابہ کو نہیں دیکھا لہذا ان سے روایت کا امکان بعید ہے اس نے کہا: آپ ان جیسے حضرات اور دیگر فقہاء جو ان سے کم درجہ کے ہوں، ان کی روایات کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ میں اس کی وجہ بیان کر چکا ہوں۔

امام شافعی نے کڑی شرائط کی وجہ سے ثقہ کے ارسال کو بھی قبول نہیں کیا جیسا کہ الرسالہ میں منقول ہے:

قال: وهل تجد حدیثا تبلغ به رسول الله ﷺ مرسلا عن ثقة لم یقل احد من اهل الفقه به؟ قلت: نعم، اخبرنا سفیان عن محمد بن المنکر: ان رجلا جاء الى النبی ﷺ فقال: یا رسول الله ﷺ ان لی مالا وعیالاً، وان لا بی مالا وعیالاً، وانه یرید ان یاخذ مالی فیطعمه عیاله فقال رسول الله ﷺ: انت ومالك لا یمیک (۴) فقال: اما نحن فلا ناخذ بهذا ولكن من اصحابك من یاخذ به؟ فقلت: لا لان من اخذ بهذا جعل للاب الموسر ان یاخذ مال ابنه (۵)

اس نے کہا: کیا آپ کو کسی ثقہ راوی کی کوئی مرسل حدیث معلوم ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہو اور اہل فقہ میں سے کسی نے اسے

۱۔ فتح المغیث، ۱/۱۶۹

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، الرسالہ، ۳۶۱-۳۷۱

۳۔ الرسالہ، ۳۶۷

۴۔ الرسالہ، ۳۶۵-۳۶۶

۵۔ ابن ماجہ، کتاب التجارات، ۲/۶۹، کتاب البیوع، ۳/۸۰۱

قبول نہ کیا ہو؟ میں نے کہا ہاں! ہمیں سفیان نے محمد بن المنکدر کے واسطے سے بتایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس مال و عیال ہیں اور میرے والد کے پاس بھی لیکن وہ چاہتے ہیں کہ میرا مال بھی حاصل کریں اور اپنے عیال کی پرورش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کی چیزیں ہیں: اس نے کہا کہ ہم اس حدیث کو اختیار نہیں کرتے لیکن آپ کے اصحاب اس پر عامل ہیں؟ میں نے کہا: نہیں اس لئے کہ جس نے اسے بنیاد بنایا اس نے مالدار باپ کو اجازت دی کہ وہ بیٹے کا مال لے سکتا ہے۔ امام شافعی کی پوری بحث کا خلاصہ مشروط حجیت ہے انہوں نے جو شرائط بیان کی ہیں اگر وہ پوری ہوں تو مرسل قابل حجیت ہے ورنہ نہیں۔ (۱)

حدیث مذکورہ کی سند پر اعتراضات اور رفع کی صورتیں:

اس حدیث مبارکہ کے تین طرق ہیں:

۱۔ ابوروق عن ابراہیم التیمی عن عائشة رضی اللہ عنہا:

۲۔ عن ابی روق الہمدانی عن ابراہیم بن یزید عن حفصۃ رضی اللہ عنہا:

۳۔ عن حبیب بن ابی ثابت عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا:

۱۔ سند نمبر ۱ اور ۲ پر اعتراض: اس سند پر اعتراض یہ ہے کہ ابراہیم تیمی کا سماع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے، امام ابو داؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے؟

حدیث مذکور کی سند متصل: امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کی ایک اور سند ذکر کی ہے، وہ درج ذیل ہے:

معاویۃ بن ہشام، عن الثوری، عن ابی روق، عن ابراہیم التیمی، عن ابیہ، عن عائشۃ۔ (۲)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ اس سند سے متصل ہے، البتہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے، حضرت عثمان بن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ ذیل ہیں:

ان النبی ﷺ کان یقبل وهو صائم

البتہ حضرت عثمان بن ابی شیبہ کے علاوہ تمام راویوں کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ان النبی ﷺ کان یقبل ولا یتوضأ (۳)

نوٹ: سند میں حضرت معاویہ بن ہشام ایسے راوی ہیں، جن سے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے۔ (۴)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کی مذکورہ سند میں حضرت تیمی رحمہ اللہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ”عن ابیہ“ کا اضافہ ہے، اس طرح اس حدیث مبارکہ سے ارسال کا حکم رفع ہو جاتا ہے اور یہ حدیث مبارکہ متصل ہے، اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں بھی اگر ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کے بعد ”عن ابیہ“ کا حذف تسلیم کر لیا جائے، تو یہاں پر بھی سند متصل ہو جائے گی، اور اس سند سے بھی ارسال کا حکم اٹھ جائے گا۔



۲۔ سند نمبر ۳ پر اعتراض:

اور دیگر دو اعتراض ہیں:

۱۔ سند میں مذکور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں، بلکہ عروہ مذنی ہیں، اور یہ مجہول راوی ہیں، اس لئے سند ضعیف ہے، یہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

۲۔ اگر مراد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہوں، تو ان سے حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ کا سماع ثابت نہیں ہے۔ یہ قول امام بخاری کا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔

۱۔ سند میں مذکور راوی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں: سند میں مذکور راوی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، نہ کہ عروہ مذنی رضی اللہ عنہ، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی درج ذیل سند بیان کی ہے:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ، وعلی بن محمد، قالوا: ثنا وکیع، ثنا الاعمش، عن حبیب بن ابی ثابت، عن عروہ بن الزبیر، عن عائشۃ: (۱)

۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام نے اسی مفہوم کی حدیث مبارکہ درج ذیل سند سے بیان کی ہے:

عبدالرزاق، عن ابراہیم بن محمد، عن معبد بن بنانہ، عن محمد بن عمرو، عن عروہ بن الزبیر، عن عائشۃ (۲)

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ درج ذیل سند سے روایت کی ہے۔

حدثنا عبد اللہ، حدثنی ابی، حدثنا وکیع، حدثنا الاعمش، عن حبیب بن ابی ثابت، عن عروہ بن الزبیر، عن عائشۃ: (۳)

۴۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو تین درج ذیل سندوں سے ذکر کیا ہے:

حدثنا ابو بکر النیشابودی، نا حاجب بن سلیمان، نا وکیع، عن هشام بن عروہ، عن ایبہ، عن عائشۃ۔ (۴)

۵۔ حدثنا الحسن بن اسماعیل، نا علی بن عبدالعزیز الوراق، نا عاصم بن علی، نا ابو اویس، حدثنی هشام بن عروہ، عن ایبہ، عن عائشۃ۔ (۵)

۶۔ حدثنا ابو بکر النیشابودی، ثنا العباس بن الولید بن مزید، اخبرنی محمد بن شعیب، نا شیبان بن عبدالرحمن، عن الحسن بن دینار، عن هشام بن عروہ، عن ایبہ، عروہ ابن الزبیر۔ عن عائشۃ۔

نقد و تعدیل: ان تمام سندوں میں یہ صراحت موجود ہے، کہ اس روایت کے راوی حضرت عروہ بن زبیر ہیں، اور اس سند میں عروہ مذنی مراد نہیں ہیں۔

۷۔ اس روایت کی اکثر سندوں میں مطلقاً عن عروہ ہے۔ جب کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔



بن حنبل رحمہ اللہ نے عن عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ کی صراحت کی ہے، حتیٰ کہ امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کی ایک سند (۱) میں مطلقاً عن عروہ ہی روایت کیا ہے۔ اور دوسری سند (۲) میں عروۃ المزنی کی صراحت کی۔ محدثین کا عرف اور اسلوب یہ ہے کہ جب وہ مطلقاً عن عروہ کا ذکر کریں، تو اس سے حضرت عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ ہی مراد ہوتے ہیں۔

۸۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ، ابن ماجہ رحمہ اللہ اور دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فقلت لها: من هي الانت، فضحكت (۳)

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: (جس زوجہ کا آپ ﷺ نے بوسہ لیا) وہ تو آپ رضی اللہ عنہا خود ہی ہوں گی؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔

یہ ایسے کلمات ہیں، جو حضرت عروہ بن زبیر ہی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خالہ ہیں، حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا آپ کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔ کسی اجنبی شخص سے ایسے بے تکلفانہ کلمات کی توقع نہیں کی جاسکتی، وہ بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، اور حضرت عروہ مذنی ظاہر ہے، اجنبی ہیں۔ ان کلمات کا قرینہ بھی اس پر دال ہے کہ اس سند میں مذکور راوی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہی ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی سند کا ضعف: امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے جس سند میں عروہ المزنی راوی کا ذکر کیا ہے، وہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۔ اس سند میں ایک راوی عبدالرحمن بن مغراء دوسی ہیں، ان کو امام یحییٰ بن معین، امام ابو جعفر، علی بن عبد اللہ، ابن عدی، علی بن مدینی، امام حاکم ابواحمد نے ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان یروی عن الاعمش ستمائة حدیث ترکھا۔ (۴)

یعنی عبدالرحمن بن مغراء نے امام اعمش سے چھ سو احادیث مبارکہ روایت کی ہیں، میں نے ان تمام کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں: عبدالرحمن بن مغراء نے جو احادیث امام اعمش سے روایت کی ہیں، ثقہ راوی ان کی متابعت نہیں کرتے۔ (۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان کی جو روایات امام اعمش رحمہ اللہ سے ہیں، وہ متکلم فیہ ہیں۔ (۶)

وضاحت:

مذکورہ حدیث مبارکہ حضرت عبدالرحمن بن مغراء رحمہ اللہ نے امام اعمش رحمہ اللہ سے ہی روایت کی ہے، اس لئے باتفاق آئمہ رجال یہ متروک ہے۔

۱۰۔ حدثنا الاعمش، قال حدثنا اصحاب لنا:

امام اعمش کے الفاظ حدثنا اصحاب لنا مجہول شخصیات پر دال ہیں، جن کی صراحت یہاں پر نہ ہے، جو ضعف کی علامت ہے۔

خلاصہ کلام: مذکورہ بالا دس وجوہ سے یہ ثابت ہوا کہ اس روایت کی سند میں عن عروہ سے مراد حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہیں۔

۲۔ حضرت حبیب رحمہ اللہ کا حضرت عروہ رحمہ اللہ سے سماع کی بحث:

باب مذکور کی حدیث مبارکہ کی سند پر امام یحییٰ بن سعید قطان، امام سفیان ثوری اور امام بخاری نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان

۱۔ رقم: ۱۷۹

۲۔ رقم: ۱۸۰

۳۔ ابوداؤد: ۱۷۹

۶۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۶۳

۵۔ ایضاً

۴۔ تہذیب الکمال، ج ۶، ص ۲۷۶

کی ہے، کہ حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ (۱)، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (۲)، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (۳) اور دیگر محدثین نے مذکورہ آئمہ کرام کے اعتراضی اقوال کو نقل کیا ہے۔

اب ان آئمہ کرام کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔ پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، پھر امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور آخر میں امام یحییٰ بن سعید قطان کے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اتصال سند کے لئے شرط:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے عدم سماع کا حکم لگایا ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ اتصال سند کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کڑی شرائط ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتصال سند کے لئے ثبوت لقاء ضروری ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: (۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتصال سند کے لئے جو کڑی شرائط ہیں، وہ پانچویں وجہ امتیاز ہے، اس لئے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اتصال سند کے لئے جو شرط بیان کی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کی ہے، وہ یہ ہے کہ معنعن راوی کی سند اتصال کے حکم کے لئے معنعن اور معنعن عنہ کی معاشرت کا ہونا کافی ہے، اگرچہ دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو، البتہ اگر ایسا راوی مدلس ہے، تو پھر ثبوت لقاء ضروری ہے۔ جب کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں ملاقات کا ثابت ہونا ضروری ہے، اگرچہ ایک دفعہ ہی ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مذہب کو اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے، اور صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اسی معیار پر ترتیب دیا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے راوی جو معنعن سے روایت کرنے والا ہو، اس کے سماع کی وضاحت کرتے ہیں۔ عنقریب اپنے مقامات پر ان امور کی وضاحت آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح کی واضح دلیل ہے کہ حکم اتصال میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط بہ نسبت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے سخت ہے، واللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ اعلم بالصواب۔

خلاصہ: چونکہ امام بخاری کے نزدیک سند کے متصل ہونے کے لئے ثبوت لقاء ضروری ہے، اس لئے امام نے حضرت حبیب بن ابی ثابت کا حضرت عروہ بن زبیر سے عدم سماع کا حکم لگایا ہے، اور یہ ان کے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہے۔

۲۔ امام مسلم کی اتصال سند کے لئے شرط:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تصریح سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ امام مسلم کے نزدیک اتصال سند اوائل خلافت عمر میں ہوئی کے لئے معاشرت کا ہونا کافی ہے، اس صورت میں امکان سماع موجود ہے، اور یہ قیمت حدیث کے لئے کافی ہے۔ حضرت عروہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سال وفات ۹۲ھ (۵) ہے، اور حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۱۱۹ھ (۶) ہے۔ اس طرح راوی اور مروی عنہ کی معاشرت ایک ہے۔

۳۔ مذکورہ سند کا حکم:

اس صورت میں امام مسلم کی شرط کے مطابق حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی معاشرت ایک ہے، اور اس صورت میں امکان سماع موجود ہے، اس لئے یہ سند متصل اور حدیث صحیح کے حکم میں ہے، واللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ اعلم بالصواب۔

۲۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا اعتراض اور اس کا جواب: امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وروی عن الثوری قال: ما حدثنا حبيب الا عن عروة المزني - یعنی - لم یحدّثهم عن عروة بن الزبير بشيء (۱)  
حضرت سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول مروی ہے: حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ صرف حضرت عروہ مزنی رحمہ اللہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ یعنی حضرت حبیب رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ قول چھوجوہ سے ناقابل ترجیح ہے:

۱۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت عروہ مزنی رحمہ اللہ والی جو سند ذکر کی ہے، اس میں حضرت عبدالرحمن بن مغراء رحمہ اللہ متکلم فیہ راوی ہیں، اور یہ سند ضعیف ہے۔

۲۔ مذکورہ سند میں حدثنا الا غمش اخبرنا اصحاب لنا، کے الفاظ ہیں، اور اس میں ”اصحاب لنا“ مجہول ہیں، اس سند میں یہ دوسرا ضعیف ہے۔

۳۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول بغیر سند کے ذکر کیا ہے، بغیر سند کے قول کرنا بذات خود ضعیف ہے۔

۴۔ اس باب کے آخر میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

قال ابوداؤد: وقد روى حمزة الزيات عن حبيب، عن عروة بن الزبير، عن عائشة حديثاً صحيحاً (۲)

ایک دوسری حدیث مبارکہ حمزہ الزیات، عن حبيب، عن عروة بن الزبير، عن عائشة، کے طریق سے صحیح حدیث مروی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ حضرت حبیب رحمہ اللہ کا حضرت عروہ رحمہ اللہ سے سماع کے قائل ہیں، اسی لئے تو حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

۵۔ سند میں عروہ سے مراد حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہی ہیں، اس کی مکمل بحث پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے، وہاں ایسی دس وجوہ بیان کی گئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سند میں عروہ سے مراد حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہیں۔

۶۔ امام ابوداؤد نے کتاب الطہارۃ میں ذیل حدیث مبارکہ روایت کی ہے: (۳)

خلاصہ:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول اول تو ثابت نہیں ہے، اگر ثابت بھی ہو تو مذکورہ بالا وجوہ سے ناقابل ترجیح ہے

اس حدیث مبارکہ پر امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اور ضعیف کی دو علتیں بیان کی ہیں:

۱۔ پہلی علت یہ بیان کی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

۲۔ دوسری علت یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت امام زہری رحمہ اللہ کی روایت کے مخالف ہے۔

تبصرہ: اگر امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ کا سماع حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے ثابت نہ ہوتا، تو انہیں تیسری علت عدم سماع بیان کرنی چاہئے تھی لیکن انہوں نے عدم سماع بطور علت بیان نہیں کی۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت

حبیب رحمہ اللہ کا حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے۔

۳۔ حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کا اعتراض اور اس کا جواب: امام ابو داؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے حدیث اسباب اور مستحاضہ والی عورت کے نماز پڑھنے والی حدیث کے بارے میں حضرت سعید بن قطان رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، وہ قول درج ذیل ہے:

قال یحییٰ القطان، حدیث حبیب، عن عروہ، عن عائشة هذا، و حدیث حبیب، عن عروہ، عن عائشة: تصلی وان قطر الدم علی الحصیر لاشیء۔ (نسائی، ص ۵۹)

حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: از حبیب از عروہ از عائشہ کی سند سے مروی یہ حدیث مبارکہ اور ایک دوسری روایت: وہ عورت نماز پڑھتی رہے، اگرچہ خون چٹائی پر گرتا رہے، ان دونوں حدیثوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کے احتمالات:

حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول کے دو احتمال ہیں:

۱۔ حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ کا حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

۲۔ سند میں مذکور راوی حضرت عروہ مزی رحمہ اللہ ہیں۔

۱۔ پہلے احتمال کا جواب: پہلے احتمال کا قرینہ یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حضرت حبیب رحمہ اللہ کا حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اتصال سند کے لئے ثبوت لقاء مفقود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پچھلے صفحات میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق معاصرت پائی گئی ہے، اس لئے اتصال سند کے لئے امکان سماع ہے۔ حضرت سعید بن قطان رحمہ اللہ شرائط حدیث کے اعتبار سے دوسرے طبقہ سے متشدد اور امام بخاری رحمہ اللہ چوتھے طبقہ سے معتدل نقاد ہیں۔ طبقات کی تفصیل حافظ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں۔

فانه اراد بذلك اجماعا خاصا، و ذلك ان كل طبقة من نقاد الرجال لا تخلو من متشدد و متسوط۔

فمن الاولى شعبه و سفيان الثوري و شعبه اشد منه۔

ومن الثانية يحيى القطان و عبد الرحمن بن مهدي و يحيى اشد من عبد الرحمن۔

و من الثالثة يحيى بن معين و احمد بن حنبل و يحيى اشد من احمد۔

ومن الرابعة ابو حاتم و البخاري و ابو حاتم اشد من البخاري۔

فقال النسائي: لا يترك الرجل عندي حتى يجتمع الجميع على تركه، فما اذا وثقه ابن مهدي و ضعفه يحيى القطان مثلاً، فانه لا يترك، لما عرف من تشديد يحيى و من هو مثله

امام نسائی رحمہ اللہ کے ترک اجماع سے خاص اجماع مراد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئمہ نقد و رجال کے ہر طبقہ میں متشدد اور معتدل لوگ ہیں۔ یہ چار طبقات ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت شعبہ رحمہ اللہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت شعبہ رحمہ اللہ متشدد ہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ معتدل ہیں۔

۲۔ دوسرا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ اور حضرت عبد الرحمن بن یحییٰ رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ متشدد ہیں اور حضرت عبد الرحمن بن یحییٰ رحمہ اللہ معتدل ہیں۔

۳۔ تیسرا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ متشدد اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ معتدل ہیں۔

فی النقل۔ (۱)

۴۔ چوتھا طبقہ: اس طبقہ میں حضرت ابو حاتم رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت ابو حاتم رحمہ اللہ متشدد اور امام بخاری رحمہ اللہ معتدل ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کسی راوی کو اسی وقت ترک کرتا ہوں، جب اس کے ترک پر تمام کا اجماع ہو۔ جب کسی راوی کی توثیق ابن مہدی رحمہ اللہ کریں اور حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ اسے ضعیف قرار دیں، تو امام نسائی رحمہ اللہ اسے ترک نہیں کرتے، کیونکہ حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ متشدد ہیں۔

اسی وجہ سے امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ پر مرسل کا حکم لگایا ہے۔

لہذا یہ حدیث مبارکہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

۲۔ دوسرے احتمال کا جواب: شیخ محمد بن علامہ علی بن آدم اشیبوبی لولوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا دو احادیث مبارکہ جو تصنیف کی ہے، اس کی وجہ سے ان دونوں سندوں میں راوی حضرت عروہ مزنی رحمہ اللہ کا ہونا ہے، جب کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے، بلکہ راوی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ ہیں، اس لئے یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، شیخ اشیبوبی کی عبارت حسب ذیل ہے۔

وانما صنع القطان هذين الحديثين لان في سندهما عروہ المزني وهو مجهول وقد عرفت ان الصحيح انه عروہ بن الزبير ، وانما قال عروہ المزني هو عبد الرحمن بن مفراء وهو متكلم فيه (۲)

از حضرت حبیب بن ابی ثابت از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے چار احادیث مبارکہ مروی ہیں:

اس طریق سند سے حدیث اسباب کے علاوہ بھی تین احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اسی طریق سے روایت کیا ہے، اس طرح اس طریق سے چار احادیث مبارکہ مروی ہیں، یہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ حدیث اسباب:

۲۔ ابو داؤد: ۲۹۸

۳۔ ترمذی: ۹۳۶

۴۔ ترمذی: ۳۳۸۰

۱۔ فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی، ج ۱، ص ۶۹۔

۲۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبى، ج ۴، ص ۳۲

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ طرق اور اکتیس اسناد:

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا متعدد طرق اور مختلف اسناد کثیرہ سے مروی ہے، اس کے طرق کی تعداد بارہ اور اسناد کی اکتیس ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ پہلا طریق:

سند نمبر ۱۔ أخبرنا محمد بن المثنی، عن یحیی بن سعید، عن سفیان قال: أخبرني أبو روق، عن إبراهيم التيمي، عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل بعض أزواجه ثم يصلي ولا يتوضأ (۱)

سند نمبر ۲۔ حدثنا محمد بن بشار حدثنا يحيى وعبد الرحمن قالا: حدثنا سفیان عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: قبلها، ولم يتوضأ (۲)

سند نمبر ۳۔ حدثنا الحسين بن إسماعيل حدثنا أبو هشام الرفاعي حدثنا وكيع وحدثنا الحسين بن إسماعيل حدثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي حدثنا عبد الرحمن بن مهدي وحدثنا الحسين بن إسماعيل عن زيد بن أصرم حدثنا أبو عاصم كلهم عن

سفیان الثوري وحدثنا الحسين بن إسماعيل وعمر بن أحمد بن علي القطان قالا: حدثنا محمد بن الوليد البصري حدثنا محمد بن جعفر (غندر) حدثنا سفیان الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله

صلى الله عليه وسلم: يتوضأ، ثم يقبل بعدما توضأ، ثم يصلي ولا يتوضأ، هذا حديث غندر، وقال وكيع: أن النبي صلى الله عليه وسلم: قبل بعض نسائه ثم صلى ولم يتوضأ وقال بن مهدي: أن النبي صلى الله عليه وسلم: قبلها ولم يتوضأ، وقال أبو

عاصم: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يقبل ثم يصلي ولا يتوضأ (۳)

سند نمبر ۴۔ حدثنا أبو بكر النيشابوري حدثنا الجرجاني حدثنا عبد الرزاق عن الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن عائشة (رضي الله عنها) أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل بعد الوضوء ثم لا يعيد الوضوء أو قالت يصلي (۴)

سند نمبر ۵۔ حدثنا جعفر بن أحمد المؤذن حدثنا السري بن يحيى حدثنا قبيصة حدثنا سفیان، بإسناد أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل بعد الوضوء ثم يصلي مثله (۵)

سند نمبر ۶۔ فحدثنا محمد بن مخلد حدثنا محمد بن الجارود القطان حدثنا يحيى بن نصر بن حاجب عن أبي حنيفة عن أبي روق الهمداني عن إبراهيم ابن أبي يزيد عن حفصة زوج النبي صلى الله عليه وسلم (رضي الله عنها) عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنه كان يتوضأ للصلاة ثم يقبل ولا يحدث وضوءاً (۶)

سند نمبر ۷۔ قال الدارقطني: وقد روي هذا الحديث معاوية بن هشام عن الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن أبيه عن عائشة فوصل إسناداً، واختلف عنه في لفظه، فقال عثمان بن أبي شيبة عنه بهذا الإسناد: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبل وهو صائم، وقال عنه غير عثمان: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبل ولا يتوضأ (۷)

وضوءاً إلى حدیث مبارکہ کے دیگر طرق والفاظ حسب ذیل ہیں:

۱۔ عن أبي روق الهمداني عن إبراهيم التيمي عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قبل ثم صلى ولم يتوضأ.

۲۔ دارقطني: ۴۹۴

۳۔ دارقطني: ۴۹۳

۴۔ ابوداؤد: ۱۷۸

۱۔ نسائی: ۱۷۰

۵۔ دارقطني: ۴۹۳

۶۔ دارقطني: ۴۹۶

۵۔ دارقطني: ۴۹۵

۲- عن حبيب ابن أبي ثابت عن عروة بن الزبير عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل بعض نساء ثم خرج إلى الصلاة ولم يتوضأ.. قلت لها من هي إلا أنت؟ فضحكت:

۳- ثنا عمرو بن شعيب عن زينب أنها سألت عائشة رضي الله عنها عن الرجل يقبل امرأته ويلمسها أوجب عليه الوضوء؟ فقالت لربما توضأ النبي صلى الله عليه وسلم فقبلني ثم يمضي فيصلي ولا يتوضأ.

۴- عن عبد الكريم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبل ثم يصلي ولا يتوضأ.

۵- عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها قلت: قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض نساء ثم صلى ولم يتوضأ.

۶- ومن طريق هشام بن عروة أيضا عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها أنها بلغها قول ابن عمر "في القبلة الوضوء" فقالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل وهو صائم ثم لا يتوضأ.

۷- ومن طريقه أيضا، عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس في القبلة وضوء.

۸- ومن طريقه أيضا، عن أبيه... أن رجلا قال: سألت عائشة رضي الله عنها عن الرجل يقبل امرأته بعد الوضوء فقالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل بعض نساء ولا يعيد الوضوء.

۹- عن ابن أخي الزهري (عن الزهري) عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت: لا تعاد الصلاة من القبلة، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل بعض نساء ولا يتوضأ.

۱۰- عن الزهري أيضا عن أبي سلمة عن عائشة رضي الله عنها قالت: لقد كان نبي الله صلى الله عليه وسلم يقبلني إذا خرج إلى الصلاة وما يتوضأ.

۲- دوسرا طریق:

سند نمبر ۸- حدثنا وكيع حدثنا الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن عروة بن الزبير عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل بعض نساء ثم خرج إلى الصلاة لم يتوضأ قال عروة: قلت لها: من هي إلا أنت؟ فضحكت. (۱)

سند نمبر ۹- حدثنا محمد بن موسى بن سهل البربهاري حدثنا محمد بن معاوية بن ماله حدثنا علي بن هشام عن الأعمش / ۳ / وحدثنا الحسين بن إسماعيل حدثنا أبو هشام الرفاعي / ۳ / وحدثنا أبو بكر النيشابوري حدثنا حاجب بن سليمان / ۳ / وحدثنا سعيد بن محمد الحنات حدثنا يوسف بن موسى قالوا: حدثنا وكيع بن الجراح عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن عروة عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل بعض نساء ثم خرج ولم يتوضأ قال عروة: قلت لها: من هي أنت؟ فضحكت.



قال ابن مالک: یقبل بعض أزواجه ثم یصلی ولا یتوضأ قلت من هی إلا أنت؟ فضحکت. (۱)

سند نمبر ۱۰۔ حدثنا أبو بکر النیشابوری حدثنا علی بن حرب و أحمد بن منصور و محمد أشکاب و عباس بن محمد قالوا حدثنا أبو یحیٰ الحمائی حدثنا الأعمش عن حبيب بن أبی ثابت عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ یصبح صائماً، ثم یتوضأ للصلاة فتلقاه المرأة من نسائه فیقبلها ثم یصلی قال عروة: قلت لها: من ترینه غیرک؟ فضحکت. (۲)

سند نمبر ۱۱۔ حدثنا عثمان بن جعفر بن أحمد بن اللبان حدثنا محمد بن الحجاج حدثنا أبو بکر بن عیاش / و حدثنا الحسین بن أحمد بن صالح حدثنا علی بن إسماعیل بن أبی النجم بالرافقة حدثنا إسماعیل بن موسیٰ حدثنا أبو بکر بن عیاش عن الأعمش عن حبيب عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ ثم یقبل ثم یصلی ولا یتوضأ لفظها واحد طریق آخر یخالف ما قبله۔ (۳)

سند نمبر ۱۲۔ حدثنا إبراہیم بن مخلد الطالقانی حدثنا عبد الرحمن بن مغراء حدثنا الأعمش أخبرنا أصحاب لنا عن عروة المزنی عن عائشة رضی اللہ عنہا بهذا الحدیث. (۴)

۳۔ تیسرا طریق:

سند نمبر ۱۳۔ حدثنا أبو بکر النیشابوری حدثنا حاجب بن سلیمان حدثنا وکیع عن هشام بن عروة عن أبیہ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض نسائه ثم صلی ولم یتوضأ ثم ضحکت۔ (۵)

۴۔ چوتھا طریق:

سند نمبر ۱۴۔ حدثنا الحسین بن إسماعیل حدثنا علی بن عبد العزیز الوراق حدثنا عاصم بن علی حدثنا أبو أویس حدثنا هشام بن عروة عن أبیہ عن عائشة رضی اللہ عنہا أنها بلغها قول ابن عمر "فی القبلة الوضوء" فقالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل و هو صائم ثم لا یتوضأ (۶)

۵۔ پانچواں طریق:

سند نمبر ۱۵۔ و ذکرہ ابن أبی داود قال حدثنا ابن المصفیٰ حدثنا بقیة عن عبد الملك بن محمد عن هشام بن عروة عن أبیہ عن عائشة رضی اللہ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس فی القبلة وضوء۔ (۷)

سند نمبر ۱۶۔ أخبرنا بقیة بن الولید، حدثنا عبد الملك بن محمد، عن هشام بن عروة عن أبیہ عن عائشة رضی اللہ عنہا: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلها و هو صائم، وقال: إن القبلة لا تنقض الوضوء ولا تفطر الصائم وقال یا حمیراء إن فی دیننا لسعة قال أبو إسحاق أخشى أن یشاء غلطاً۔ (۸)

۶۔ چھٹا طریق:

سند نمبر ۱۷۔ حدثنا أبو بکر النیشابوری حدثنا العباس بن الولید ابن مزید أخبرنی محمد بن شعیب حدثنا شیبان بن عبد الرحمن

۱۔ دار قطنی: ۳۸۸ ۲۔ دار قطنی: ۳۸۹ ۳۔ دار قطنی: ۳۹۰ ۴۔ ابوداؤد: ۱۸۰ ۵۔ دار قطنی: ۳۸۲

۶۔ دار قطنی: ۳۸۳ ۷۔ دار قطنی: ۳۸۳ ۸۔ مسند اسحاق بن راہویہ، ج ۳، ص ۷۷، نصب الراية، ج ۱، ص ۷۳، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۹۹۹



عن الحسن بن دينار عن هشام بن عروة عن أبيه عروة بن الزبير أن رجلاً قال: سألت عائشة رضي الله عنها عن الرجل يقبل امرأته بعد الوضوء؟ فقالت: كان رسول الله صلى عليه وسلم يقبل بعض نساءه ولا يعيد الوضوء فقلت لها: لئن كان ذلك، ما كان إلا منك؟ فسكتت۔ (۱)

۷۔ ساتواں طریق:

سند نمبر ۱۸۔ و ذکرہ ابن ابی داود قال: حدثنا جعفر بن محمد بن المرزبان حدثنا هشام بن عبيد الله حدثنا محمد بن جابر عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم بهذا۔ (۲)

۸۔ آٹھواں طریق:

سند نمبر ۱۹۔ حدثنا عثمان بن أحمد الدقاق حدثنا محمد بن الحسين الحنيني حدثنا جندل بن والي حدثنا عبيد الله بن عمرو عن غالب عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها قالت: ربما قبلني رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يصلي، ولا يتوضأ۔ (۳)

قال الدارقطني: "غالب هو ابن عبيد الله: متروك."

سند نمبر ۲۰۔ حدثنا أبو أحمد الدقاق حدثنا محمد بن غالب حدثنا الوليد بن صالح حدثنا عبيد الله بن عمرو عن عبد الكريم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل ثم يصلي ولا يتوضأ۔ (۴)

سند نمبر ۲۱۔ حدثنا ابن ميثر حدثنا أحمد بن سنان حدثنا عبد الرحمن حدثنا سفيان عن عبد الكريم الجزري عن عطاء قال: ليس في القبلة وضوء۔ (۵)

سند نمبر ۲۲۔ حدثنا إسماعيل بن يعقوب بن صبيح حدثنا محمد بن موسى ابن أعين حدثنا أبي عن عبد الكريم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل بعض نساءه، ثم يصلي ولا يتوضأ۔ (۶)

سند نمبر ۲۳۔ حدثنا أبو بكر النيشابوري وأبو بكر بن مجاهد المقرئ قال: حدثنا سعدان بن نصر حدثنا أبو بدر عن أبي سلمة الجهني عن عبد الله بن غالب عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: كان يقبل بعض نساءه ثم لا يحدث وضوءاً۔ (۷)

قال الدارقطني: قوله: عبد الله بن غالب، وهم، وإنما أراد غالب ابن عبيد الله، وهو متروك وأبو سلمة الجهني: هو خالد بن سلمة، ضعيف، وليس بالذي يروى عنه زكريا بن زائدة۔

۹۔ نواں طریق:

سند نمبر ۲۴۔ حدثنا عبد الباقي بن قانع حدثنا إسماعيل بن الفضل حدثنا محمد بن عيسى بن يزيد الطرطوسي حدثنا سليمان بن عمر بن يسار مديني حدثنا أبي عن ابن أخي الزهري عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت: لا تعاد الصلاة من القبلة، كان النبي صلى الله عليه وسلم يقبل بعض نساءه ويصلي ولا يتوضأ۔ (۸)

۱۔ دارقطني: ۲۸۴

۲۔ دارقطني: ۲۸۴

۳۔ دارقطني: ۲۸۵

۴۔ دارقطني: ۲۸۶

۵۔ دارقطني: ۲۸۷

۶۔ دارقطني: ۲۸۸

۷۔ دارقطني: ۵۰۱

۸۔ دارقطني: ۲۸۸

۱۰۔ سوال طریق:

سند نمبر ۲۵۔ حدثنا أبو بکر النیشابوری حدثنا العباس بن الولید بن مزید أخبرنی محمد بن شعیب حدثنا سعید بن بشیر، وحدثنا الحسين بن إسماعیل حدثنا الحسن بن عبد العزیز الجروی حدثنا أبو حفص التمیمی حدثنا سعید بن بشیر حدثنی منصور عن الزهری عن أبی سلمة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: لقد کان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبلنی إذا خرج إلى الصلاة، وما یتوضأ۔ (۱)

سند نمبر ۲۶۔ حدثنی أبو بکر النیشابوری و الحسين بن إسماعیل و علی بن سلم ابن مہراقالوا: حدثنا إبراہیم بن ہانء حدثنا محمد بن یحکار حدثنا سعید بن بشیر عن منصور بن زاذان عن الزهری بهذا الإسناد، نحوه۔ (۲)

۱۱۔ گیارہواں طریق:

سند نمبر ۲۷۔ حدثنا أحمد بن شعیب بن صالح البخاری حدثنا حامد بن سهل البخاری حدثنا إسماعیل بن موسی حدثنا عیسی بن یونس عن معمر عن الزهری عن أبی سلمة عن عروة عن عائشة قالت: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل وهو صائم، ثم یصلی ولا یتوضأ۔ (۳)

۱۲۔ بارہواں طریق:

سند نمبر ۲۸۔ حدثنا محمد بن فضیل حدثنا الحجاج عن عمرو ابن شعیب عن زینب السہمیة عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ ثم یقبل و یصلی ولا یتوضأ۔ (۴)

سند نمبر ۲۹۔ حدثنی الحسين بن إسماعیل حدثنا أبو بکر الجوهري حدثنا معلى بن منصور حدثنا عباد بن العوام عن حجاج عن عمرو بن شعیب عن زینب السہمیة عن عائشة رضی اللہ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کان یقبلها ثم یصلی ولا یتوضأ قال: و کان عطاء لا یری فی القبلة وضوء۔ (۵)

سند نمبر ۳۰۔ حدثنا الحسين بن إسماعیل حدثنا أبو طاهر الدمشقی أحمد بن بشیر بن عبد الوہاب حدثنا ہشام حدثنا عبد الحمید حدثنا الأوزاعی حدثنا عمرو بن شعیب عن زینب أنها سألت عائشة رضی اللہ عنہا: عن الرجل یقبل امرأته و یلمسها أیجب علیہ الوضوء؟ فقالت: لربما توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقبلنی ثم یمضی فیصلی ولا یتوضأ۔ (۶)

سند نمبر ۳۱۔ عن الأوزاعی قال: أخبرنی عمرو بن شعیب عن امرأة سماها أنها سمعت عائشة رضی اللہ عنہا تقول: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ و کان یخرج إلى الصلاة فیقبلنی ثم یصلی فما یحدث وضوء۔ (۷)

حدیث مذکورہ کا امام شافعی رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق قابل حجت ہونا:

امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث مرسل کے قبول ہونے کی جو شرائط بیان کی ہیں، ان کے مطابق بھی یہ حدیث مبارکہ قابل حجت و استدلال ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسل کو قبول کرنے کے لئے جو شرائط عائد کی ہیں انہیں علامہ تفتازانی اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ دارقطنی: ۴۸۰	۲۔ دارقطنی: ۴۸۰	۳۔ دارقطنی: ۵۰۳	۴۔ ابن ماجہ: ۵۰۳
۵۔ دارقطنی: ۴۹۹	۶۔ دارقطنی: ۴۹۸	۷۔ المصنف عبدالرزاق: ۵۰۹	

ومرسل القرن الثانی لا یقبل عند الشافعی الا باحد الامور الخمسة: ان یمسند غیرہ او یرسلہ آخر، وعلم ان شیوخہا مختلفہ او ان یعضدہ قول صحابی او ان یعضدہ قول اکثر اهل القلم وان یعلم من حالہ انه لا یرسل الا بروایتہ عن عدل (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قرن ثانی کی مرسل روایات قابل قبول نہیں۔ لیکن اگر اس میں ان پانچ شرائط میں سے کوئی شرط پائی جائے تو پھر قابل قبول ہے۔

☆ اسے کسی اور راوی نے مسند بیان کیا ہو۔

☆ کسی دوسرے راوی نے اسے بطور مرسل روایت کیا ہو لیکن اس کے شیوخ مختلف ہوں۔

☆ اس کی تائید قول صحابی سے ہو۔

☆ اہل علم کی اکثریت نے اس کی تائید کی ہو۔

☆ راوی کے حالات سے واضح ہو کہ وہ صرف ثقہ اور عادل راویوں سے ارسال کرتا ہے۔ (۲)

مذکورہ بالا پانچوں شرائط کے مطابق یہ حدیث مبارکہ قابل قبول اور حجت و استدلال ہے۔

خلاصہ بحث: مذکورہ حدیث مبارکہ کی سند پر پوری شرح و بسط کے ساتھ نقد و جرح کی گئی ہے اور تعدیل ثابت ہوتی ہے جس سے واضح ہوا کہ اس حدیث مبارکہ کی سند متصل اور متابعات و شواہد کثیر ہیں، اور یہ حدیث مبارکہ صحیح کے حکم میں ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث مبارکہ سداسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بہتر ہوگی (۷۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سند کے پہلے دور راوی بصری، اگلے تین کو فی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدنیہ ہیں۔

☆ حضرت ابوروق اور حضرت ابراہیم سے سنن المجتبیٰ میں یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو صد دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبر و دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے

## ۶۔ لغات:

کان یقبل: آپ ﷺ بوسہ لیتے تھے بعض ازواجہ: اپنی بعض بیویوں کا

یصلی: آپ ﷺ نماز ادا فرماتے لایتوضا: آپ ﷺ وضو نہ کرتے تھے

## ۷۔ مسائل ونصائح:

عورت کو چھونا یا اپنی بیوی کا بوسہ لینا باعث نقض وضو ہے یا کہ نہیں، اس بارے میں فقہاء کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عورت کا چھونا:

احناف کے ہاں عورت کو چھونے سے اس وقت وضو ٹوٹے گا جب یہ لمس مباشرت فاحشہ کے ذریعے ہو، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں مرد یا عورت کی کھال ملنے سے اس وقت ٹوٹے گا جب وہ دونوں لذت محسوس کریں یا ان پر شہوت طاری ہو جائے۔ شوافع کے ہاں محض بدن کی کھال چھو جانے سے دونوں، چھونے والے اور چھوئے جانے والے کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ یہ لمس شہوت کے بغیر ہی ہو۔ ان مذاہب کی آراء کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

احناف فرماتے ہیں کہ وضو مباشرت فاحشہ سے ٹوٹتا ہے اور مباشرت فاحشہ کہتے ہیں مرد اور عورت کی اگلی شرمگاہوں کا بلا کسی ایسے حائل کے ملنا جو جسم کی حرارت کو مانع ہو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ عضو تناسل میں انتشار بھی ہو۔ یایوں کہہ لیا جائے کہ مرد عورت سے ملے شہوت کے ساتھ اور اس کے عضو تناسل میں انتشار بھی پیدا ہو جائے اور ان کے مابین کوئی کپڑا وغیرہ بھی نہ ہو اور کوئی نمی یا تری بھی محسوس نہ ہو۔

مالکیہ فرماتے ہیں وضو کئے ہوئے بالغ شخص کا وضو دوسرے کسی شخص کو شہوت کے ساتھ چھونے سے ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ وہ شخص ایسا ہو کہ عادتاً اس سے شہوت کا حصول کیا جاتا ہو مرد ہو یا عورت، خواہ نابالغ ہو، اور خواہ اپنی بیوی کو چھوئے یا اجنبی کو چھوئے یا محرم عورت کو چھوئے، یا لمس ناخن پر ہو یا پاؤں پر یا کسی حائل کے اوپر سے ہو جیسے کپڑا وغیرہ اور خواہ وہ حائل اتنا باریک ہو کہ چھونے والا بدن کی نرمی اور حرارت کو محسوس کرے یا وہ حائل موٹا ہو۔ اور یہ لمس خواہ مردوں کے درمیان ہو یا عورتوں کے بہر حال وہ ناقض وضو ہوگا۔

لہذا شہوت کے ساتھ چھونا ناقض ہے اسی طرح منہ پر چومنا مطلقاً وضو کے لئے ناقض ہے خواہ بلا لذت ہو کیونکہ وہ لذت کا جائے گمان ہے اور منہ کے علاوہ کہیں اور چومنا چنانچہ اگر دونوں بالغ ہوں تو چومنے والے اور چومے جانے والے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اگر وہ دونوں بالغ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک بالغ ہو اور وہ دوسرے خواہ نابالغ کو چھوئے جس کو شہوت سے چھوا جاتا ہو اگر چھوئے جانے کے وقت شہوت پائی جائے خواہ بالجبر ایسا ہو یا غفلت سے ہو۔ تو لمس سے وضو ٹوٹا تین شرطوں کے ساتھ ناقض ہے۔

۱۔ چھونے والا بالغ ہو۔

۲۔ چھوا جانے والا شخص ایسا ہو کہ عادتاً اس سے شہوت حاصل کی جاسکتی ہو۔

۳۔ چھونے والا بالقصد لذت حاصل کرے یا شہوت پائے خواہ بلا قصد صرف سوچنے اور غور کرنے سے حاصل ہونے والی لذت سے وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ عضو تناسل میں انتشار پیدا ہو جائے جب تک کہ وہ بالفعل لذت حاصل نہ کرے (یعنی ہاتھ وغیرہ سے) اسی طرح بہت چھوٹی بچی جس سے شہوت حاصل نہ کی جاتی ہو یا جانور یا داڑھی والے مرد کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ داڑھی والے مرد سے عموماً شہوت نہیں حاصل کی جاتی ہے جب اس کی داڑھی نکل آئے۔

حنابلہ مشہور قول کے مطابق فرماتے ہیں کہ عورتوں کی کھال کو بلا حائل چھو لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر چھوا جانے والا شخص عادتاً شہوت کے قابل

ہو بچہ یا بچی نہ ہو خواہ وہ چھوا جانے والا میت ہو، بوڑھی عورت ہو محرم ہو یا قابل شہوت بچی ہو اور یہ وہ بچی ہوتی ہے جو سات سال یا زائد عمر کی ہو چنانچہ اجنبی اور محرم، بڑی اور چھوٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بال ناخن اور دانت چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور نہ ہی کٹے ہوئے عضو کے چھونے سے کیونکہ اس کی حرمت ختم ہو چکی ہوتی ہے اور نہ ہی امرد (بے ریش لڑکے) کو چھونے سے وضو ٹوٹے گا خواہ شہوت سے چھوا جائے اور نہ ہی حنشی مشکل (وہ بیجڑہ جس میں مردانہ اور زنانہ دونوں اوصاف برابر پائے جائیں) مرد کے مرد کو چھونے اور عورت کے عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ شہوت کے ساتھ یہ عمل ہو اور اگر کسی کا وضو عورت کے چھونے سے نہ ٹوٹتا ہو (یعنی کوئی شرط نہ پائی جانے کے سبب) تو وضو کر لینا پھر بھی مستحب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تین مذاہب (حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ) کے ہاں وضو اس عام چھونے اور لمس کرنے سے نہیں ٹوٹتا جو عام اور عادتاً ہوا کرتا ہے۔ دلائل..... ان حضرات کی دلیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فرمان خداوندی "اولمستم النساء" (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۶) اور لمس کہتے ہیں کھال کے ملنے کو احناف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جنہیں ترجمان القرآن کہا جاتا ہے سے منقول قول کو اختیار کیا ہے کہ لمس سے مراد جماع ہے اور ابن السکیت سے منقول قول کو بھی ان حضرات نے لیا ہے کہ لمس جب عورتوں کے بارے میں بولا جائے تو اس سے مراد ہم بستری ہوتی ہے، عرب کہا کرتے ہیں "لمست المرأة" مراد ہوتی ہے میں نے عورت سے ہم بستری کی۔ تو اس آیت میں لمس کے مجازی معنی مراد لینا ضروری ہیں اور وہ یہ کہ لمس سے مراد ہم بستری ہو، اور اس کا قرینہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ جنہوں نے لمس کو اس صورت میں ناقض وضو مانا ہے کہ جب وہ شہوت کے ساتھ ہو، تو یہ حضرات آیت اور احادیث کو مجموعی طور پر اختیار کرتے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے منقول ہیں۔

۲۔ دوسری دلیل ان حضرات کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کو بوسہ دیتے اور اس کے بعد بلا وضو نماز ادا کر لیا کرتے۔ (۱)

۳۔ تیسری دلیل بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہوتے تھے اور میں آپ کے سامنے ایسے لیٹی ہوتی تھی جیسے جنازہ رکھا ہوتا ہے آپ جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے اپنے پاؤں سے ہلا دیتے۔ (۲) اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا چھونا ناقض وضو نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاؤں سے چھونا بلا حائل ہوتا ہوگا۔

۴۔ چوتھی دلیل بھی حضرت عائشہ والی حدیث ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہیں پایا میں نے آپ کو ٹٹولا تو میرے ہاتھ آپ کے تلموں پر لگے اور آپ سجدہ میں تھے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ فرما رہے تھے: اللھم انی اعوذ بروضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتجک واعوذ بک منك لا احصى ثناء علیک انت کما اثبت علی نفسک (۳) یہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ چھونا ناقض وضو نہیں۔

شواہد فرماتے ہیں اجنبی نامحرم عورت کو چھو لینے سے مرد کا وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو اگر ان کے درمیان کوئی حائل نہ ہو، وضو چھونے والے اور چھوئے جانے والے دونوں کا ٹوٹ جائے گا خواہ وہ بوڑھی کھوسٹ عورت ہو یا بڑھا کھوسٹ مرد ہو اور خواہ بلا قصد چھوا ہو بالوں ناخن اور دانتوں کو چھونا یا کسی حائل کے درمیان میں ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے مرد اور عورت سے مراد ہے وہ مرد اور عورت جو عرف اور عادت کے لحاظ سے حد شہوت تک پہنچ چکے ہوں یعنی سلیم الطبع افراد کے ہاں وہ قابل شہوت شمار ہوں۔ اور محرم سے مراد ہے وہ جس کا نکاح نسب رضاعت یا سرالی رشتہ داری کے سبب حرام ہو۔ اس تفصیل کے مطابق اتنے چھوئے بچوں اور بچیوں کا چھونا جن میں سے کوئی ایک عرفاً اہل سلیم الطبع کے ہاں قابل شہوت نہ ہونا قضا وضو نہیں سات سال وغیرہ کے ذریعے تحدید نہیں کی جائے گی، کیونکہ چھوئے بچوں اور بچیوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں بھی اختلاف اور کمی بیشی ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شہوت کے ہونے کا گمان اس صورت میں نہیں ہوتا ہے۔ اور محرم خواہ نسب کے ذریعے ہو یا رضاعت یا سرالی رشتے کے ذریعے اس کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے کیونکہ وہاں احتمال شہوت نہیں ہوتا جیسے ساس۔

وضو کے ٹوٹنے کا سبب یہ ہے کہ چھونا تلذذ کا احتمال رکھتا ہے جو کہ شہوت کو بھڑکانے والا کام ہوتا ہے اور ایسا عمل پاکی حاصل کرنے والے کی حالت کے منافی ہے۔

ان حضرات کی دلیل ملامت کے حقیقی لغوی معنی پر عمل درآمد ہے جو اس آیت میں ہے اوستم (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶) اور اس کے معنی ہیں ہاتھ سے چھونا یا کھال کو ملانا یا ہاتھ سے چھونا دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کی ایک قرأت ”اوستم“ بھی ہے جو کہ واضح طور پر محض چھونے کے معنی بتاتی ہے نہ کہ جماع کے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث جس میں بو سے کا ذکر ہے تو وہ ضعیف اور مرسل ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث جو پاؤں کے چھونے کے بارے میں ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ لمس حائل کے ساتھ ہوا ہو یا یہ کہ یہ عمل خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ لیکن اس تاویل میں تکلیف اور مخالفت ظاہر ہے۔

میری رائے کے مطابق وہ لمس جو عارضی ہو یا اچانک ہو گیا ہو یا جس میں لذت اور شہوت کا عنصر نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں ہے وہ لمس جس کے ساتھ شہوت کا عنصر پایا جائے تو ایسا لمس ناقض وضو ہوگا۔ میرے خیال میں یہ راجح ترین رائے ہے۔ (۱)

☆ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر نقل کیا ہے، فرماتے ہیں میں نہیں پروا کرتا کہ میں نے اپنی ناک کو چھوا ہے یا کان کو یا ذکر کو اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے پروا نہیں ہے کہ میں اپنی نماز میں ذکر کو چھولوں یا کان کو یا ناک کو اور بہت سارے صحابہ کرام سے اسی طرح مروی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کو مس ذکر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ان کان شی منک نجسا فاقطعہ ولا باس بہ کہ اگر یہ تجھ میں سے نجس ہے تو اس کو کاٹ ڈالو اس کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مس ذکر کو ناپسند فرماتے تھے۔ پس اگر کوئی کر لے تو اس پر وضو کے قائل نہ تھے۔

ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ دونوں حدیثیں درجہ حسن سے کم نہیں ہیں لیکن یہاں پر طلاق کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے کہ حدیث الرجال وہ اقوی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ علم کے زیادہ یاد کرنے والے اور محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے دو عورتوں کی گواہی کو ایک آدمی کی گواہی کے برابر رکھا گیا ہے اور امام طحاوی نے حدیث بسرہ کو ضعیف قرار دینے میں لمبا کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں بزار نے سند حسن سے اس کو روایت کیا ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث وہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ جو ملامت جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے یعنی: (المستم النساء) میں اس کا معنی جماع سے کرتے ہیں نہ کہ تمام بدن کے چھونے کے ساتھ مگر ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ منقطع ہے اس لئے کہ ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت نہیں ہے اور مرسل کی کئی اقسام ہیں مرسل مطلق وہ ہوتی کہ جس میں تابعی یوں کہے: قال رسول اللہ ﷺ اور اسی کی ایک قسم کا نام منقطع بھی رکھا جاتا ہے اور وہ پہلے کے علاوہ ہوتی ہے اور اس کی ایک قسم معصل بھی ہے اور معصل وہ ہوتی ہے کہ ارسال کرنے والے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک سے زیادہ آدمی ہوں اور مظہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مس المرأة اس حدیث کی وجہ سے وضو کو باطل نہیں کرتا ہے اور شافعی رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں احتیاط عورتوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مس بالشہوت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ نہیں۔ (۱)

☆ شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وعن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي ﷺ يقبل بعض ازواجه حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں حضور ﷺ کبھی کبھی اپنی بعض بیویوں کو چوم لیتے تھے۔ ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ازواج کے لفظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی ذات مراد لیتی تھیں۔ ثم یصلی ولا یوضأ پھر آپ نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی احناف اور دوسرے آئمہ دین میں مختلف فیہ ہے۔ کہ ہاتھ سے عورت کے جسم کو چھونا وضو کو ٹوٹتا ہے یا نہیں آئمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) فرماتے ہیں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے شہوت کے ساتھ مس کرے یا بلا شہوت، اپنی عورت کو چھوئے یا اجنبی کو۔ اس تفصیل کے مطابق جو ان آئمہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک اجنبی عورت کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی شرط یہ ہے کہ دونوں مرد و عورت بالغ ہوں نابالغ نہ ہوں اور حنفیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان آئمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے اولاستم النساء (یا تم عورتوں کو چھو لو) لیکن ہمارے نزدیک لمس سے مراد جماع ہے جیسا کہ کتب تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے۔ نیز ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیحین میں مذکور ہے کہ رات کی نماز (تہجد) کے وقت جب آپ بستر سے بیدار ہوتے، میں اس وقت سوئی ہوتی تھی اور میرے دونوں پاؤں حضور ﷺ کی سجدہ گاہ پر ہوتے تھے جب آپ سجدہ میں جاتے تھے تو میرے پاؤں ہٹاتے تھے اور میں بھی اپنے پاؤں کھینچ لیتی تھی۔ اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو میں پھر اپنے پاؤں آپ کے سجدہ کی جگہ میں پھیلا لیتی تھی۔ آپ پھر ہٹاتے تھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ پاؤں پیچھے ہٹانے میں ان سے ہاتھ چھوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عورت کو لمس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جو یہاں مذکور ہے اسے حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ شافعی حضرات کو اس حدیث میں کلام (اعتراض) ہے۔ جیسا کہ مولف (صاحب مشکوٰۃ) نے کہا ہے وقال الترمذی لا یصح عند اصحابنا بحال اسناد عروہ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ یعنی اس حدیث کا اسناد جسے عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حبیب بن ثابت کی روایت ہے اور حبیب بن ثابت کا سماع حضرت عروہ سے ثابت نہیں۔ مولف کی عبارت سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ عروہ کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عروہ کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشہور و ثابت اور متحقق ہے۔ اور یہ معنی ترمذی کی جامع میں نظر کرنے سے بالکل ظاہر ہے جیسا کہ ہم نے شرح میں نقل کیا ہے۔



اور اس حدیث کو ابراہیم تیمی نے جو زاہد عالم اور تابعین میں ثقہ لوگوں سے ہوئے ہیں، نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ایضاً اسناد ابراہیم التیمی عنہا یعنی یونہی ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنا بھی درست اور صحیح نہیں وقال ابو دائود هذا مرسل و ابراہیم التیمی لم یسمع عن عائشہ رضی اللہ عنہا یعنی ابو دائود نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس بنا پر کہ اسے ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اور اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ اس کلام و اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مرسل حدیث بھی ہمارے ہاں مقبول و معتبر ہے۔ لہذا اس پر اعتراض ٹھیک نہیں۔ (۱)

☆ فتاویٰ عالمگیری رحمہ اللہ میں ہے:

وضو توڑنے والوں میں سے ہے کھلی ہوئی مباشرت جب کھلی ہوئی مباشرت کر لے عورت کے ساتھ اس طرح ننگا ہو اور شہوت سے ایستادگی ہو اور دونوں کی شرمگاہیں مل جائیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک استحساناً وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور یہی قیاس ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور لصاب میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے اور نیابج میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اگر دونوں کی شرمگاہیں مل جائیں۔ تو عورت کا وضو ٹوٹنے کے لئے مرد کو شہوت ہونا ضروری نہیں یہ قنہ میں لکھا ہے۔ مرد کے عورت کو مساس کرنے سے یا عورت کے مرد کو مساس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا یہ محیط میں لکھا ہے اپنے ذکر کو چھوئے یا دوسرے کے ذکر کو چھوئے تو ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا یہ محیط میں لکھا ہے کھلی ہوئی مباشرت دو عورتوں میں ہو مرد اور مرد لڑکے میں ہو تو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ قنہ میں لکھا ہے اور یہی حکم ہے اگر ایسی مباشرت دو مردوں میں ہو تو یہ معراج الدراہم میں لکھا ہے۔ (۲)

☆ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قوی دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو مسلم نسائی وغیرہ میں ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے جب وہ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگا دیتے میں پاؤں سمیٹ لیتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کر لیتے سجدہ کے بعد میں پاؤں پھیلا لیتی۔ (۳) نیز فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا میں ٹٹولنے لگی میرا ہاتھ آپ کے قدم شریف سے لگا جو کھڑا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے (۴) نیز فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ فرمایا میں سمجھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ میں نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا (۵) ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا، کیونکہ اس اسناد میں حبیب ابن ثابت حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں عروہ کی سماعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد ہیں مگر حبیب کی سماعت عروہ سے صحیح نہیں لہذا حدیث مرسل ہے ترمذی نے اصحابنا اس واسطے فرمایا کہ مرسل حدیث شوافع کے مذہب میں دلیل نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک دلیل ہے۔ ۳۔ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو اسنادوں سے مروی ہے عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابراہیم تیمی عن عائشہ اور دونوں مرسل کیونکہ ابراہیم تیمی نے بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نہ سنا مگر یہ اعتراض امام صاحب پر نہیں پڑ سکتا کیونکہ ان کے ہاں حدیث مرسل قابل حجت ہے شوافع اپنے اصول سے ہم پر اعتراضات کیسے کر سکتے ہیں۔ (۶)



☆ علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی ﷺ کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی، بعض فقہاء نے نبی ﷺ کے علاوہ دیگر کے لئے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے، اور رہے نبی ﷺ تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں، علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھے، اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے، یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا موقف ہے، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ ان میں شامل ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا، اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (۱) امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے، اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، کیونکہ عورت کو دیکھنے سے دسو سے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں، اس لئے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔ اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابو سعیدی خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کرو، وہ شیطان ہے۔ (۲)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (۳)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے، اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (۴) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی، اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا، خنزیر، یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (۵) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۶)

۱۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۹۹، مسند احمد: ۷۹۸۳، ج ۱۳، ص ۳۶۱، سنن ابن ماجہ: ۹۵، المعجم الکبیر: ۳۱۶۱، سنن ابوداؤد: ۷۱۹۔

۳۔ صحیح البخاری: ۴۹۳، صحیح مسلم: ۵۰۴، سنن ابوداؤد: ۷۱۵، سنن ترمذی: ۳۳۷، سنن نسائی: ۷۵۱، سنن ابن ماجہ: ۷۵۳۔

۲۔ صحیح ابن خزمہ: ۸۳۲، صحیح ابن حبان: ۴۱۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳-۲۳۵۲، عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۱۷۰-۱۶۹۔

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو، اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ (۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیروں کو لگایا تھا، لیکن یہ استدلال اس لئے مردود ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ کی خصوصیت ہو، سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا:

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس جواب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفا کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (۳)

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو، یہ جواب اس لئے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر مقام تشریع میں تھے، یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لئے کسی حدیث میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرمادیا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔ (۴)

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا، جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا، گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لئے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بھی عورت

۱۔ سنن ابوداؤد: ۶۹۵، سنن ابن ماجہ: ۹۵۹ ۲۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۵۵

۳۔ شرح ابن بطلال، ج ۲، ص ۵۱ ۴۔ عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۱۷۰۔ نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۱۲۳-۱۲۴

ہیں، اس لئے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ایذا پہنچی کہ آپ کا ذکر کرتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذا پہنچے گی۔  
غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۳۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے منتظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا، اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔ (۱)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برا قرار دیا گیا ہے، سو چئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عبارت سے کس قدر ایذا پہنچی ہوگی! قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ (۲)  
بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کا رد:

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا، جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (۳)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لئے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ”السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته“ پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کی ہے، حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے متعلق احادیث:

حضرت سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے، نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں، پھر حضرت ابو بکر نماز پڑھانے لگے، (اسی اثناء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے، پس لوگوں نے تالیاں بجائیں، اور حضرت ابو بکر نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے تھے، پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابو بکر نے توجہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو، پھر حضرت ابو بکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے، پھر حضرت ابو بکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابو بکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا

ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا، جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آجائے تو وہ سبحان اللہ کہے، کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا، تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لئے مشروع ہے۔ (۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے دوران آگئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے، اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابو بکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے تھا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی، اسی طرح تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے، وہ بھی اس لئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آجائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، سو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے، عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی، آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے، آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو، پھر رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے، پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔ (۲)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو، لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا، آپ نے مجھے اپنے آگے کیا، جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی، پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں، جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے، رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے، پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

۱۔ صحیح البخاری: ۱۲۳۴-۱۲۱۸-۶۸۴۔ صحیح مسلم: ۴۲۱، الرقم المسلسل: ۹۲۴، سنن ابوداؤد: ۹۴۰، سنن نسائی: ۷۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۲۶۰، المعجم الکبیر: ۵۷۷۱، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۲۴۶-۲۴۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۳، شرح السنۃ: ۷۴۹، مسند الامام الطحاوی: ۲۶۷۱، مسند احمد، ج ۵، ص ۳۳۷، مسند احمد: ۲۲۸۵۲، ج ۳، ص ۵۰۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۱۵

۲۔ صحیح البخاری: ۴۱۳، صحیح مسلم: ۴۱۸، الرقم المسلسل: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵-۱۲۳۴-۱۲۳۳، موطا امام مالک، کتاب صلوٰۃ الجماعۃ، تنویر الحواکک، ص ۱۵۶، دلائل النبوة، ج ۷، ص ۲۲۷-۲۲۶، مسند احمد، ج ۱، ص ۳۵۷-۳۵۶، مسند احمد: ۳۳۵۵، ج ۵، ص ۳۵۸-۳۵۷

نوٹ: رسول اللہ ﷺ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لئے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لارہے تھے۔ (۱)

شعیب الارزوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (۲)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعادی۔ (۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا، حتیٰ کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (۴)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو برا کام کیوں جانا، صرف اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے، اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں، اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا، اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا، وہ قیام صرف رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور فکر کے ساتھ پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے:

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ برا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ جب نمازی نماز میں ”یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمّل، یا ایہا المدثر، اور محمد رسول اللہ، پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ”السلام علیک ایہا النبی“ پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“ اور ”اللہم باریک علی محمد وعلی آل محمد“ پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا، نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ ﷺ کے تصور سے روکیں گے، جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور و فکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ”السلام علیک ایہا النبی“ کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کر کے کہے: ”السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“ (۵)

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصالتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ تمام احکام شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی ﷺ پر صلوٰۃ (درود)

۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۰۶۰، ج ۵، ص ۱۷۸ ۲۔ حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰ ۳۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۶۲۵

۴۔ صحیح البخاری: ۱۱۳۵، صحیح مسلم: ۷۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۴، مسند احمد، ج ۱، ص ۴۴۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۱۹۹، ج ۷، ص ۲۵۴

۵۔ احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۶۱

شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الی قولہ) اور نماز میں تشہد اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی ﷺ بھی اس دربار میں تشریف فرمائیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لئے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کر کے آپ کو سلام پیش کرے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور و فکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا، شیخ اسماعیل دہلوی، رسول اللہ ﷺ سے بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور نیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں، یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور و فکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (۲)

☆ شیخ محمد اتیوبی لولوی نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

☆ شیخ حافظ محمد امین نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فوائد و مسائل: ”مرسل (منقطع) ہے۔“ امام نسائی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، مگر دارقطنی وغیرہ میں یہ روایت متصل سند سے بھی مروی ہے، لہذا یہ حدیث حجت ہے۔

”دونوں غیر معتبر ہیں۔“ کیونکہ حبیب کا عروہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام ترمذی اور امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی خیال ہے۔ لیکن امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے، نیز اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں، اس لئے یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ مذی نہ نکلے۔

بعض بیویوں سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔ دیکھئے: (سنن الدارقطنی: ۱/۱۳۷) (سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۲۰۹)

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ لمس عورت ناقض وضو نہیں ہے، اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی جھلک نظر آتی ہے، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ نہایت لطیف و کرم سے پیش آتے تھے اور ازواج کے ساتھ نیکی و بھلائی والا سلوک فرماتے تھے۔ (۳)

## ۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے لمس عورت کے حوالے سے چار احادیث مبارکہ اور بوسہ لینے کے حوالے سے ایک حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔
- ☆ تمام احادیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ عورت کو چھونے یا اپنی عورت کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ پر مرسل ہونے کا حکم لگایا ہے، یہ حدیث مبارکہ مرسل منقطع ہے، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کے درمیان راوی ساقط ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ کی سند امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل بیان کی ہے:



معاویہ بن ہشام ، عن الثوری ، عن ابی رزق ، عن ابراہیم التیمی ، عن ابیہ ، عن عائشہ ،

اس سند میں ”عن ابیہ کا اضافہ ہے، جس سے یہ سند متصل ہو جاتی ہے اور سند کا ضعف ختم ہو کر حدیث صحیح کے درجہ میں ہے۔

☆ حدیث مذکور حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے، اور اس کے بارہ طرق اور اکتیس مختلف اسناد ہیں۔

☆ حدیث مذکورہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

☆ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور شیخ محمد اتیوبی نجدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، البتہ حافظ زبیر علی زئی نے ضعیف لکھا ہے۔

☆ ان حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ لمس عورت اور اپنی زوجہ کا بوسہ ناقض وضو نہیں ہے۔

☆ یہ پانچوں احادیث مبارکہ احناف کی مستدل ہیں، احناف کے نزدیک ثقات کی مرسل روایات قابل حجت ہیں۔

☆ لمس عورت اور اپنی زوجہ کا بوسہ لینے سے وضو کے حکم میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ احناف: صرف چھونا، بوسہ ناقض وضو نہیں البتہ مباشرت فاحشہ ناقض وضو ہے۔

۲۔ شوافع: صرف چھونے سے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۳۔ حنابلہ: عورتوں کی کھال کو بلا حائل چھونے سے وضو ٹوٹ جائے گا، بشرطیکہ چھوا جانے والا شہوت کے قابل ہو، بال، ناخن، دانت، کٹے ہوئے عضو، بے ریش لڑکے، خنثی شکل، مرد کا مرد کو چھونا اور عورت کا عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ مالکیہ: شہوت کے ساتھ چھونے سے وضو ٹوٹے گا، ورنہ نہیں، منہ کا بوسہ بھی ناقض وضو ہے۔

۵۔ ظاہریہ: یہ علماء اہل حدیث اور ظاہریہ کے نزدیک عورت کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے۔

☆ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ انتہائی لطف و کرم والا معاملہ فرماتے تھے۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنی ازواج مطہرات سے لمس فرماتے تھے۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اگر نماز میں آجائے، تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

☆ جو شخص سویا ہوا ہو، اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے، اس کی ناراضگی اور غصہ سے بچنے کی ہر وقت دعا کرنی چاہئے۔

☆ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تعریف و توصیف مسلسل کرنی چاہئے، اور اس کی رحمت کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

☆ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے اس کی تعریف کرنے سے عاجزی کا اظہار کرتے رہنا چاہئے۔

## باب ۱۲۲: الوُضوءُ مِمَّا غَیَّرَتِ النَّارُ آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا

اس باب میں آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھا کر وضو کرنے کا بیان ہے، پچھلے باب میں اپنی زوجہ کا بوسہ لینے پر وضو نہ کرنے کا بیان تھا، دونوں ابواب وضو سے متعلق ہیں، دونوں ابواب کا تعلق منہ سے ہے، پچھلے باب میں منہ سے بوسہ لینے کا بیان تھا، اور اس باب میں منہ سے آگ پر پکی ہوئی

چیز کھانے پر وضو کرنے کا بیان ہے، اس باب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے گیارہ احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۱۷۱۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَتَيْنَا إِسْمَاعِيلَ وَعَبْدَ الرَّزَّاقِ قَالَا حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَارِظٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے پر وضو کرو۔

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

## ۲۔ اطراف:

تقدم: ۱۷۲، ۱۷۳، مسلم ۳۵۲، احمد ۶۰۹، ۶۷۹، ترمذی ۷۹، ابن ماجہ ۲۸۵، ابوداؤد ۱۹۵، ابن حبان ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، المصنف عبد الرزاق: ۶۶۵-۶۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۶۸، ۶۹، السنن الکبریٰ: ۱۸۰، تحفۃ الاشراف: ۱۲۱۸۲، ۱۳۵۵۳

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، ان میں سے چھ راویوں کے حالات گزر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں، البتہ حضرت اسماعیل بن علیہ کے حالات دوبارہ تفصیل سے لکھے جا رہے ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۲۔ اسماعیل بن علیہ رضی اللہ عنہ:

نام ونسب:

اسماعیل نام، ابو بشر کنیت تھی، والد کا نام ابراہیم بن مقسم اور والدہ کا نام علیہ تھا۔ علیہ قبیلہ بنو شیبان کی لونڈی تھیں، لیکن بڑی صاحب علم تھیں۔ انہیں کی نسبت سے اسماعیل بن علیہ کہلاتے ہیں۔

ان کی والدہ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

امراة نبيلة عاقلة - (۱) "وہ بڑی سمجھدار اور عقل مند خاتون تھیں"۔

خطیب بغدادی ان کے علم و فضل کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

كانت امراة نبيلة عاقلة برزة لها دار بالعوقة تعرف بها وصالح المری وغيره من وجوه البصرة وفقهائها يدخلون عليها فتبرز لهم وتحادثهم وتسائلهم -

"وہ بڑی شریف اور عقل مند خاتون تھیں، ان کا مکان عوقہ میں تھا جو ان کے نام سے مشہور تھا، وہاں صالح مری اور بصرہ کے دوسرے ممتاز لوگ اور فقہاء ان کے پاس استفادہ کے لئے آتے تھے، وہ برآمد ہو کر ان سے بات چیت اور سوال و جواب کرتی تھیں"۔ (۲)

ولادت:

ان کے والد ابراہیم بھی غلام تھے اور کپڑے کے تاجر تھے۔ اس سلسلہ میں وہ برابر بصرہ آیا جایا کرتے تھے، وہاں آمدورفت کے دوران انہوں نے

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۲

۱۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۲۰



علیہ بنت حسان سے شادی کر لی اور بصرہ ہی میں مستقل طور پر بود و باش اختیار کر لی، اور یہیں ۱۱ھ میں اسماعیل بن علیہ پیدا ہوئے، ان کی والدہ اپنے فضل و کمال کے باوجود چونکہ باندی تھیں، اس لئے وہ ان کی طرف نسبت پسند نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ فرماتے تھے:

من قال ابن علیہ فقد اغتابنی۔ (۱)

”جو کوئی مجھ کو ابن علیہ کہتا ہے وہ گویا میری غیبت کرتا ہے۔“

غالباً اسی وجہ سے انہوں نے خود اپنی کنیت ابوالبشر رکھی، مگر ابن علیہ کے مقابلہ میں یہ کنیت مشہور نہ ہو سکی۔  
تعلیم و تربیت:

تاریخوں میں تفصیل تو نہیں ملتی مگر قرآن بتاتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم ان کی والدہ نے خود ہی دی ہوگی، اس کے بعد جب کچھ ہوشیار ہوئے تو ان کی والدہ بصرہ کے ایک مشہور محدث عبدالوارث التیمی کے پاس چلی گئیں اور کہا کہ اپنے بچہ اسماعیل کے لئے کرائی ہوں۔ اور پھر اسماعیل کو محدث مذکور کے حوالے کر دیا، علیہ نے ان سے خواہش ظاہر کی کہ اس میں آپ جیسی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

عبدالوارث کا بیان ہے کہ میں اسماعیل کو اپنے ساتھ لے کر جاتا اور جہاں کہیں مجلس دیکھتا ان کو آگے بڑھا دیتا اور خود بعد میں شیخ مجلس کے پاس پہنچتا اس طرح عبدالوارث نے گویا ان کو مختلف شیوخ سے روشناس کرایا۔ ابراہیم خولی جو اس روایت کو نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ ابن علیہ جب بصرہ سے جانے لگے تو لوگ ان کو عبدالوارث سے زیادہ ثقہ فی الحدیث سمجھنے لگے۔  
فضل و کمال:

یوں تو اسماعیل کو ہر فن پر عبور تھا لیکن علم حدیث میں خصوصی کمال اور امتیازی مہارت رکھتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں اتقان و مثبت ابن علیہ پر ختم ہے۔ (۲)

مشہور شیخ حدیث غندر بیان کرتے ہیں کہ میری نشو و نما علم حدیث کی فضا میں ہوئی ہے، اس علم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے ابن علیہ پر فضیلت حاصل ہو۔ (۳)

امام ابوداؤد الطیالسی کا قول ہے ”کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے خطانہ کی ہو، البتہ ابن علیہ اور بشر بن المفصل اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔“ (۴)  
علی بن مدینی نے بھی اسماعیل کے مثبت فی الحدیث کا اعتراف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چار کے علاوہ اکثر محدثین سے تصحیف و غلطی ہوئی ہے، وہ چار یہ ہیں: ۱۔ یزید بن زریع، ۲۔ ابن علیہ، ۳۔ بشر بن المفصل، ۴۔ عبدالوارث بن سعید۔ (۵)

یہم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ کے چند حفاظ حدیث جمع ہوئے تو ان سے کوفہ کے محدثین نے کہا کہ تم اسماعیل بن علیہ کے علاوہ جس کو چاہو سامنے لاؤ ہم کو ان سے علم و فضل میں کم نہ پاؤ گے، مگر ابن علیہ کے علم و فضل کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ (۶)

امام شعبہ انہیں سیدالمحدثین کہتے تھے اور ابن ناصر الدین قابل اعتماد و متقن قرار دیتے تھے۔ ابن علیہ کی روایات میں کوئی خطا نہیں پائی گئی۔ یزید بن ہارون کہا کرتے تھے کہ میں بصرہ گیا تو مجھ کو وہاں کوئی شخص بھی نہیں ملا جس کو فن حدیث میں ابن علیہ سے افضل سمجھا جاتا ہو۔ قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر حفاظ حدیث چار شمار کئے جاتے تھے، اسماعیل بن علیہ، عبدالوارث، یزید بن زریع اور وہیب۔ (۷)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۹۵

۲۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۳۳۳

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۶

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۳۰

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۴

۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۶

جرح و تعدیل کے شہرہ آفاق امام یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ:

کان ابن علیہ ثقۃ ماموناً صدوقاً مسلماً ورعاً وثقاً۔ (۱)

”ابن علیہ ثقہ، سچے اور متقی اور قابل اعتماد تھے۔“

جلالت علمی:

ابن علیہ کی عظمت و جلالت اور شان کا یہ عالم تھا کہ کبار محدثین روایت حدیث میں ان کی مخالفت کرتے ڈرتے تھے۔ عفان بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حماد بن سلمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے کوئی حدیث پڑھی اور اس میں ان سے ایک خطا ہو گئی۔ کسی شخص نے ان سے کہا کہ اس حدیث میں تو آپ کی مخالفت کی ہے، دریافت فرمایا کس نے مخالفت کی ہے۔ جواب ملا حماد بن زید نے۔ ابن سلمہ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا ”ابن علیہ بھی تو اس حدیث میں آپ کے مخالف ہیں۔ یہ سنتے ہی حماد بن سلمہ کھڑے ہو گئے اور گھر میں تشریف لے گئے۔ پھر باہر آ کر فرمایا ”تو بس اس حدیث میں ابن علیہ ہی کا قول معتبر ہے۔ (۲) (معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے اندر روایت کی تحقیق کی غرض سے گئے تھے)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے سفیان بن عیینہ کو ان کی جگہ عنایت کر دیا۔ پھر جب حضرت حماد بن زید کا انتقال ہوا تو خدا نے ان کا قائم مقام میرے لئے ابن علیہ کو بنادیا۔ (۳) یعنی ابن علیہ امام احمد کے خاص اساتذہ میں ہیں۔

ایک مرتبہ یزید بن ہارون نے اپنے حلقہ درس میں ایک حدیث نقل کی اور سلسلہ اسناد نقل کرنے کے بعد کہا اس روایت کی تخریج حضرت علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ابن علیہ تو اس کو مجاہد سے مروی مانتے ہیں۔ یزید بن ہارون نے یہ سن کر کچھ التفات نہیں کیا اور پھر خرچہ علی کا اعادہ فرمایا، اصل میں وہ غلط فہمی سے ابن علیہ کو ابن عیینہ سمجھے۔ اس لئے شخص مذکور نے پھر زوردار انداز میں ابن علیہ کا نام لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب یزید بن ہارون کے کانوں میں ابن علیہ کا نام آیا تو سخت پریشان ہو گئے اور دو مرتبہ ابن علیہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ (۴) مذکورہ بالا واقعات سے ابن علیہ کی جلالت علمی، بلند شان اور علوم مرتبت کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔

قوت حافظہ اور فہم حدیث:

ابن علیہ زمانہ طالب علمی سے ہی اپنے درسوں میں فہم حدیث کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ حاتم بن وردان کا بیان ہے کہ یحییٰ، اسماعیل وہیب اور عبد الوہاب، یہ چاروں ایک ساتھ حضرت ایوب کی مجلس درس میں شریک ہوتے تھے۔ درس سے فارغ ہو کر جب یہ اٹھتے تو سب اسماعیل بن علیہ کے گرد جمع ہو جاتے اور شیخ کی روایتوں کے بارے میں ان سے سوال کرتے، کہ یہ روایت کس طرح کی ہے، اس بارے میں کیا کہا اور اس سے شیخ کی کیا مراد تھی۔ اسماعیل ان سب کو جواب دیتے تھے۔ (۵)

ابن علیہ اپنا سارا ذخیرہ روایت سفینوں کی بجائے سینہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ محدث وہیب کا قول ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم کا حفظ اور عبد الوہاب کی کتاب دونوں برابر ہیں، زید بن ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابن علیہ کے پاس کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی لیکن اس کے باوجود تثبت و اتقان کا یہ عالم

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۶ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۶ ۳۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۲۱، تہذیب، ج ۱، ص ۲۷۶

۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۶ ۵۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۲

تھا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوتی تھی۔ علی بن المدینی کا قول اوپر گزر چکا ہے کہ ”محدثین سے تصحیف بھی ہوئی اور خطائیں بھی لیکن چار محدثین ایسے ہیں جن سے کوئی خطایا تصحیف نہیں ہوئی۔“

جرح:

ابن علیہ کی تحدیث و روایت کی توصیف و تعریف کرتے ہوئے امام دارمی نے اتنی جرح کی ہے کہ ابن علیہ کی کوئی غلطی اس کے علاوہ نہیں معلوم ہو سکی کہ حضرت جابر سے انہوں نے تدبیر غلام کی جو روایت کی ہے اس میں غلام کے نام کو مولیٰ کا نام دے دیا اور مولیٰ کے نام کو غلام کا۔ (۱)

شیوخ و اساتذہ:

ابن علیہ نے بکثرت علمی سرچشموں سے اکتساب فیض کیا جس میں اکابر تابعین کرام شامل ہیں۔ مشاہیر اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ ایوب السختیانی، علی بن جدعان، محمد بن المنکدر، عبداللہ بن ابی شیح، عطاء بن السائب، حمید الطویل (۲) عبدالعزیز بن صہیب، ابن عون، سلیمان التیمی، داؤد بن ابی ہند، سہیل بن صالح، لیث بن ابی سلیم (۳) یزید بن حمید، عبداللہ بن عوف، (۴) عاصم الاحول، ابی ریحانہ، جریری، معمر، یونس بن عبید۔ (۵)

تلامذہ:

اسی طرح ابن علیہ کے منبع علم سے بھی بکثرت تشنگان علم سیراب ہوئے۔ ان کے حلقہ تلامذہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں آسمان علم و فضل کے کیسے کیسے درخشاں ستارے شامل ہیں، ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں:

ابراہیم بن طہمان، حماد بن یزید، عبدالرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، زہیر بن حرب، داؤد بن رشید، اہمد بن منیع، بندار بن بشار، محمد بن المثنیٰ، یعقوب الدورقی، حسن بن عرفہ، (۶) موسیٰ بن سہل، اسحاق بن راہویہ، (۷) بقیہ، ابن وہب، ابو معمر، ابو خیشمہ، ابن ابی شیبہ، علی بن حجر، ابن المنیر۔ (۸)

اس کے علاوہ ابن جریج اور امام شعبہ جیسے اکابر تبع تابعین نے بھی ابن علیہ سے روایت حدیث کی ہے۔ درآنحالیکہ یہ دونوں ان کے شیوخ سے شمار کئے جاتے ہیں۔ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر نے موسیٰ بن سہیل بن کثیر الوشا کو ابن علیہ کا آخری شاگرد بتلایا ہے۔ (۹)

نقد:

حدیث کی طرح ابن علیہ کو فقہ میں بھی تبحر اور کمال حاصل تھا۔ امام شعبہ انہیں ”ریحانۃ الفقہاء“ کہا کرتے تھے۔ (۱۰)

سوال سے گھبراتے نہیں تھے:

بہت سے اساتذہ طلبہ کے سوالات سے گھبرا جاتے ہیں۔ مگر ابن علیہ کبھی بھی گھبراتے نہیں تھے بلکہ سوالات کو پسند کرتے تھے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ زید بن حباب نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ مجھے ابن علیہ سے استفادہ کا موقع دیجئے۔ میں نے ابن علیہ کی روایات کے مجموعے ان کی

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۲ ۲۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۳ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۹۵

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۲۹ ۵۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۱۲۰ ۶۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۲۹

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۹۵ ۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۵

۹۔ ایضاً و تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۹۵ ۱۰۔ تہذیب الاسماء للنووی، ج ۱، ص ۱۲۰

سامنے لا کر پیش کر دیئے۔ ابن حبان ان میں سے لوگوں کی رایوں کی چھوٹی چھوٹی باتیں نوٹ کرنے لگے، جیسے ابن عون عن محمد یا خالد عن ابی قلابة وغیرہ، اس کے بعد پھر وہ ابن علیہ کے پاس گئے اور ان احادیث کے بارے میں سوال کرنے لگے۔ ابن علیہ ان سے بہت خوش ہوئے اس لئے کہ:

کان یحب اذا سئل عن الاحادیث المسندۃ والا سناد۔ (۱)

”وہ اس بات کو بہت پسند کرتے تھے کہ ان سے احادیث مسندہ اور ان کی اسناد کے بارے میں سوال کیا جائے۔“

عہدہ قضا:

فقہی مہارت اور تبحر علمی کی وجہ سے متعدد عہدوں پر فائز ہوئے چنانچہ ان کو سب سے پہلے بصرہ کے صدقات کا انتظام سپرد کیا گیا۔ پھر بغداد کے محکمہ فوجداری کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔ اور آخر میں بغداد کے منصب قضا سے سرفراز ہوئے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک اس منصب پر قائم نہیں رہے۔ عبد اللہ بن مبارک کی ناخوشی کا علم ہوتے ہی اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

واقعہ کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ عبد اللہ بن مبارک تجارت کرتے تھے اور اس میں انہیں کافی نفع بھی تھا، لیکن یہ پیشہ جلب زر و منفعت کے لئے نہیں تھا بلکہ علماء اور طلبہ کی خدمت اور ان کی دنیوی ضروریات پوری کرنے کے لئے تھا۔ چنانچہ ابن مبارک خود ہی فرماتے ہیں کہا اگر سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، فضیل، ابن السماک اور ابن علیہ، یہ پانچ حضرات نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔

ابن علیہ کے قاضی ہونے کے بعد جب ابن مبارک بغداد آئے اور انہیں اس کا علم ہوا تو نہایت آزرده خاطر ہوئے اور جو تحفے وہ ابن علیہ کے پاس معمولاً بھیجا کرتے تھے انہیں موقوف کر دیا اور جب ابن علیہ ابن مبارک کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے کوئی التفات نہیں کیا۔ ابن علیہ تھوڑی دیر بیٹھ کر گھر واپس چلے گئے اور دوسرے دن اس مضمون کا ایک خط لکھا:

”میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے لطف و کرم کا منتظر تھا، لیکن آپ نے مجھ سے کلام ہی نہیں کیا، معلوم نہیں جناب کو میری کون سی حرکت ایسی ناگوار ہوئی؟“

یہ خط پڑھ کر حضرت ابن مبارک نے فرمایا یہ شخص بغیر سختی کے نہیں مان سکتا اور پھر جواب میں تیز و تند اشعار لکھ کر بھیج دیئے۔

یا جاعل الدین له بازیا یصطاد اموال المساکین

”اے دین کے ذریعہ غیروں کے اموال کا شکار کرنے والا باز“

احتک للدنیا والذتها بحیلۃ تذهب بالدين

”تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایک ایسا حیلہ اختیار کر لیا ہے جو دین کو تباہ کر کے رہے گا“

فصرت مجنوناً بها بعد ما کنت دواء للمجانین

”پہلے تم دنیا کے مجنونوں کا علاج کرتے تھے اب خود تم اس کے مجنون ہو گئے ہو“

این روایاتک فی سردها لترك ابواب السلاطین

”اب بادشاہوں کے دروازے سے بے پرواہ ہو کر تمہارا روایت حدیث کرنا کہاں گیا“

ان قلت اکرهت فذا باطل ذل حمار العلم فی الطین

”اگر تم یہ کہو کہ مجھے عہدہ قضا کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تو یہ عذر سراسر باطل ہے اب تو یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ حماد کچھڑ میں گر گیا“

ابن علیہ کے پاس جب عبداللہ بن مبارک کا یہ خط پہنچا تو آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ اسے پڑھتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔ پورا خط پڑھنے کے بعد آپ فوراً مجلس قضا سے اٹھے اور ہارون الرشید کے پاس جا کر اپنا استغفیٰ پیش کرتے ہوئے فرمایا ”خدا کے لئے آپ میرے بڑھاپے پر رحم فرمائیے، کیونکہ اب میں اس عہدہ پر باقی نہیں رہ سکتا۔“

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس مجنون (ابن مبارک) نے آپ کو بہکا دیا ہے۔ ابن علیہ نے فرمایا بہکا نہیں بلکہ انہوں نے فی الحقیقت ایک مصیبت سے مجھے نجات دلا دی ہے۔ اور میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس سے رستگاری عطا فرمائے۔ ہارون الرشید نے آپ کا استغفیٰ منظور کر کے آپ کو خدمت قضا سے سبکدوش کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور حسب سابق رقم کی ایک تھیلی ابن علیہ کو بھیج دی۔ (۱)

امام نووی کی رائے ہے کہ پہلے یہ بصرہ کے صدقات و زکوٰۃ کے والی بنائے گئے پھر ہارون الرشید کے آخری دور میں بغداد کے قاضی بنائے گئے۔ (۲)

عبادت اور خوف خدا:

ابن علیہ کو قرآن مجید کی تلاوت اور عبادت سے بے حد شغف بلکہ عشق تھا۔ ابن مدینی نے ایک رات ان کے ساتھ بسر کی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن علیہ نے اسی شب میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی۔

عفان کا بیان ہے کہ ابن علیہ کا شمار ان کے عہد شباب سے ہی بصرہ کے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا۔ زہد و اتقاء اور احساس آخرت اس دور کی ایک عام خصوصیت تھی۔ ابن علیہ بھی ان صفات میں زمرہ تابعین میں نمایاں تھے۔ حضرت ابن مبارک کا ان کی طرف میلان اور پھر ان کی مدد کرنا خود اس بات کا واضح ثبوت ہے، پھر ابن مبارک کی تنبیہ پر ان کا استغفیٰ دے دینا غایت تقویٰ کی دلیل ہے۔ ابن علیہ بلاشبہ ”فلیض حکو قلیلاً والی بکوا کثیراً“ کی مجسم تصویر تھے۔ ان کی خشیت الہی کا یہ عالم تھا کہ برسوں وہ ہنسے نہیں۔ انہیں کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

خلق قرآن کا فتنہ اور ابن علیہ:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن علیہ خلق قرآن کے قائل تھے، اگرچہ ان کے کسی قول سے اس کی صراحت نہیں ملتی، تاہم ان کے بعض ملفوظات اس خیال کی تائید ضرور کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن ابن علیہ ہارون الرشید کے بیٹے محمد امین کے پاس گئے تو امین نے آپ کو برا بھلا کہا اور پھر پوچھا: ”کیا آپ خلق قرآن کے قائل ہیں؟“ ابن علیہ نے اس پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”میں آپ پر قربان جاؤں یہ ایک عالم کی لغزش ہے۔“ اس واقعہ کی شہرت نے ابن علیہ کے بعض متقدمین کے دل میں بھی ان کی طرف سے تکدر پیدا کر دیا تھا۔

لیکن خطیب بغدادی اس واقعہ کی تردید میں لکھتے ہیں کہ ابن علیہ سے خلق قرآن کے عقیدہ کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ عبدالصمد یزید مردویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن علیہ سے خود سنا ہے کہ: ”القرآن کلام اللہ غیر مخلوق“ حافظ ذہبی کا رجحان بھی ادھر ہی معلوم ہوتا ہے۔

وفات:

جمعرات کے دن ۲۵ یا ۲۴ ذی قعدہ ۱۹۳ھ کو علم و عمل کی یہ شمع فروزاں گل ہو گئی۔ (۳) جنازہ کی نماز ان کے صاحبزادے ابراہیم نے

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۸ و تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۵-۲۳۶ ۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۱۲۰ ۳۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۲۳۳

پڑھائی، (۱) اور بغداد کے قبرستان میں ابن مالک میں تدفین عمل میں آئی۔ (۲)

۳۔ عبدالرزاق: راجع: ۷۷ ۴۔ معمر: راجع: ۱۰

۵۔ الزہری: راجع: ۱

۶۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ:

نام و نسب:

عمر نام، ابو حفص کنیت، نسبت نامہ یہ ہے، عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی، ماں کا نام ام عاصم تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عمر بن عبدالعزیز کی رگوں میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا، اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مروان جیسے بدنام شخص کی نسل سے عمر بن عبدالعزیز جیسا مجدد ملت پیدا ہوا جو صدق میں ابو بکر رضی اللہ عنہ، عدل میں عمر رضی اللہ عنہ، حیا میں عثمان رضی اللہ عنہ اور زہد میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مثیل تھا۔ جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملت اسلامیہ کی روح کو جو امویوں نے مردہ کر دی تھی دوبارہ زندہ کر دیا۔

عمر کے والد عبدالعزیز مروان کے چھوٹے لڑکے تھے، مروان نے عبدالملک کے بعد انہیں ولی عہد نامزد کیا تھا، لیکن وہ عبدالملک کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ (۳)

عبدالعزیز اپنے خاندانی اوصاف و کمالات کے پورے حامل تھے۔ اور اپنے والد کی مہمات میں ان کے دست راست رہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مروان نے جب مصر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو عبدالعزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔ (۴)

مصر پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مروان دو مہینہ یہاں مقیم رہا، دو مہینہ کے بعد عبدالعزیز کو یہاں کا گورنر بنا کر شام واپس ہوا۔ (۵) مروان کے بعد عبدالملک نے عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر برقرار رکھا، اور انہوں نے یہاں کامل اکیس سال حکومت کرنے کے بعد ۸۶ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ اسلام میں اتنی طویل مدت کم کسی والی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

عبدالعزیز نے مصر اور حلوان میں اپنی حکومت کی بہت سی یادگاریں چھوڑیں۔ ایک زرنگار محل تعمیر کروایا۔ حلوان میں متعدد محلات اور مسجدیں بنوائیں، مصر کی جامع مسجد منہدم کرا کے اس کو از سر نو تعمیر کرایا، خلیج مصر پر پل بنوائے۔ انگور اور خرے کے باغات لگوائے۔ (۶)

علماء اور ارباب کمال کا بڑا قدردان تھا، قاضی عبدالرحمن بن حجرہ خولانی کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا، (۷) شعرا کے ساتھ اتنی داد و دہش کرتا تھا کہ بعض شعراء نے اس کے بعد شاعری چھوڑ دی، کثیر سے کسی نے پوچھا، اب شعر کیوں نہیں کہتے؟ جواب دیا، عبدالعزیز کے بعد صلہ کی توقع کس سے کی جائے۔ (۸)

پیدائش:

اس نامور شخص کے گھر میں عمر پیدا ہوئے۔ ان کے سنہ پیدائش کے بارے میں بیانات مختلف ہیں، بروایت صحیح یزید کے عہد میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (۹)

۱۔ تہذیب الاسماء للنووی، ج ۱، ص ۱۲۰ ۲۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۵ ۳۔ سیر الصحابة، ج ۳، حصہ تاج تابعین: دوم، ص ۵۹-۶۵

۳۔ کتاب الولاۃ کندی، ص ۵۴-۵۸ ۴۔ ایضاً، ص ۲ ۵۔ ایضاً، ص ۴۷ ۶۔ کتاب الولاۃ کندی، ص ۵۵ وحسن المحاضرہ سیوطی، ج ۲، ص ۲۰۲

۷۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۱۸ ۸۔ ایضاً، ص ۲۴۰ ۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۵

تعلیم و تربیت:

عمر بن عبدالعزیز کا بچپن والد کے ساتھ مصر میں گزرا، (ایضاً) اور غالباً ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، جب ہوش سنبھالا تو عبدالعزیز نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ جو علم و علماء کا مرکز تھا بھیج دیا، یہاں محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

صالح بن کیسان اس اہتمام کے ساتھ ان کی مذہبی اور اخلاقی نگرانی کرتے تھے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے نماز میں دیر کر دی، صالح نے باز پرس کی، عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا بال سنوار نے میں دیر ہو گئی، صالح نے کہا، اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہو گیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے، اور عبدالعزیز کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، انہوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا، جس نے پہلے عمر کے بال مونڈے، اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔ (۱)

اس اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت ہوئی، انہیں خود تحصیل علم کا ذوق تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے عام لڑکوں کی طرح ایک لڑکا تھا۔ پھر عربی اور شعر کا شوق پیدا ہوا۔ (۲) چنانچہ انہوں نے بڑے ذوق شوق سے تحصیل علم کی۔

ان کی تعلیم کا یہ دور ابتدائی تھا، وہ دور جس نے ان کو امام وقت بنایا مدینہ کی گورنری کا عہد تھا، جس میں اکابر علماء سے ان کی صحبتیں اور علمی بحث و مباحثے رہتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ جب مدینہ سے نکلا ہوں اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ (۳) ان کے علمی کمالات کے حالات آخر میں آئیں گے۔

شادی:

ان کے والد کی وفات کے بعد ان کے چچا عبدالملک نے اپنی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ (۴)

خناظرہ کی حکومت:

عمر بن عبدالعزیز درحقیقت مسند درس کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ لیکن شاہی خاندان کی رکنیت نے ان کو ایوان حکومت میں پہنچا دیا۔ چنانچہ سب سے اول وہ خناظرہ کے والی مقرر ہوئے۔ (۵)

مدینہ کی گورنری:

عبدالملک کے بعد ولید نے ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا انہیں اس کے قبول کرنے میں تاہل ہوا۔ ولید نے حاجب سے پوچھا عمر جاتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا وہ کچھ شرائط کے ساتھ جانا چاہتے ہیں، ولید نے بلا کر پوچھا، انہوں نے کہا مجھے پہلے والیوں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے، ولید نے منظور کر لیا، اور کہا تم حق پر عمل کرنا خواہ ایک درہم بھی خزانہ میں داخل نہ ہو۔ اس شرط کے ساتھ وہ مدینہ روانہ ہوئے، اس وقت کے عمر بن عبدالعزیز درویش عمر بن عبدالعزیز نہ تھے، بلکہ شاہی خاندان کے رکن اور شان و شکوہ والے عمر بن عبدالعزیز تھے، چنانچہ تیس اونٹوں پر ان کا ذاتی ساز و سامان بار تھا۔ (۶)

علمائے مدینہ سے مشورہ:

لیکن فطرت سلیم تھی، اس لئے مدینہ پہنچنے کے بعد یہاں کے دس بڑے فضلاء کو بلا کر ان کے سامنے مختصر تقریر کی کہ ”میں نے آپ کو ایک ایسے کام کے لئے بلایا ہے جس میں آپ کو ثواب ملے گا اور آپ حامی حق قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا، اس

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی، ص ۹۔ ۲۔ ایضاً ۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۶۔ ۴۔ تاریخ الخلفاء، ص ۹۳۰

۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۳۲-۳۳۔ ۶۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۳۳۹



لئے جب آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ظلم کی اطلاع ہو تو آپ خدا کی قسم مجھ کو ضرور اس کی خبر کیجئے۔ یہ تقریر سننے کے بعد فقہا ان کو دعائے خیر دیتے ہوئے واپس گئے۔ (۱)

تعمیر مسجد نبوی ﷺ

مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز نے یہاں بہت سی اصلاحیں اور مفید کام کئے، ان کا ناقابل فراموش کارنامہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر اور اس کی تزئین و آرائش ہے۔

ولید کے پیشتر و خلفاء نے وقتاً فوقتاً مسجد نبوی ﷺ میں ترمیمیں کرائی تھیں۔ لیکن ولید نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو نہایت عظیم الشان پیمانہ پر تعمیر کرائے کا ارادہ کیا، اور ۸۸ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ مسجد نئے سرے سے تعمیر کی جائے۔ اس سے متصل ازواج کے حجرے اور دوسرے جو مکانات ہیں ان کا معاوضہ دے کر ان کو مسجد میں شامل کر لیا جائے۔ جو لوگ قیمت لینے سے انکار کریں ان کے مکانات زبردستی گرائے جائیں، اور ان کی قیمت فقیروں کو خیرات دی جائے۔ (۲)

قیصر روم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاریگر، مزدور، مینا کار اور بچہ کاری کا سامان کئی ہزار مثقال سونا منگوایا، (خلاصۃ الوفا، ص ۱۳۹) اور مختلف مقامات سے مختلف قسم کے تعمیری سامان جمع کئے اور فقہائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی پرانی عمارت گروا کر ان بزرگوں کے متبرک ہاتھوں سے عمارت کی بنیاد ڈالی۔ (۳)

عمر بن عبدالعزیز کو اس عمارت سے ذاتی دلچسپی تھی، اس لئے بڑے انہماک اور حسن مذاق سے اس کو تعمیر کرایا، ساری عمارت نفیس پتھروں کی تھی، دیواریں اور چھتیں منقش مٹلا اور مینا کار تھیں، جھاڑ کے ایک نقش پر کاریگروں کو ۳۰ درہم انعام دیتے تھے۔ (۴) اس اہتمام سے تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی، ۹۱ھ میں ولید نے مدینہ جا کر اس کا معائنہ کیا اور عمر بن عبدالعزیز کی کارگزاری پر خوشنودی ظاہر کی۔ اطراف مدینہ کی مساجد کی تعمیر:

مسجد نبوی ﷺ کے علاوہ اپنے عہد گورنری میں اطراف مدینہ میں اور بہت سی مسجدیں بنوائیں، آنحضرت ﷺ نے اطراف مدینہ میں جہاں جہاں نمازیں پڑھی تھیں مسلمانوں نے یادگار کے طور پر وہاں معمولی مسجدیں بنالی تھیں، عمر بن عبدالعزیز نے اس قسم کی تمام مسجدوں کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔ (۵) کنوؤں اور راستوں کی تعمیر:

رفاہ عام کے سلسلہ میں ولید کے حکم سے مدینہ میں بہت سے کنوئیں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کرائے۔ (۶) معزولی:

اگرچہ عمر بن عبدالعزیز نے تقرر کے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ وہ گزشتہ دلیوں کی طرح ظلم نہ کریں گے، لیکن بنی امیہ کا نظام کچھ ایسا تھا کہ یہ شرط قائم نہیں رہ سکتی تھی اس لئے ایک روایت یہ ہے کہ حجاج کی شکایت پر معزول کر دیئے گئے۔ (۷) دوسرا بیان یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے صاحبزادے خبیب کو جو بنی امیہ کے مخالفین میں تھے، ولید کے حکم سے مجبور ہو کر سزا دی جس کے صدمہ سے وہ مر گئے، اس کی ندامت میں خود مستغنی ہو گئے۔

۱۔ ابن سعد، ج ۶، ص ۲۳۶

۲۔ خلاصۃ الوفا، ص ۱۳۷

۳۔ ایضاً

۴۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۴۷۲

۵۔ ایضاً

۶۔ طبری، ص ۱۱۹۶

۷۔ طبری، ص ۱۲۵۴



سلیمان کے مزاج میں رسوخ:

عمر بن عبدالعزیز اپنے اوصاف اور حسن خلق کی بنا پر خاندان بھر میں محبوب تھے، خصوصاً سلیمان بن عبدالملک ان کو بہت مانتا تھا، انہیں اپنا وزیر و مشیر بنایا تھا، اور امور خیر میں ان کے مشوروں پر عمل کرتا تھا، (۱) اس لئے سلیمان کے عہد کی اصلاحات درحقیقت عمر بن عبدالعزیز ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں۔

سلیمان کی وفات اور خلافت:

۹۹ھ میں سلیمان مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد نامزد کیا، رواء بن حیوۃ نے جو سلیمان کے ندیم خاص تھے، اس سے اختلاف کیا، اور کہا: ”امیر المؤمنین خلیفہ ایسے صالح آدمی کو بنائیے جس سے آپ قبر میں محفوظ رہیں“۔ سلیمان نے کہا: ”یہ میرا قطعی فیصلہ نہیں ہے، میں اس پر غور کروں گا، اور خدا سے استخارہ کروں گا“ چنانچہ دو دن غور کرنے کے بعد وصیت نامہ چاک کر ڈالا، اور رواء بن حیوۃ سے پوچھا کہ میرے لڑکے داؤد کے بارے میں کیا رائے ہے؟ رواء نے کہا وہ اس وقت قسطنطنیہ میں ہیں، اور معلوم نہیں زندہ ہیں یا نہیں سلیمان نے کہا پھر کیا رائے دیتے ہو، رواء نے کہا اصل رائے تو آپ کی ہے۔ آپ نام لیجئے میں غور کروں گا، (ایک روایت یہ ہے کہ رواء ہی نے عمر بن عبدالعزیز کا نام پیش کیا) سلیمان نے کہا عمر بن عبدالعزیز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے رواء نے کہا میرے نزدیک وہ فاضل اور برگزیدہ مسلمان ہیں، سلیمان نے کہا خدا کی قسم وہ ایسے ہیں، لیکن اگر میں عبدالملک کی اولاد کو بالکل نظر انداز کر کے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنادوں تو ایک فتنہ پیا ہو جائے گا۔ جب تک ان کے بعد عبدالملک کی کسی اولاد کا نام نہ رکھوں گا، اس وقت وہ لوگ ان کی خلافت پر قائم نہ رہنے دیں گے اس لئے میں یزید کے بعد خلیفہ بنائے دیتا ہوں، اس لئے وہ لوگ ٹھنڈے ہو جائیں گے اور راضی رہیں گے، رواء نے بھی اس سے اتفاق کیا، اس کے بعد سلیمان نے خود اپنے قلم سے یہ وصیت نامہ لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ تحریر خدا کے بندے سلیمان امیر المؤمنین کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے ہے، میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا، اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو، مسلمانو! ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو، خداست ڈرو، اختلاف نہ پیدا کرو کہ دوسرے تم پر حرص و طمع کی نگاہ ڈالیں۔“

اور اس پر مہر کر کے اپنے خاندان والوں کو بلا کر رواء کو حکم دیا، کہ اس وصیت نامہ کو لے جا کر خاندان والوں سے کہو کہ میں نے اس میں جس کو خلیفہ بنایا ہے، وہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ رواء نے اس کی تعمیل کی۔ سب نے بالاتفاق سمعنا و اطعنا کہا پھر ان کی خواہش پر سلیمان نے وصیت نامہ کی طرف جو رواء کے ہاتھ میں تھا، اشارہ کر کے ان لوگوں سے کہا: ”اس میں میں نے جس کو خلیفہ بنایا ہے اس کی بیعت کرو، اس کے مطیع رہو“ سلیمان کے کہنے پر دوبارہ سب نے فرداً فرداً بیعت کی۔

عمر بن عبدالعزیز کو ظن غالب تھا کہ سلیمان نے ان کو خلافت کے لئے نامزد کیا ہے وہ اس بار عظیم کو اٹھانا نہ چاہتے تھے، اس لئے رواء سے جا کر کہا: ”میرے اوپر سلیمان کی جو شفقتیں اور مہربانیاں ہیں، ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ انہوں نے خلافت کے لئے مجھے نامزد کیا ہو۔ اگر ایسا ہو تو مجھے بتا دیجئے تاکہ قبل اس کے کہ میں مجبور ہو جاؤں ابھی اس سے استعفیٰ دے دوں“۔ لیکن رواء نے بتانے سے انکار کیا۔

نامزدگی کے مرحلہ سے فراغت کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا، رجا نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ موت کی خبر مخفی رکھی اور شاہی خاندان کے ارکان کو جمع کر کے دوبارہ ان سے بیعت لی۔ بیعت کو موکد کرنے کے بعد سلیمان کی موت کا اعلان کیا، اور وصیت نامہ پڑھ کر سنایا، عمر بن عبدالعزیز کا نام سن کر عبدالملک کے لڑکے ہشام نے کہا ہم کبھی ان کی بیعت نہیں کر سکتے، رجا نے کہا اٹھ کر خاموشی کے ساتھ بیعت کرو، ورنہ ابھی سر قلم کر دوں گا۔ اور عمر بن عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا، انہوں نے اس بار عظیم کی ذمہ داری پر اور ہشام نے اپنی محرومی قسمت پر انا للہ پڑھا، اس کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی، اور عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔

خلفائے راشدین کا پہلا اسوہ:

تحت خلافت پر قدم رکھتے ہی عمر بن عبدالعزیز بالکل بدل گئے اور اب ناز پروردہ عمر نے ابوذر غفاری اور ابو ہریرہ کا قالب اختیار کر لیا، سلیمان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حسب معمول عمر بن عبدالعزیز کے سامنے شاہی سواریاں پیش کی گئیں، انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا، شاہی سواریاں فرمایا، میرے لئے میرا خچر کافی ہے اور کل سواریاں واپس کر دیں۔ (۱)

ابھی سلیمان کے اہل و عیال قصر خلافت میں تھے، اس لئے اپنے خیمہ میں فروکش ہوئے۔ گھر آئے تو اس بار عظیم کی ذمہ داری سے چہرہ پریشان تھا۔ لونڈی نے پوچھا آپ شاید کچھ متفکر ہیں۔ (۲) فرمایا اس سے بڑھ کر تشویش کی بات کیا ہوگی کہ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو، اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔ (۳)

خلافت سے دستبرداری کا اعلان اور مسلمانوں کا اصرار:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کی ذمہ داریوں کے بارگراں کا پورا احساس تھا، اگر نامزدگی کے وقت ان کو اس کا علم ہو گیا ہوتا تو وہ اسی وقت اپنا نام واپس لے لیتے، لیکن اب یہ بار پڑ چکا تھا، تاہم انہوں نے ایک مرتبہ اس سے سبکدوش ہونے کی کوشش کی اور لوگوں کو جمع کر کے تقریری۔ ”لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے، اس لئے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردنوں میں ہے میں خود اس کو اتارے دیتا ہوں، تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔“

یہ خطبہ سن کر مجمع سے شوراٹھا: ”ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے، اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں، آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے۔“ پہلا خطبہ:

جب اس کا یقین ہو گیا کہ آپ کی خلافت سے کسی کو اختلاف نہیں ہے تو آپ نے ایک تقریری جس میں لوگوں کو تقویٰ فکر آخرت اور ذکر موت کی طرف توجہ دلائی آخر میں با آواز بلند فرمایا:

”لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت فرض ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت واجب نہیں، جب تک میں خدا کی اطاعت کروں اس وقت تک تم میری اطاعت کرو، اور جب میں خدا کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔“ (۴)

طبقات ابن سعد میں یہ الفاظ ہیں:

”اما بعد تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ خدا نے جو چیز حلال کر دی وہ

قیامت تک کے لئے حلال ہے اور جو حرام کر دی وہ قیامت تک کے لئے حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ صرف (احکام الہی کو) نافذ کرنے والا ہوں، میں خود کو کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں صرف پیرو ہوں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے میں تمہاری جماعت کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں۔ بلکہ ایک معمولی فرد ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تم سے زیادہ گراں بار کر دیا ہے۔ (۱)

مذہبی خدمات:

گویا تمام اصلاحات درحقیقت مذہب پرستی ہی کا نتیجہ تھیں، ایک حیثیت سے وہ سب مذہبی خدمات کے دائرہ میں داخل ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے بہت سی خالص مذہبی خدمات بھی انجام دیں اور شریعت اسلامی میں جو اموی خلفاء کی غفلت شعاری سے بالکل مردہ ہو چکی تھی، دوبارہ جان ڈالی، امویوں کے زمانہ میں کوئی شے جادہ شریعت پر نہ رہ گئی تھی، عمر بن عبدالعزیز نے سب کو پھر صراط مستقیم پر لگایا، عمال کے نام جو فرامین جاتے تھے، ان سب میں احیائے شریعت اور استیصال بدعت کی تاکید ہوتی تھی۔ (۲)

عدی بن ارطاة کو ایک فرمان لکھا کہ ”ایمان چند فرائض، چند احکام اور چند سنن کا نام ہے، جس نے ان اجزاء کی تکمیل کر لی، اس نے ایمان کو مکمل کر دیا، اور جس نے اس کی تکمیل نہیں کی، اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا، اگر میں زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے واضح کر دوں گا تاکہ تم لوگ اس پر عمل کرو، اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں ہے۔ (۳)

آپ نے جس طرح ان اجزاء کا تحفظ کیا، اور ان کی تبلیغ و اشاعت میں جیسی جدوجہد کی اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اس کی تفصیلات نہایت طویل ہیں، مختصر یہ کہ مذہبی روح آپ کے عہد کی امتیازی خصوصیت بن گئی تھی، طبری کا بیان ہے کہ:

ولید عمارتوں کا بانی تھا، اس لئے اس کے زمانہ میں یہی عام مذاق ہو گیا تھا اور لوگ آپس میں صرف عمارتوں کا تذکرہ کرتے تھے، سلیمان کو عورتوں اور نکاح کا شوق تھا، اس لئے اس کے زمانہ میں لوگ لونڈیوں اور شادیوں کا چرچا کرتے تھے، لیکن جب عمر بن عبدالعزیز نے تخت خلافت پر قدم رکھا تو لوگوں کا موضوع بدل کر مذہب و عبادت کی تفصیلات ہو گئیں۔ (۴)

مذہبی تعلیم کا اشاعت:

احیائے شریعت کے لئے عمر بن عبدالعزیز نے مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا، قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہئے کہ عام علم (علم شریعت) کی اشاعت کریں، تعلیم کے لئے حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں۔“

ایک اور عامل کو لکھا کہ لوگوں کو حکم دو کہ وہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔ (۵)

جو علماء اس مقدس کام میں مصروف تھے، ان کو فکر معاش سے مطمئن کر دیا، حمص کے گورنر کو لکھا: ”جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے کوفہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا ہے بیت المال سے سو سودینار ان کا وظیفہ مقرر کرو، تاکہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں۔ (۶)

دور افتادہ ممالک میں تعلیم کی اشاعت کے لئے علماء بھیجے، حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام نافع کو جو بڑے نامور عالم تھے، تعلیم حدیث کے لئے مصر بھیجا۔ (۷) قاری جعفل بن عامان کو قراءت کی تعلیم دینے کے لئے مصر و مغرب بھیجا، (۸) یزید بن ابی مالک کو دمشق اور حارث بن یحجد الاشعری کو بدوؤں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ (۹) یہ صرف چند نام ہیں ورنہ جن جن مقامات پر ضرورت تھی، سب جگہ علماء بھیجے۔

۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۰، ۲۵۱۔ سیر الصحابة، ج ۳، تابعین کرام، ص ۲۱۰-۲۱۵ ۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۲

۳۔ بخاری کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ فی الاسلام علی خمس ۴۔ طبری، ص ۱۲۷۲، ۱۲۷۳ ۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۴

۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۹۵ ۷۔ حسن المحاضرہ سیوطی، ج ۱، ص ۱۱۹ ۸۔ ایضاً ۹۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۷۴

اشاعت اسلام:

سلطنت میں توسیع کے بجائے اسلام کی توسیع و اشاعت کو اپنا مقصد قرار دیا اور اس کے لئے ہر قسم کے مادی اور اخلاقی ذرائع اختیار کئے۔  
امراء فوج کو خاص طور سے ہدایت تھی کہ ”رومیوں کے کسی حلقہ اور ان کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک اسلام کی دعوت نہ دے لو“۔ (۱)

تمام عمال کو حکم دیا کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، جو ذمی اسلام قبول کر لیں ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے، اس طریقہ سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔ تنہا جراح بن عبد اللہ حکمی والی خراسان کے ہاتھوں پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے۔ (۲)  
اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر والی مغرب کی تبلیغ سے سارے مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ (فتوح البلدان، ص ۳۵۷) اور مختلف ملکوں میں اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ متعدد دوا لیوں نے خراج کی آمدنی گھٹ جانے کی شکایت کی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے مطلق اس کی پرواہ نہ کی، بعضوں کو جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ (۳) بعضوں کو لکھا کہ: ”میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہو جائیں اور ہماری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھوں سے کمائیں کھائیں۔ (۴) بعض عمال نے تجویز پیش کی کہ ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوتے ہیں، اس لئے ختنہ کر کے ان کا امتحان لیا جائے، آپ نے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہادی اور رہنما تھے، خاتن نہ تھے۔ (۵)  
آپ کے محاسن اخلاق کی شہرت اور تبلیغ سے اسلام سے آپ کا شغف سن کر بعض ممالک نے خود اپنے یہاں مبلغ اسلام بھیجنے کی درخواست کی، چنانچہ تب تب کے وفود کی درخواست پر آپ نے سلیط بن عبد اللہ حنفی کو تبت روانہ کیا۔ (۶) اس طرح آپ کے زمانہ میں اسلام کی غیر معمولی اشاعت ہوئی۔ (۷)  
خصوصیات حکومت پر اجمالی تبصرہ:

اوپر کے حالات سے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کی خصوصیات کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے، اس لئے اس کی بنیادی خصوصیات پر اجمالی تبصرہ کیا جاتا ہے۔ آپ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور خدا کی اطاعت پر تھی، ان بنیادی اصولوں اور اپنی حیثیت کو پہلی تقریر میں ان الفاظ میں واضح فرمایا:

”اما بعد لوگو! تمہارے نبی ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے، اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، خدا نے جو چیز حلال کر دی وہ قیامت تک حلال رہے گی، اور جو چیز حرام کر دی وہ قیامت تک حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض (احکام الہی کو) نافذ کرنے والا ہوں۔ میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ محض پیرو ہوں۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے، میں تم میں کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زیادہ گراں بار کیا ہے۔ (۸)  
امور خلافت میں خلافت فاروقی کو اپنے لئے نمونہ عمل بنایا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو لکھا: ”میں چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو

۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۸۵

۱۔ ابن سعد ترجمہ عمر بن عبد العزیز

۲۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز، ص ۹۹

۳۔ مقریزی، ج ۱، ص ۱۲۵

۴۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۳۶۲

۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۸۵

۸۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۱، ۲۵۰

۷۔ ایضاً، ص ۲۲۳-۲۲۵

منظور ہوا اور مجھ میں اس کی استطاعت ہو تو رعایا کے معاملہ میں عمر بن خطاب کی روش اختیار کروں۔ اس لئے تم میرے پاس عمر کی تحریریں، اور ان کے فیصلے جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے بارے میں کئے، بھیجو، اگر خدا کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا۔“

لیکن اب زمانہ بدل چکا تھا، عہد رسالت پر مدت گزر چکی تھی، صحابہ اٹھ چکے تھے، بنی امیہ کی حکومت نے اسلامی حکومت کے بارے میں عام مسلمانوں کا نقطہ نظر بدل دیا تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں عہد فاروقی کو زندہ کرنا بہت مشکل تھا، سالم نے بھی ان دشواریوں کو محسوس کیا اور آپ کو لکھا کہ ”عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ دوسرے زمانہ میں اور دوسرے آدمیوں کے ذریعہ کیا، اگر تم نے اس زمانہ میں اور ان آدمیوں کے ذریعہ کیا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تو تم ان سے افضل ہو گئے۔ (۱)

لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس تغیر حالات اور ہر طرح کے موانع و مشکلات کے باوجود ایک مرتبہ پھر فاروقی خلافت کا نمونہ دنیا کو دکھا دیا، اسی لئے بعض محدثین آپ کو خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ (۲)

علامت:

لیکن افسوس مسلمانوں کو ڈھائی سال سے زیادہ اس سراپا خیر و برکت ہستی سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ملا، اور رجب ۱۰۱ھ میں مجدد خلافت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسرا بیان یہ ہے کہ بنی امیہ نے جب محسوس کیا کہ اگر آپ کی خلافت کا زمانہ زیادہ بڑھا تو اموی خاندان کی قوت ہمیشہ کے لئے توڑ دیں گے، تو انہوں نے آپ کے ایک غلام کو ایک ہزار اشرفی دے کر خفیہ زہر دلوایا، آپ کو اس کا علم ہو گیا، لیکن غلام پر کوئی سختی نہیں کی، بلکہ اشرفیاں واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ (۳) طبیب نے بھی زہر تجویز کیا مگر آپ نے علاج کرنے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: ”اگر مجھے یہ بھی یقین ہو جاتا کہ میرے کان کی لو کے پاس میری شفا ہے تو بھی میں ہاتھ نہ بڑھاتا۔“ (۴)

یزید بن عبدالملک کو وصیت نامہ:

زندگی سے مایوسی کے بعد اپنے ہونے والے خلیفہ یزید بن عبدالملک کو یہ وصیت نامہ لکھا:

میں تم کو یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہو گیا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ امور خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا، اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہیں چھپا سکوں گا، خدا خود فرماتا ہے:

فلنقص علیہم بعلم و ما کننا غائبین

”ہم ان کو علم سے قصہ سناتے ہیں، اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔“

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا، اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی، اور اگر مجھ سے ناراض ہو تو افسوس ہے میرے انجام پر، میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضا مندی سے نجات عطا کرے، تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہئے، اور رعایا کا خیال رکھنا چاہئے، کیونکہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے، تم کو اس سے بچنا چاہئے کہ تم سے غفلت

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۳۱-۱۳۲، ملخصا و ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۲

۲۔ ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی التفصیل

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۷۶

۴۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۴۷

میں ایسی لغزش سرزد ہو جائے جس کی تلافی نہ کر سکو سلیمان بن عبد الملک خدا کا ایک بندہ تھا، خدا نے اسے وفات دی، اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا، اور میرے بعد تم کو ولی عہد مقرر کیا، میں جس حالت میں تھا، اگر وہ اس لئے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں، تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیئے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا، لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں، بجز اس کے کہ خدا میری دستگیری فرمائے۔

اپنی اولاد کے متعلق ارشاد:

آپ کے اہل و عیال کے متعلق مسلمہ نے آپ سے کہا:

”امیر المؤمنین آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش آپ ان کے متعلق مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو کچھ وصیت کرتے جاتے“ یہ سن کر فرمایا: ”مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو“ پھر فرمایا تمہارا یہ کہنا اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا، تو خدا کی قسم میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا، تمہارا یہ کہنا کہ تم کو یا کسی اور اہل خاندان کو وصیت کرتا جاؤں، تو اس معاملہ میں میرا وحی اور ولی صرف خدا ہے۔ جو صلحاء کا ولی ہوتا ہے، میرے لڑکے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لئے کوئی سبیل نکال دے گا۔ اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشم پر غم فرمایا: (۱)

”میری جان تم پر قربان جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا، میرے بچو تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس کا تم پر حق ہو، میرے بچو دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باب دوزخ میں جائے، دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو، اور تمہارا باب جنت میں داخل ہو، ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو، اور وہ جنت میں جائے۔ اچھا اب جاؤ، خدا تم کو حفظ و امان میں رکھے۔ (۲)

آخری وصیتیں اور وفات:

بعض لوگوں نے عرض کیا، آپ مدینہ منتقل ہو جاتے، اور روضہ نبوی ﷺ میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوتے، یہ سن کر فرمایا: ”خدا کی قسم آگ کے سوا اگر خدا مجھے ہر قسم کا عذاب دے تو میں اسے بخوشی منظور کر لوں گا۔ لیکن یہ گوارا نہیں کہ خدا کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کور رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔ (۳)

اس کے بعد ایک ذمی سے قبر کے لئے زمین خریدی، اس نے قیمت لینے میں عذر کیا، اور کہا یہ میرے لئے خیر و برکت کا باعث ہے، کہ آپ میری مملوکہ زمین میں دفن ہوں، لیکن آپ نے یہ منظور نہ کیا اور بہ اصرار قیمت حوالہ کی۔ (۴)

پھر کفن اور دفن کے متعلق ضروری وصیتیں کیں، اور آنحضرت ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک منگوا کر انہیں کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔ (۵)

دم آخر زبان پر یہ آیت تھی:

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۸۳

۲۔ سیرت عمر بن عبد العزیز، ص ۵۳

۱۔ سیرت عمر بن عبد العزیز، ص ۲۸۰

۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۸

۴۔ سیرت عمر بن عبد العزیز، ص ۲۳۶



بَلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۱)

”یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناتے ہیں جو زمین میں نہ برتری چاہتے ہیں، اور نہ فساد کرتے ہیں اور عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔“

یہی آیت تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے، (۲) یہ رجب کا مہینہ اور اسی تھا، تاریخوں میں اختلاف ہے، وفات کے وقت انتالیس یا چالیس سال کی عمر تھی دیرسمعان میں دفن کئے گئے۔

ازدواج و اولاد:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی چار بیویاں تھیں، اور ان سب سے اولادیں ہوئیں۔ لمس بنت علی، ان سے تین لڑکے تھے، عبداللہ، بکر اور ام عمار، ام عثمان بنت شعیب ان سے ایک لڑکا ابراہیم تھا، فاطمہ بنت عبدالملک، ان سے تین لڑکے تھے، اسحاق، یعقوب اور موسیٰ، ام ولید سے نو اولادیں تھیں، عبدالملک، ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، زبانا، امۃ اور ام عبداللہ۔

حلیہ:

صورۃً شکیل تھے۔ رنگ گورا اور چہرہ نازک تھا، خلافت سے پہلے عیش و تنعم کی زندگی کی وجہ سے جسم نہایت تروتازہ تھا، ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہو جاتا تھا، لیکن خلافت کے بعد زہد و بندگی نے رنگ و روپ بالکل بدل دیا تھا، سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے، پسلیاں بغیر چھوئے ہوئے گنی جاسکتی تھیں۔ (۳)

فضل و کمال:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اگر سیاسی حالات تحت خلافت پر نہ بٹھاتے تو وہ مسند درس کی زینت ہوتے۔ علمی اعتبار سے وہ آئمہ کبار میں تھے، تمام علماء و مصنفین کا ان کی جلالت علمی پر اتفاق ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”کان فقیہاً مجتہداً عارفاً بالسنن وکبیر الشان عبتاً۔ حجة حافظاً قانتاً للہ وادھانیا“ (۴)

عمر بن عبدالعزیز امام، فقیہ، مجتہد عالم سنت، کبیر الشان، مثبت، حجت، حافظ (حدیث) خدا کے فرماں بردار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت، فضیلت، وفور علم، صلاح، زہد و ورع، عدل، شفقت علی المسلمین، حسن سیرت، خدا کی راہ میں ان تھک کوشش، سنت نبوی اور آثار نبوی ﷺ کے اتباع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب کا اتفاق ہے۔ (۵)

معاصر علماء میں درجہ:

اس عہد کے اکابر علماء ان کے علمی کمالات کے مقابلہ میں طفل دبستان تھے، میمون بن مہران کہتے تھے کہ علماء عمر بن عبدالعزیز کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے، (۶) ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ علماء کے معلم تھے، چنانچہ جو علماء انہیں تعلیم دینے کے خیال سے ان کے پاس آتے تھے، وہ خود ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے، مجاہد کا جو بڑے جلیل القدر تابعی عالم تھے بیان ہے کہ ہم لوگ ان کے پاس تعلیم دینے کے لئے گئے تھے، لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ (۷)

۴۔ تہذیب الاسماء ج ۱، ص ۱۷

۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۴

۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۳۷۱

۱۔ لقصص: ۸۳

۷۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۶

۶۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۱

۵۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۶

تفسیر:

تفسیر قرآن میں نہایت وسیع نظر تھی، بڑے بڑے علماء قرآنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ حجاز اور شام کے کچھ علماء نے آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ اپنے والد سے قرآن کی اس آیت:

وَأَنى لَهُمُ التَّنَافُسُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ (۱)

”وہ دور سے کیونکر پاسکتے ہیں۔“

کے متعلق پوچھو کہ اس سے کیا مراد ہے انہوں نے پوچھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ اس سے مراد توبہ ہے، جس کی خواہش اس وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادنہ ہو۔ (۲)

حدیث:

حدیث کے اجلہ حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو امام، عارف سنت، حجت اور حافظ لکھتے ہیں۔ امام مالک اور ابن عیینہ آپ کو امام وقت کہتے تھے۔ (۳) جتنی مرفوع حدیثیں ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، اتنی کسی تابعی کے علم میں نہ تھیں، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں جن لوگوں سے ملا، ان میں سے کسی کو عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔ (۴)

احادیث نبوی ﷺ کا تحفظ:

حدیث نبوی ﷺ کی انہوں نے بڑی خدمت کی، ہر ممکن طریقہ سے اس کی اشاعت کی اور اس کو محفوظ کیا، ان کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث نبوی کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے، اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو احادیث نبوی ﷺ کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا۔

آپ کے زمانہ میں مرور زمانہ کے ساتھ اکابر علماء اور حفاظ حدیث اٹھتے جاتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ بہار آخر ہو رہی ہے، اگر احادیث کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا بڑا حصہ علماء کے ساتھ دفن ہو جائے گا، تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبوی ﷺ کی تلاش و جستجو کر کے ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے، لیکن صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث قبول کی جائیں۔ (۵)

حافظ ابن حجر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی مضمون کا فرمان بھیجا۔ (۶)

اس حکم کی تعمیل ہوئی اور جمع شدہ احادیث کے مجموعے تیار کر کے تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے، سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔ (۷)

فقہ:

فقہ میں امامت و اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”کان امام فقیہا مجتہدا“ (۸) انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تمام فقہی فیصلوں جو انہوں نے رعایا کے متعلق کئے تھے، جمع کرایا تھا۔

شاعری:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اگرچہ مروجہ رسمی شاعری سے ذوق نہ تھا، لیکن اخلاقی اشعار پسند کرتے تھے، اور کبھی کبھی خود بھی اس رنگ کے اشعار کہتے

۱۔ سبا: ۵۲

۲۔ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۸

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۵

۴۔ بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم ۵۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۱۷۴

۶۔ جامع بیان العلم، ص ۳۸

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۰۵



تھے، ابن جوزی نے سیرت میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔ (۱) ایک راگ بھی جو مدینہ میں بہت مقبول تھا آپ کی جانب منسوب تھا، ممکن ہے، مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں جب کہ آپ کی طبیعت عیش و تنعم کی طرف راغب تھی یہ راگ ایجاد کیا ہو۔  
خطابت:

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحیثیت خطیب کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، لیکن آپ کے خطبات نہایت مؤثر اور دل پذیر ہوتے تھے، ابن جوزی نے آپ کے متعدد خطبات لکھے ہیں۔ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں جو بلیغ خطبات کا بہترین مجموعہ ہے، آپ کے ایک دو خطبے بطور نمونہ نقل کئے ہیں۔ (۲)

علماء کی قدردانی:

گزشتہ خلفاء کی بزم طرب کی زینت شعراء خطباء اورادیوں سے تھی۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز کا ذوق ان سے مختلف تھا، (۳) اس لئے ان کے زمانہ میں شعراء کا ہجوم چھٹ گیا اور اس کی جگہ علمائے دین نے لے لی۔

ان کی تحت نشینی کے بعد حسب معمول حجاز اور عراق کے مشہور شعراء میں نصیب جریر، فرزدق، احوص، کثیر اور اخطل، قصیدے لے لے کر پہنچے، اور عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ لیکن کسی کو باریابی کی اجازت نہیں ملی، ان کے بجا۔ علماء و فقہاء کو بلاتے تھے اور ان کی قدردانی کرتے تھے، شعراء کی یہ کس میری دیکھ کر ایک دن جریر نے عون بن عبداللہ کے ذریعے جو ایک ممتاز فقیہ تھے یہ اشعار کہہ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھیجے:

یا ایہا القاری المرخی عمامتہ ہذا زمانک انی قدمضی زمنی

”اے وہ قاری جس کے عمامہ کا شملہ لٹک رہا ہے یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گزر گیا“

ابلیغ خلیفتنا ان کنت لا قیہ انی لدی الباب کالمصفور فی قرن

”اگر ہمارے خلیفہ سے ملاقات ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ میں دروازہ پر بیڑیوں میں جکڑا ہوں“

عون بن عبداللہ نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ جریر سے میری آبرو بچائیے، آپ نے جریر کو باریابی کی اجازت دی، اس نے قصیدہ سنایا، جس میں اہل مدینہ کے مصائب و مشکلات کا حال تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کے لئے کپڑا، غلہ اور نقد روپیہ بھیجا اور جریر سے پوچھا ”بتاؤ تم کس جماعت میں سے ہو، مہاجرین میں، انصار میں، ان کے اعزہ میں، مجاہدین میں“۔ اس نے کہا کسی میں نہیں، فرمایا پھر مسلمانوں کے مال میں تمہارا کیا حق ہے، اس نے کہا خدا نے میرا حق مقرر کیا ہے، بشرطیکہ آپ اس کو نہ روکیں مین ابن سبیل (مسافر) ہوں، دور دراز کا سفر کر کے آپ کے آستانہ پر ٹھہرا ہوں۔ (۴) آپ نے فرمایا، خیر اگر تم میرے پاس آئے ہو تو میں اپنی جیب سے تم کو بیس روپیہ دیتا ہوں، اس حقیر رقم پر خواہ میری تعریف کرو یا مذمت، جریر نے اسے بھی غنیمت سمجھا اور اسے لے کر باہر آیا، دوسرے شعرا نے لپک کر پوچھا، کہو ابوحرزہ کیا معاملہ رہا، اس نے جواب دیا، اپنا اپنا راستہ لو۔ یہ شخص شاعروں کو نہیں بلکہ گداگروں کو دیتا ہے۔

مگر علماء و فقہاء اور قراء کی بڑی قدردانی تھی، ان کو دور دور سے بلا کر خواص میں داخل کرتے تھے۔ (۵)

زام خلافت ہاتھوں میں لینے کے بعد سالم بن عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی اور رجا بن حیوۃ، ریاح بن عبیدہ۔ امور خلافت میں مشورہ لیتے

۳۔ کتاب البیان والتبیین، ج ۱، ص ۱۹۴

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۸

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۲۵

۵۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۶۷ تا ۱۶۸

تھے۔ (۱) میمون بن مہران، رجاء بن حیوۃ، ریح ابن عبیدہ آپ کے ندیم خاص تھے۔ ان کے علاوہ اور متعدد علماء آپ کے ہم جلس تھے۔ (۲) فضائل اخلاق:

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مجددانہ کارناموں کے بعد ان کے فضائل اخلاق لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس گلستان سے اس بہار کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ تاہم اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

خلافت سے پہلے آپ فطرۃ صالح اور سعید تھے، اس لئے زندگی کے کسی دور میں بھی آپ کا دامن اخلاق داغدار نہ تھا، لیکن خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش و تنعم اور شان و شکوہ کی تھی۔

ان کا خود بیان ہے کہ مجھے لباس، عیش پرستی اور عطریات کا جب شوق ہوا، تو میں نے اسے اس قدر پورا کیا کہ میرے علم میں میرے خاندان بلکہ دوسرے خاندانوں میں بھی ایسی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہوگی، (۳) ان کے شوق اور نفاست مزاج کا یہ حال تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر ایک مرتبہ دوسروں کی نظر پڑ جاتی تھی تو پھر انہیں وہ پرانا سمجھتے تھے۔ (۴) ولید کے زمانہ میں ان کو چار چار سو روپیہ کی قیمت کا کپڑا سخت و کرخت معلوم ہوتا تھا، لیکن پھر چودہ درہم کا کپڑا بھی نرم و ملیح معلوم ہونے لگا تھا۔ (۵) خوشبو کے لئے داڑھی پر عنبر چھڑکتے تھے، (۶) رجاء بن حیوۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سب سے زیادہ خوش لباس، سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ تجتر کی چال چلنے والے تھے۔ (۷)

لیکن تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد زندگی یکسر بدل گئی، عیش و تنعم کے سارے سامان چھوٹ گئے اور عیش پروردہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حسن بصری کا قالب اختیار کر لیا۔

انہوں نے جس طرح دنیا سے دامن جھاڑا، اس کے کچھ حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ ساری املاک بیت المال کو واپس کر دی، لونڈی غلام، فرش و فرش، لباس و عطریات عیش و تجمل کے جملہ سامانوں کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ (۸) بیت المال سے گزارہ کے لئے چار سو دینار سالانہ لیتے تھے، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ لیتے تھے۔ (۹) لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر لایموت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ لباس:

لباس میں عموماً صرف ایک جوڑا رہتا تھا، اسی کو دھو دھو پہنتے تھے۔ (۱۰) مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی۔ آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا قمیص میلی ہو گئی ہے، لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں، اس لئے دوسری بدلواد دو، وہ خاموش رہیں، مسلمہ نے دوبارہ کہا، فاطمہ نے جواب دیا، خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے، (۱۱) پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا بلکہ اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ (۱۲)

بچے بھی اسی تنگی سے بسر کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کی بیٹی کے پاس کپڑا نہ تھا آپ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کر تہ بنا دیا جائے، آپ کی بہن کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک تھان بھجوا دیا، اور منع کر دیا کہ عمر سے نہ مانگنا۔ (۱۳)

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۶۶ ۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۲ ۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۵۶۶ ۴۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۵۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۲۰ ۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۵۱ ۷۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۵۱ ۸۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۲۱

۹۔ ابن سعد، ص ۲۹۶ ۱۰۔ ایضاً، ص ۱۹۷ ۱۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۸۰ ۱۲۔ ایضاً، ص ۲۷۵ ۱۳۔ ایضاً، ص ۳۹۸

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے نے کپڑے مانگے، آپ نے فرمایا میرے کپڑے خیار بن ریاح کے پاس رکھے ہیں، ان سے جا کر لے لو، وہ ان کے پاس گئے، انہوں نے گاڑھے کے کپڑے نکال کر دیئے، عبید اللہ نے کہا یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں۔ خیار نے کہا میرے پاس تو امیر المؤمنین کے یہی کپڑے ہیں، عبید اللہ نے واپس جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی وہی عذر کیا، آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں، یہ جواب سن کر وہ لوٹنے لگے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے واپس بلا کر کہا اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو، تو لے سکتے ہو، چنانچہ سو درہم دلوادئے، اور وظیفہ تقسیم ہونے کے وقت کاٹ لئے گئے۔ (۱)

غذا:

غذا نہایت معمولی اور سادہ ہوتی تھی، روٹی اور روغن زیتون یا دال روٹی کھاتے تھے آپ کے غلاموں کو بھی یہی ملتا تھا، ایک مرتبہ ایک غلام نے شکایت کی کہ روز دال روٹی ملتی ہے، (۲) آپ کی بیوی نے جواب دیا، امیر المؤمنین کی یہی غذا ہے۔ (۳) اور یہ غذا بھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے، آپ کے غلام کا بیان ہے کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے اس وقت سے وفات تک کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ (۴) اگر کبھی کوئی اچھی چیز کھانے کی خواہش بھی ہوتی تھی تو اس کی مقدرت نہ تھی ایک مرتبہ انکو رکھانے کو دل چاہا، بیوی سے پوچھا: ”تمہارے پاس ایک درہم ہے میں انکو رکھانا چاہتا ہوں“ انہوں نے جھٹاکر جواب دیا ”امیر المؤمنین ہو کر تم کو ایک درہم کی استطاعت نہیں“ فرمایا: ”یہ جہنم کی ہتھکڑیوں سے میرے لئے زیادہ آسان ہے۔“ (۵)

ان کی زندگی دیکھ کر ان کی بیوی فاطمہ نے (جنہوں نے امارت کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی) بھی اسی رنگ میں اپنے کو رنگ لیا تھا اور بناؤ سنگار کو بالکل ترک کر دیا تھا، ایک مرتبہ ایک دولت مند گھرانے کی خاتون نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے کہا میرے شوہر کی یہی پسند ہے۔ (۶) ذمہ داری کا احساس اور خشیت الہی:

حکومت اور سلطنت دلوں کو سخت اور مواخذہ سے بے خوف بنادیتی ہے، لیکن عمر بن عبدالعزیز کے دل کو اس نے خشیت الہی سے لبریز کر دیا تھا، وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد تنہائی میں مسجد میں بیٹھ کر رورو کر دعائیں کرتے تھے، اور اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی تھی، آنکھ کھلتی تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا، اسی طرح روتے، دعائیں کرتے اور جاگتے سوتے ساری رات گزر جاتی تھی۔

یہ مشغلہ کبھی گھر میں تنہائی میں ہوتا تھا، ایک دن بیوی نے دیکھ لیا، اس نے وجہ پوچھی آپ نے ٹالنا چاہا مگر بیوی نے اصرار کیا اور کہا میں بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آپ نے بتایا کہ میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں، اس لئے جب میں بے کس، غریب محتاج، فقیر، گم شدہ قیدی اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اور خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا، اور رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے اگر میں خدا کے سامنے ان کا کوئی عذر اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی دلیل نہ پیش کر سکا تو مجھے خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے اور

۱۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۷۳

۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۷۴

۳۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۵۲

۴۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۵

۵۔ ایضاً، ص ۲۵۴

میرے آنسو نکل آتے ہیں، اور جس قدر میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں، اسی قدر میرا دل خوفزدہ ہوتا ہے۔ (۱)  
بعض لوگ آپ کے گریہ و بکا پر ملامت کرتے، آپ جواب دیتے تم لوگ مجھے رونے پر ملامت کرتے ہو، حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا  
ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو عمر اس کے بدلہ میں پکڑا جائے گا۔ (۲)

ایک مرتبہ آپ نے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ کو لکھا:  
”خدا کی تعظیم و خشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے، جس کو اس نے اس آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں، خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ  
سخت حساب دینے والا، اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں، مجھے خوف ہے  
کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کر دیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانے والے ہو تو برادر مؤمن جب تم میدان جہاد میں  
پہنچ جاؤ تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے اس لئے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ (۳)  
موت اور قیامت کا خوف:

سلاطین کی بزم طرب میں موت اور قیامت کے ذکر اور خوف کا گزر بھی نہیں ہوتا، لیکن عمر بن عبدالعزیز کی مجلس بزم عزاء ہوتی تھی، رات کو علماء جمع ہو کر  
موت اور قیامت کا ذکر کر کے اس طرح روتے تھے کہ جیسے ان کے سامنے جنازہ رکھا ہے۔ (۴)

رات رات بھر جاگ کر موت پر غور و فکر کیا کرتے تھے، اور آبر کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے ایک ہم جلس سے  
فرمایا میں رات بھر غور و فکر میں جاگتا رہا، اس نے پوچھا کس چیز کے متعلق، فرمایا قبر اور اہل قبر کے متعلق، اگر تم مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو  
تو انس و محبت کے باوجود اس کے پاس جاتے ہوئے خوف زدہ ہو گے، تم ایسا گھر دیکھو گے جس میں خوش لباس اور خوشبو کی بجائے کیڑے رینگ  
رہے ہوں گے، پیپ بہہ رہی ہوگی، اور اس میں کیڑے تیر رہے ہوں گے، بد بو پھیلی ہوگی، کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا، یہ کہہ کر ہچکی بندھ گئی اور بے ہوش  
ہو کر گر پڑے، ان کی بیوی پانی چھڑک کر ہوش میں لائیں۔ (۵)

یزید بن حوشب کا بیان ہے کہ ”میں نے حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، معلوم ہوتا تھا، گویا  
دوزخ ان ہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ (۶)

آیات قرآنی سے تاثر:

قرآن مجید کی موعظت والی آیات پڑھ کر بے حال ہو جاتے۔ ایک شب کو یہ آیت: (۷)

۷۔ ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ: بعض نے آپ کا نام عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ کنانی لکھا ہے، بعض نے خیال کیا ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ  
شخصیات ہیں، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی شخصیت ہے۔ آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے  
روایت کرتے ہیں، البتہ ابن ماجہ روایت نہیں کرتے، جبکہ امام بخاری نے اب المفرد میں روایت کی ہے۔ (۸)

۱۔ ایضاً، ص ۱۸۸-۱۸۹ تاریخ الخلفاء تذکرہ عمر بن عبدالعزیز ۲۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۲۹۱-۲۹۲ ۳۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۲

۴۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۸۷ ۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۲

۶۔ تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۷

۷۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۱۰۹ ۸۔ میزان الاعتدال، ج ۷، ص ۴۳۵

۹۔ ایضاً، ص ۲۳۸-۲۳۷

۸۔ ابوہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔ ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ تیسویں (۳۰) حدیث مبارکہ ہے۔ ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ حضرت ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ سے امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے، جبکہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے آپ سے روایت نہیں کی۔ ☆ سند کے پہلے راوی منطلی، دوسرے اور چوتھے بصری، تیسرے صنعانی، حضرت ابراہیم کنانی حجازی اور باقی مدنی ہیں۔ ☆ سند میں تین تابعین (زہری، عمر، ابراہیم) راوی ہیں۔ ☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ راشد پنجم شمار کئے جاتے ہیں، آپ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ ☆ سنن النسائی المجتبى میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔ ☆ حضرت ابوہریرہ مکثرین سبہ صحابہ میں بھی سب سے زیادہ روایات بیان کرنے والے ہیں۔ ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

توضواوا: تم وضو کرو،

مست: چھونے والی

النار: آگ۔

۱۷۲۔ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ - قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ"

۱۔ مطابقت:

راجع: ۱۷۱

۲۔ اطراف: ایضاً

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ هشام بن عبد الملک: آپ کا نام ابوتقی هشام بن عبد الملک بن عمران یزنی حمصی (م: ۲۵۱ھ) ہے، آپ رداۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ، صدوق راوی ہیں، آپ کو امام ابو حاتم نے متقانی الحدیث، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ، امام ابوداؤد نے شیخ ضعیف اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ صدوق ربما وہم لکھا

ہے۔ امام ابو داؤد، نسائی رحمہم اللہ ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ محمد بن حرب: آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن حرب البرش خولانی حمصی (ص: ۱۹۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ کی ثقاہت پر آئمہ جرح و تعدیل متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ الزہیری: راجع: ۵۶

۴۔ عبد اللہ بن قارظ: ایضاً

۵۔ عمر بن عبد العزیز: راجع: ۱۷۱

۶۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۷۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

### ۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ اکتسویں (۳۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت ہشام اور عبد اللہ بن قارظ رحمہم اللہ پر بعض نے صدوق ہونے کا حکم لگایا ہے۔

☆ سند میں محمد۔ یعنی ابن حرب، سے اس قاعدہ کی رعایت کی گئی ہے، کہ ابن حرب کا ذکر شیخ نے نہیں کیا تھا، بلکہ راوی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تین دفعہ، حدیث دو دفعہ، عن اور سمعت ایک ایک دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

### ۶۔ لغات:

راجع: ۱۷۱

۱۷۳۔ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرِ - وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ - قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَكَلْتُ أَثْوَارَ أَقِطٍ فَتَوَضَّأْتُ مِنْهَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

حضرت عبد اللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہم اللہ کا بیان ہے:

میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کی چھت پر وضو کرتے دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے پیر کے چند ٹکڑے کھائے تھے، اس لئے وضو کر رہا ہوں، کیونکہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے پر، وضو کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

ii۔ تہذیب الکمال، ج ۳۰، ص ۲۲۶

i۔ البحر التحذیل، ج ۹، ص ۶۶

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۴۰۲

i۔ تاریخ الداری، ص ۱۹۱

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا آخری حصہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے۔

۲۔ اطراف:

راجع: ۱: ۷۱

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں نور راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گذر چکے ہیں، باقی پانچ کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ الربیع بن سلیمان: آپ کا نام ابو محمد الربیع بن سلیمان داؤد اعرج حمیری ازدی مرادی مصری ہے، آپ کی پیدائش تقریباً ۱۸۰ھ ہے، اور وفات ۲۸ ذی الحجہ بروز اتوار ۲۵۶ھ ہے۔ آپ روادے کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ امام ابو داؤد، نسائی، ابن ابی داؤد، امام طحاوی، ابو بکر باغندی اور دوسرے محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ اسحاق بن بکر: آپ کا نام ابو یعقوب اسحاق بن بکر بن مضر بن محمد بن حکیم بن سلمان مصری (۱۴۲ھ تا ۲۱۸ھ) ہے، آپ روادے کے دسویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، صدوق راوی ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابن یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ فقیہ مفتی ہیں، امام لیث کے شاگردوں میں سے تھے اور انہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ امام ابو حاتم رازی، فرماتے ہیں: آپ کو اپنے والد کی طرف سے ایک صندوق ورثہ میں ملا ہوا تھا، جس میں بہت ساری کتب موجود تھیں، (۲)

۳۔ بکر بن مضر: آپ کا نام ابو محمد بکر بن مضر بن محمد بن حکیم بن سلمان مصری (۱۰۲ھ تا ۱۷۴ھ) ہے، آپ روادے کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں۔ آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آپ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ امام ابن ماجہ روایت نہیں کرتے۔ (۳)

۴۔ جعفر بن ربیعہ: آپ کا نام ابو شریحیل جعفر بن ربیعہ بن شریحیل بن حسنہ کندی مصری (م: ۱۳۶ھ) ہے، آپ روادے کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، صدوق، تابعی راوی ہیں، آپ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۴)

۵۔ بکر بن سوادہ: آپ کا نام ابو تمامہ بکر بن سوادہ بن ثمامہ جزامی مصری (م: ۱۶۸ھ) ہے، آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، فقیہ، تابعی راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بفریقہ کو فقہ سیکھنے کے لئے آپ کے پاس بھیجتے تھے۔ امام ابن یونس رحمہ اللہ مطابق: آپ نے افریقہ میں وفات پائی، بعض نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات اندلس کے درمیان میں ڈوبنے سے واقع ہوئی۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ (۵)

- |                                     |                                      |
|-------------------------------------|--------------------------------------|
| i۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۴۸۳ تا ۴۸۴ | ii۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۲۳۳          |
| ۱۔ تاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۲۸۳         | ii۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۴۸ تا ۲۴۹ |
| ۲۔ الجرح والتعديل، ج ۲، ص ۳۹۲       | ii۔ تاریخ الثقات، ص ۵۵               |
| ۳۔ انصر، ج ۱، ص ۱۸۳                 | iii۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۵۹۲       |
| ۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۵۱۴        | ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۱۳        |



۶۔ محمد بن مسلم: راجع: ۱

۷۔ عمر بن عبد العزیز: راجع: ۱۷۱

۸۔ عبد اللہ بن ابراہیم: ایضاً

۹۔ ابو ہریرۃ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت تسامعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ☆ تسامعیات کے اعتبار سے یہ پہلی حدیث مبارکہ ہے۔ ☆ سنن النسائی المجتبیٰ میں بھی یہ پہلی حدیث مبارکہ تسامعیات ہے۔ ☆ اب تک ذکر کی گئی احادیث میں یہ سب سے طویل سند والی روایت ہے۔ ☆ اس باب کی پہلی دو احادیث مبارکہ سماعیات سے ہیں اور یہ تسامعیات میں سے ہے۔ ☆ تسامعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے انزل و اطول سند ہے۔ ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ☆ سند کے پہلے پانچ راوی مصری اور باقی مدنی ہیں، البتہ حضرت عبد اللہ بن قارظ، حجازی ہیں۔ ☆ سند میں پانچ تابعین کرام (جعفر، بکر، زہری، عمر بن عبد العزیز، عبد اللہ قارظ) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ ☆ بہت کم اسناد ایسی ہوتی ہیں، جن میں بیک وقت اتنے تابعین کرام موجود ہوں۔ ☆ سند میں حدیث اسحاق بن بکر، وھو ابن مضر، سے مراد ہے کہ شیخ نے صرف اسحاق بن بکر روایت کیا ہے اور راوی نے۔ وھو ابن مضر کا اضافہ کیا ہے۔ ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، راایت، سمعت ایک ایک دفعہ، حدث دو دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

یتوضاء: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے

رایت: میں نے دیکھا

اکلت: میں نے کھایا

علی ظہر المسجد: مسجد کی چھت پر

اقط: ٹکڑا۔ بڑا ٹکڑا

اثوار: ثور کی جمع، پنیر

یا مر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے۔

سمعت: میں نے سنا

۱۷۴۔ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنِي

يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيِّ أَنَّهُ

سَمِعَ الْمُطَّلِبَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ يَقُولُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

أَتَوْضَأُ مِنْ طَعَامِ أَجْدَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَلَالًا لِأَنَّ النَّارَ مَسْتَهْ

فَجَمَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَصَى فَقَالَ أَشْهَدُ عَدَدَ هَذَا الْحَصَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "تَوَضَّؤْا مِنَّمَا مَسَّتِ النَّارُ"

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:



آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو۔

## ۲۔ اطراف:

ترمذی: ۷۹، ابن ماجہ: ۴۸۵، احمد: ۱۰۸۵۰، تحفۃ الاشراف: ۱۴۶۱۴

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات پہلے گزر چکے ہیں، باقی تین کے حالات درج کئے جاتے ہیں، البتہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے حالات دوبارہ قدرے تفصیل سے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ ابراہیم بن یعقوب: آپ کا نام ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق سعدی جوزجانی (م: ۲۵۰ھ) ہے، آپ روادۃ کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ حافظ، مصنف راوی ہیں، آپ دمشق میں رہائش پذیر ہو گئے تھے، بعض نے ناہمی ہونے کی نسبت کی ہے، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ عبدالصمد بن عبدالوارث: آپ کا نام ابوسهل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید بن ذکوان عنبری تنوری بصری (م: ۲۰۶ھ) ہے، آپ روادۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ، ثابت، صدوق، راوی ہیں، امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں ثابت ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

## ۳۔ عبدالوارث: راجع: ۶:

۴۔ حسین المعلم: آپ کا نام حسین بن ذکوان معلم مکتب عوزی بصری (م: ۱۴۵ھ) ہے، آپ روادۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، البتہ علامہ عقیلی نے ضعیف کا قول کیا ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت یحییٰ بن کثیر کے شاگردوں میں زیادہ ثقہ راوی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: حضرت هشام دستوائی، پھر امام اوزاعی، پھر حسین معلم رحمہم اللہ، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

## ۵۔ یحییٰ بن کثیر: راجع: ۲۴:

## ۶۔ عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی:

امام اوزاعی ان ائمہ تبع تابعین میں سے ہیں، جن کا شمار دوسری صدی کے ممتاز مجتہدین مثلاً امام ابو حنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے زمرہ میں ہوتا ہے۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں فقہ وحدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے۔ ان میں ایک کے بانی یہ امام اوزاعی بھی ہیں۔ انہوں نے تقریباً پوری زندگی شام میں بسر کی، اس لئے زیادہ تر یہیں ان کے مسلک وفقادی کی ترویج واشاعت ہوئی اور یہیں سے یہ مسلک اندلس پہنچا۔

i۔ طبقات الحفاظ، ج ۱، ص ۲۴۸

۱۔ العقد الثمین، ج ۳، ص ۲۷۴

ii۔ التاریخ الکبیر، ج ۶، ص ۱۰۵

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۴۴

iii۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۹۳

ii۔ المغنی، ج ۱، ص ۱۷۱

۳۔ لسان المیزان، ج ۷، ص ۱۹۷

شام بنو امیہ کا سب سے بڑا سیاسی مرکز تھا۔ اس لئے اموی حکومت پر بھی ان کے علم و فضل اور فقہ و فتاویٰ کا اثر پڑا تھا، غالباً اسی وجہ سے حکومت نے ان کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا۔ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دی۔

۱۳۲ھ میں جب مشرق سے بنو امیہ کا سیاسی اقتدار ختم ہوا تو اس خاندان کے بعض حوصلہ مند افراد مغرب اقصیٰ پہنچے اور اندلس کی حکومت میں ایک نئی جان ڈالی، ان کے ذریعہ امام اوزاعی کا مسلک اندلس آیا، اور ایک مدت تک اس پر اہل اندلس کا عمل رہا۔ شام میں تقریباً دو صدی تک اور اندلس میں تقریباً ایک صدی یعنی حاکم بن ہشام متوفی ۲۵۶ھ کے عہد تک یہ مسلک زندہ رہا۔ اس کے بعد مشرق میں حنفی و شافعی اور مغرب میں مالکی و حنبلی مسلکوں نے اس کی جگہ لے لی، اور بالآخر آہستہ آہستہ اس مسلک پر تعامل ختم ہو گیا، فقہ و حدیث کی کتابوں میں اب بھی ان کے مجتہدات کا ذکر ملتا ہے۔

ابتدائی حالات:

امام اوزاعی کا نسب تعلق یمن کے قبیلہ بنو ہمدان یا بنو حمیر سے تھا، مگر ان کا خاندان وہاں سے ترک وطن کر کے شام چلا آیا، اور یہاں دمشق کے قریب ایک بستی اوزاع میں بود و باش اختیار کر لی، اسی نسبت سے ان کو اوزاعی کہا جاتا ہے۔ (بعض ارباب تذکرہ نے لکھا ہے کہ الوزاع یمن کے قبیلہ ذوالکلاع کی ایک شاخ کا نام ہے، یمن سے ترک وطن کر کے جب یہ لوگ شام آئے، تو جہاں یہ آباد ہوئے، اسی مقام کا نام اوزاع پڑ گیا، مگر حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: کہ اصل من سبی السند، ان کا خاندانی تعلق سندھ سے تھا اور اس اعتبار سے ان کو ہندوستانی کہنا چاہیے۔ (۱)

بچپن کا نام عبدالعزیز تھا، بعد میں انہوں نے اسے تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھا، اور اسی نام سے وہ مشہور ہیں، ان کی کنیت ابو عمرو اور والد کا نام عمرو تھا۔ (دمشق کے پاس ایک گاؤں تھا، اس نام کے دوہرے مقامات بھی ہیں) (ابن خلکان ج ۱ ص ۴۹۲، ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے آخری عمر بیروت میں سکونت اختیار کر لی تھی، شام کے مشہور شہر بعلبک میں ۸۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی، ابھی بچے ہی تھے کہ سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا اور یتیم ہو گئے، ماں نے نہ جانے کن کن مصیبتوں اور تکلیفوں کے ساتھ ان کی پرورش کی، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان کی نشو و نما کسی ایک جگہ نہیں ہوئی، بلکہ ان کی والدہ (غالباً معاشی پریشانیوں کی وجہ سے) ان کو شہر بہ شہر لئے پھرتی تھی، بہت دنوں تک ادھر ادھر کی خاک چھاننے کے بعد، خدا نے نہ جانے کیا صورت پیدا کر دی کہ بیروت میں قیام پذیر ہو گئیں۔

درس و افتاء:

بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ تیرہ برس کی عمر میں مسند درس و افتاء پر بیٹھ گئے تھے۔ مگر اس روایت میں یا تو مبالغہ ہے کہ ۱۱۳ھ سے جب ان کی عمر پچیس برس کی تھی، انہوں نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

یہ تو پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے باقاعدہ اپنی کوئی مجلس درس قائم کی تھی، مگر تمام ارباب تذکرہ لکھتے ہیں کہ دینی مسائل میں اہل شام ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، ہقل بن زیادہ جو ان کے خاص شاگرد ہیں، ان کا بیان ہے کہ

افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلة بحدثنا واخبرنا۔ (۲)

”انہوں نے ستر ہزار مسکوں کا جواب حدیث کی روشنی میں دیا۔“

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی خاص مجلس درس تو قائم نہیں تھی، مگر دوسرے طریقوں سے اہل علم ان سے استفادہ و روایت کرتے تھے، محاسن المساعی میں ہے کہ وہ نماز فجر کے بعد خاص ضرورت کے علاوہ کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے بلکہ ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے، تلامذہ انتظار میں رہتے تھے، جب سورج نکل آتا تھا تو استاذ و تلامذہ فقہ و حدیث کے مذاکرہ میں لگ جاتے تھے، ثم یقومون فیتذاکرون فی الفقہ والحدیث۔ (۱)

فضل و کمال:

ان کے فضل و کمال کا اعتراف تمام اکابر آئمہ فقہ و حدیث نے کیا ہے، حضرت یحییٰ بن معین، فرماتے تھے، آئمہ تو چار ہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ (۲) ابھی تک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلکوں کی شہرت نہیں ہوئی تھی، بلکہ اسلامی مملکت کی بیشتر آبادی ان ہی آئمہ کے فقہ و فتاویٰ پر عامل تھی (عبدالرحمن مہدی کا قول ہے: کہ اس وقت حدیث میں چار امام ہیں، امام اوزاعی، امام مالک، سفیان ثوری اور حماد بن زید۔ (۳) ان ہی کا قول ہے کہ شام میں امام اوزاعی سے زیادہ سنت نبوی ﷺ کا جاننے والا کوئی دوسرا نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے، کہ میں نے حدیث میں ان سے زیادہ سمجھدار اور فقیہ آدمی نہیں دیکھا۔ (۴) حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ اپنے زمانہ کے امام ہیں، حضرت ابواسحاق فرازی، کا قول ہے: کہ میں نے امام اوزاعی، اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جیسا صاحب علم و فضل نہیں دیکھا۔ (۵)

ابوزرعہ رازی فرماتے تھے: امام اوزاعی اپنے علم و فضل اور کثرت روایت کی بنا پر اہل شام کے مرجع بن گئے تھے، اور اہل شام ان ہی سے فتاویٰ لیتے تھے۔ انہوں نے تقریباً ستر ہزار مسائل کا جواب حدیث و آثار کی روشنی میں دیا تھا، حضرت امیہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ (مشہور تابعی ہیں) کے مقابلہ میں اوزاعی کا کیا درجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اوزاعی کا رتبہ ہمارے نزدیک مکحول سے زیادہ ہے، پوچھا: کہ مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحابہ کرام کو دیکھا تھا، فرمایا: کہ ہاں روایت صحابہ کا فضل انہیں ضرور حاصل تھا، مگر یہ فضل اضافی ہے، امام اوزاعی میں جو فضل و کمال ہے وہ ان کا ذاتی ہے۔ (۶) دوسری روایت میں ہے کہ ان میں علم و عبادت اور اظہار حق ہر چیز جمع تھی۔

امام مالک فرماتے تھے کہ امام اوزاعی ان آئمہ میں ہیں جن کی اقتدا کی جاسکتی ہے۔ (۷)

امام نووی ان کے فضل و کمال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد اجمع العلماء علی امامۃ الاوزاعی و جلالہ و علو مرتبۃ و کمال فضلہ

”امام اوزاعی کی امامت، جلالت، شان، علو مرتبت اور فضل و کمال پر سب کا اتفاق ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اظہار حق میں ان کی جرأت و ہمت کے بارے میں سلف کے اقوال مشہور و معروف ہیں۔ (۸)

حافظ ابن کثیر نے ان کے علم و فضل کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

- |                    |                                |                             |                                 |
|--------------------|--------------------------------|-----------------------------|---------------------------------|
| ۱۔ تہذیب ج ۶ ص ۲۳۹ | ۲۔ البدایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶          | ۳۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۲۳۹ | ۴۔ ایضاً ص ۲۴۲                  |
| ۵۔ ایضاً ص ۲۴۲     | ۶۔ تہذیب السماء ج ۱ ص ۹۹۹، ۳۰۰ | ۷۔ البدایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶       | ۸۔ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ |

خلفاء، وزراء اور تجار وغیرہ کے کسی طبقہ میں بھی ان سے زیادہ صاحب علم و فضل اور فصیح و بلیغ، متقی و پرہیزگار آدمی نہیں دیکھا، فقہ و حدیث، سیرت و مغازی اور دوسرے اسلامی علوم میں، نہ صرف اپنے اہل وطن پر، بلکہ تمام ممالک اسلامیہ پر ان کی سیادت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا، زبان و ادب کا ذوق بھی ان میں فطری تھا، ان کی تحریر و تقریر دونوں نہایت فصیح و بلیغ ہوتی تھیں، ان کی زبان سے جو بات بھی نکلتی تو لوگ حسن بیان اور فصاحت کی وجہ سے اس کو لکھ لیتے تھے، اور وہ تحریر بطور نمونہ اپنے پاس رکھتے تھے، دربار خلافت میں بھی ان کی تحریریں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں، خصوصیت سے عباسی خلیفہ منصور کو ان کی تحریر بہت پسند تھی، ایک بار اس نے اپنے خاص کاتب سے کہا: کہ حکومت کی طرف سے جو خطوط و فرامین ملک کے دوسرے حصوں میں بھیجے جاتے ہیں، ان میں تمہیں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے مدد لینا چاہیے، تاکہ ان خطوط کی زبان فصیح و بلیغ سمجھی جائے۔ کاتب نے کہا: کہ امیر المومنین! پوری مملکت میں اس وقت ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے، جو ان کی تحریر کا چربہ اتار سکے یا اس کی تقلید کر سکے۔ (۱)

عقائد میں ان کا مسلک:

اس زمانہ میں جبر و قدر کے مسائل عام طور پر رائج ہو گئے تھے، خاص طور پر ایمان کے بسیط و مرکب ہونے کی بحثیں عام طور پر اہل علم کا موضوع بحث تھیں، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں عام محدثین اور سلف کا مسلک رکھتے تھے، فرماتے ہیں: کہ ہمارے اسلاف ایمان و عمل میں تفریق نہیں کرتے تھے، عمل ایمان سے ہے اور ایمان عمل سے، ایمان ایک جامع لفظ ہے، تو جو اپنی زبان سے ایمان کا اقرار کرے، قلب میں اس کی معرفت رکھے، اور عمل سے اس کا ثبوت دے، اس نے ایک کڑا تھام لیا، جو ٹوٹ نہیں سکتا، فقہا استمسک بالعروة الوثقی، الانقسام لھا۔ اور جو شخص زبان سے تو ایمان کا اظہار کرے، مگر نہ تو اس کا قلب اس کی معرفت کا لذت شناس ہوا، اور نہ وہ عمل سے اس کا ثبوت دے تو ایسے شخص کا ایمان خدا کے ہاں مقبول نہیں، آخرت میں وہ ناکامیاب ہوگا۔

بیش قیمت اقوال:

☆ جب تم کو کوئی حدیث نبوی ﷺ صحیح طریقے سے مل جائے، تو پھر اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ کہتے تھے، وہ اللہ کے مبلغ کی حیثیت سے کہتے تھے۔ (یعنی اس کو اللہ ہی کا پیغام سمجھنا چاہیے۔)

☆ سلف صالحین یعنی صحابہؓ و تابعینؓ اقوال و اعمال کو اپنے اوپر لازم کر لو، اگرچہ لوگ اس میں تمہارا ساتھ نہ دیں، اس کے مقابلہ میں اور کسی شخص کی رائے کو، خواہ وہ کتنے ہی اچھے اور دلفریب پیرائے میں کیوں نہ پیش کی گئی ہو، کوئی اہمیت نہ دو۔ اور اس کے قبول کرنے سے پرہیز کرو، اس سے دین بھی واضح اور روشن رہے گا، اور تم بھی راہ راست پر قائم رہو گے۔

☆ العلم ما جاء عن اصحاب محمد و ما لم یجی عنہم فلیس بعلم

حقیقی علم وہ ہے جو صحابہ کرام سے ثابت اور منقول ہے، اور جو ان سے ثابت نہ ہو، وہ علم نہیں ہے۔

☆ ولید کا بیان ہے کہ میں نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ ”دنیا میں انسان عمر کی جتنی گھڑیاں گزار رہا ہے، وہ سب اس کے سامنے ترتیب سے پیش کی جائیں گی، تو زندگی کی جو ساعت اللہ کی یاد سے غفلت میں گزری ہے، اس پر نفس کو سخت افسوس ہوگا۔ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے، لیکن اگر کوئی شخص کوئی بات پوچھتا تھا: تو اس کا جواب ضرور دیتے تھے۔

☆ ایک عیسائی نے ایک منکا شہد ہدیہ دیا، اور کہا: کہ آپ ایک خط شہر بعلبک کے والی کو (مالی مدد کے لئے) لکھ دیجئے، آپ نے اس سے کہا: کہ اگر خط لکھوانا چاہتے ہو، تو اس کی شرط یہ ہے کہ شہد لے لو، ورنہ میں شہد تو قبول کر لوں گا، مگر خط نہیں لکھ سکتا، وہ راضی ہو گیا۔ آپ نے شہد واپس کر دیا، اور اس کی امداد کے لئے خط لکھ دیا اور اس کی مدد ہو گئی۔

☆ سلامتی اور عافیت کے دس اجزاء ہیں، جن میں ۹ کے برابر تو خاموشی ہے، اور اسی کا ایک جز لوگوں سے بے نیازی ہے۔

☆ ایک بار اپنے ایک شاگرد سے فرمایا: کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اس کو ہر معاملہ میں آسانی میسر آتی ہے، اور جو شخص یہ جان لے کہ گفتگو بھی ایک عمل ہے (جس کی باز پرس ہوگی) تو وہ بات چیت کم کرے گا۔

☆ ایک شاگرد کا بیان ہے کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ ”ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں سب سے زیادہ کمی مونس و غمخوار بھائی کی، حلال پیسے اور اتباع سنت کی ہوگی۔“

☆ سلف صالحین کا حال یہ تھا کہ صبح صادق کے وقت یا اس سے کچھ پہلے ہی سے وہ ذکر و عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے، جب طلوع آفتاب کا وقت ہوتا تھا، تو سب لوگ جمع ہو کر پہلے قیامت اور اس کی ہولناکی کے بارے میں بات چیت کرتے تھے، پھر تعلیم دین کا چرچا ہوتا تھا۔

☆ پانچ باتیں تمام صحابہ رحمۃ اللہ علیہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں مشترک تھیں:

(۱) اجتماعیت (۲) اتباع سنت (۳) تعمیر مساجد (۴) تلاوت قرآن پاک (۵) جہاد (۱)

☆ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، تو اس میں بحث و مباحثہ اور جدال و مناظرہ کا دروازہ کھول دیتا ہے، اور علم و عمل کے دروازے ان کے لئے بند کر دیتا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کی محبت ایک مومن ہی کے قلب میں جمع ہو سکتی ہے، جو شخص علماء کے شاذ و نادر اقوال پر عمل کرے گا، وہ ایک دن اسلام کے دائرہ سے نکل جائے گا۔ فرمایا: کہ براہو غیر عابد فقہاء اور حرام چیزوں کو شبہ کی بنا پر حلال کر دینے والوں کا، جس شخص نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی، اس کا ورع و تقویٰ سلب ہوا۔

☆ جو داعظ خدا کی رضا کے لئے وعظ نہیں کہتا، اس کی باتیں دل سے اس طرح نکل جاتی ہیں، جس طرح پتھر کے اوپر سے پانی، فرمایا: مومن بات کم کرتا ہے اور عمل زیادہ، اور منافق عمل کم کرتا ہے، اور بات زیادہ۔

☆ سنت نبوی پر جم جاؤ اور اہل سنت کا جو موقف ہے، وہی تم اختیار کرو، جس چیز سے وہ رکے تم بھی رکو، سلف صالح کے راستے پر چلو، ایمان بغیر زبان کی شہادت کے استوار اور درست نہیں ہوتا، اور ایمان و قول بغیر عمل کے درست نہیں ہوتا، اور یہ تینوں چیزیں حسب سنت نبوی ﷺ نہایت کے بغیر درست نہیں ہوتیں۔

☆ کسی نے پوچھا: کہ اس حدیث: اکثر امتی دخولا فی الجنة اهل البلہ میں اهل البلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا:

الذين يعرفون الخير ولا يعرفون الشر.

”جو صرف بھلائی ہی جانتے ہیں برائی اور شر سے واقف ہی نہیں۔“

۱۔ حسن المسامی، ص ۱۳۸

ابن ندیم نے ان کی دو کتابوں کا نام لیا ہے۔ (۱) کتاب السنن فی الفقہ۔ (۲) کتاب المسائل فی الفقہ، ان کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب جس کا ذکر تذکروں میں نہیں ملتا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ”مسائل سیر ومغازی“ کے رد میں لکھی تھی، جس کے جواب میں امام ابو یوسف نے ایک کتاب الروعی السیر الاوزاعی لکھی، اور امام محمد نے السیر الکبیر میں جا بجا اس کے جوابات دیئے ہیں۔

یہ علم نہیں ہو سکا کہ امام اوزاعی کی کتاب دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود ہے یا نہیں، مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پوری کتاب اپنی کتاب الام جلد سادس میں نقل کر دی ہے۔ اور امام ابو یوسف کی کتاب جو نختہ المعارف العثمانیہ کی طرف سے چھپ کر منصف شہود پر آ گئی ہے، اس سے بھی امام اوزاعی کی کتاب کی حیثیت اور سیر ومغازی میں ان کے علم و نظر کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

☆ سیر ومغازی کے جو مسائل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے درس میں املا کراتے تھے، تلامذہ ان مسائل کو مرتب کر لیا کرتے تھے، خصوصیت سے امام محمد ان مسائل کا جو مجموعہ السیر الصغیر کے نام سے مرتب کیا تھا۔ وہ بہت مقبول ہوا، یہ مجموعہ جب امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے پوچھا: یہ کتاب کس کی تصنیف ہے؟ بتایا گیا کہ امام محمد عراقی کی، بولے اہل عراق نے سیر ومغازی کے موضوع پر تصنیف کیوں شروع کر دی؟ اس لئے کہ ان کو سیر ومغازی کا کوئی علم نہیں ہے، (یہ علم صحابہ کے ذریعہ پہنچا ہے) اور صحابہ تو شام کے ایک حصہ اور حجاز میں پہنچے تھے، عراق تو بہت بعد میں فتح ہوا ہے۔ (۱)

چنانچہ امام اوزاعی نے ان مسائل کی تردید میں ایک کتاب لکھی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ان تمام مسائل میں امام صاحب کی پوری وکالت کی ہے۔ اور ان کے اقوال کی ترجیح کے لئے عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگا دیا ہے، مگر پھر بھی بعض مسائل میں انہوں نے اپنے امام اور استاذ کے مقابلہ میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے، یا اس کی طرف رجوع کر لیا ہے۔

وفات:

امام اوزاعی کی وفات بڑے دردناک طریقہ سے ہوئی، یہ بیروت میں تھے، ایک دن حمام میں غسل کے لئے گئے، صاحب حمام لا علمی میں باہر سے دروازہ بند کر کے کہیں چلا گیا، اندر آگ جل رہی تھی، اور باہر سے ہوا جانے کا کوئی راستہ نہ تھا، اس لئے اسی حالت میں وہ جاں بحق ہو گئے، جب صاحب حمام واپس آیا اور اس نے دروازہ کھولا! تو دیکھا کہ آپ کا داہنا ہاتھ سر کے نیچے ہے اور قبلہ رو فرش زمین پر مردہ پڑے ہیں۔ (بعض تذکروں میں ہے کہ آپ کی اہلیہ نے لا علمی میں دروازہ بند کر دیا تھا)، یہ حادثہ عظمیٰ صفر یا ربیع الاول ۱۵۷ھ میں پیش آیا۔

آپ کی وفات تو بیروت شہر میں ہوئی مگر تدفین بیروت کے باہر ایک موضع خنوس میں ہوئی، اس بستی کے بارے میں ابن خلکان نے اپنے زبانہ کا حال لکھا ہے کہ اس بستی (۲) کے تمام باشندے مسلمان ہیں اور بستی کے خواص تو امام اوزاعی سے واقف ہیں، مگر عوام صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہاں ایک بزرگ کی قبر ہے، ان کی موت پر بعض شعراء نے مرثیے بھی کہے، مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔

عرضت له الدینا فاعرض مقلعا ○ عنها بزهدہ ایما اقلاع

دنیا ان کے سامنے پیش کی گئی مگر انہوں نے زہد و قناعت کی وجہ سے اس سے ہمیشہ گریز کیا، ان کے زہد و قناعت کا اندازہ اس سے کرنا چاہیے، کہ

۱۔ السیر الکبیر، ص ۴

۲۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۴۹۳

جب انتقال ہوا تو پورا اثاثہ بیت چند درہم سے زیادہ کا نہیں تھا۔  
حلیہ:

ابن خلکان نے ان کا حلیہ یہ بتایا ہے، میانہ قد، گندمی رنگ، ہلکی داڑھی، جس میں مہدی کا خصا ب لگا ہوتا تھا۔ (۱)

۷۔ المطلب بن عبد اللہ بن حطب: راجع: ۸۱

۸۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت ثمانیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ ثمانیات کے اعتبار سے یہ چھٹی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ مطلب بن عبد اللہ صدوق کثیر التذلیس والا رسال ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ امام نسائی رحمہ اللہ کے شیخ حضرت ابراہیم بن یعقوب رحمہ اللہ سے امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں، اور حضرت مطلب بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے آئمہ سنن اربعہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند میں تین تابعین کرام (یحییٰ، عبد الرحمن، مطلب) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تا، مع ایک ایک دفعہ، قال اور عنہ دو دفعہ اور حدیث تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اتوضا: کیا میں وضو کروں طعام: کھانا اجده: میں نے اسے پایا النار: آگ

مستہ: اس کو چھوا جمع: اس نے جمع کیا

حصی: حصہ کی جمع کنکریاں اشہد: میں گواہی دیتا ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے پر وضو کرو۔

۱۷۵۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَوَضَّؤْا مِنَّا مَسَّتِ النَّارُ"

۱۔ سیر الصحابہ، ج ۳، تصحیح تابعین، حصہ اول، ص ۱۴۲-۱۶۶



۱۔ مطابقت:

راجع: ۱۷۱

۲۔ اطراف: ایضاً

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، باقی تین کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن بشار: راجع: ۲۷

۲۔ ابن ابی عدی: آپ کا نام ابو عمرو محمد بن ابراہیم بن ابی عدی سلمیٰ قسلی بصری (م: ۱۹۴ھ) ہے، حضرت ابراہیم کی کنیت ابو عدی تھی۔ آپ روایت کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت و عدالت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۴۔ عمرو بن دینار: راجع: ۱۵۴

۵۔ یحییٰ بن جعدہ: آپ کا نام یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب قریشی مخزومی ہے، آپ روایت کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسل (منقطع) روایت کرتے ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ امام ترمذی نے کتاب الشمائل میں روایت کیا ہے۔ (۲)

۶۔ عبداللہ بن عمرو: آپ کا نام عبداللہ بن عمرو بن عبدقاری ہے، آپ حضرت عبداللہ بن عبد اور عبد الرحمن بن عبد کے بھتیجے ہیں، آپ روایت کے چوتھے طبقہ سے ثقہ، مقبول، متقن راوی ہیں۔ امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۷۔ ابو ہریرۃ: راجع: ۱

۴۔ حکم روایت:

یہ روایت دیگر شواہد و متابعات کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ بیسویں (۳۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۹۲ ii۔ الثقات، ج ۷، ص ۴۴۰

۲۔ التاریخ الکبیر، ج ۸، ص ۲۶۵ ii۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۵۲۹

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۰۴ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۱۱



- ☆ سند کے پہلے تین راوی بصری، اگلے دو کی اور آخری دو مدنی ہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو کنیت کے اعتبار سے غیر معروف ہیں۔
- ☆ سند کے تمام رواۃ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمۃ اللہ علیہ سے آئمہ سنن اربعہ اور عبداللہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند میں تین تابعین کرام (عمرو، یحییٰ، عبداللہ) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر، حدیث ایک ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات: راجع: ۱۷۱

- ۱۷۱۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا أُنْبَأْنَا ابْنَ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرُو بْنِ دِينَارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مُحَمَّدُ الْقَارِيُّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَوَضَّؤُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ"
- حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
- آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو۔

## ۱۔ مطابقت: راجع: ۱۷۱

## ۲۔ اطراف: ایضاً

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، ان سب کے حالات گذر چکے ہیں:

- |                     |           |                   |           |
|---------------------|-----------|-------------------|-----------|
| ۱۔ عمرو بن علی:     | راجع: ۴   | ۲۔ محمد بن بشار:  | راجع: ۲۷  |
| ۳۔ ابن ابی عدی:     | راجع: ۱۷۵ | ۴۔ شعبہ:          | راجع: ۲۶  |
| ۵۔ عمرو بن دینار:   | راجع: ۱۵۳ | ۶۔ یحییٰ بن جعدہ: | راجع: ۱۷۵ |
| ۷۔ عبداللہ بن عمرو: | ایضاً     | ۸۔ ابوالیوب:      | راجع: ۲۰  |

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ حدیث مبارکہ سابعیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ تینتیسویں (۳۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے چار راوی بصری، اگلے دو کی اور حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ مدنی ہیں۔

☆ سند میں حضرت عبداللہ بن عمرو قاری کی نسبت غیر معلوم ہے۔

☆ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ عظیم اور خوش قسمت صحابی ہیں، جن کے ہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد قیام فرمایا۔

☆ سند میں عن عبداللہ بن عمرو، قال محمد القاری سے مراد ہے کہ حضرت محمد بن بشار نے جب سند ذکر کی، تو انہوں نے عن عبداللہ بن عمرو القاری کہا، یعنی عبداللہ بن عمرو کے بعد القاری کا اضافہ فرمایا۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا ایک ایک دفعہ اور عنعندہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات: غیرت: وہ ایک چیز بدلی۔ مراد ہے آگ سے پکی۔

۱۷۷۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ وَهُوَ ابْنُ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ جَعْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِي عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَوَضَّؤُوا مِنَّا غَيْرَتِ النَّارُ"

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ سے پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔

۱۔ مطابقت: راجع: ۱۷۱

۲۔ اطراف:

احمد: ۱۶۳۴۹، السنن الکبریٰ: ۱۸۱، تحفۃ الاشراف: ۳۷۸۱

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے چھ راویوں کے حالات گذر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ عبید اللہ بن سعید: راجع: ۱۵

۲۔ ہارون بن عبداللہ: راجع: ۶۲

۳۔ حریم بن عمارۃ بن ابی حفصہ: آپ کا نام ابوروح حریم بن عمارہ بن ابی حفصہ بن ثابت عتکی بصری (م: ۲۱۱ھ) ہے، آپ زواۃ کے نویں طبقہ سے صدوق راوی ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام ترمذی روایت نہیں کرتے۔ (۱)

۴۔ شعبۃ: راجع: ۲۶

۵۔ عمرو بن دینار: راجع: ۱۵۳

۶۔ یحییٰ بن جعدہ: راجع: ۱۷۳

۷۔ عبداللہ بن عمرو القاری: راجع: ۱۷۵

۸۔ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ:

زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے: زید بن اہل ابن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناة کی

۱۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۶۱

۱۰۔ تاریخ الداری، ص ۱۰۷

بٹی تھیں، جو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جدی رشتے میں تھے، قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی ﷺ سے غربی جانب باب الرحمہ کی طرف سکونت پذیر تھا، اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے۔ قبل از اسلام ابو طلحہ رضی اللہ عنہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے، اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے اور اس کے لئے ان کے ندیموں کی ایک مجلس تھی۔ (۱)

اسلام:

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا، بہ مشکل بیس سال کی عمر ہوگی، کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ (حضرت انس کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، یہ وہ وقت تھا، جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کے پر جوش شیدائی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے، مدینہ منورہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے روانہ ہوا تھا، اس میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس بیعت میں حضرت ابو طلحہ کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو انصار کا نقیب مقرر فرمایا۔

مواخاۃ:

بیعت کے چند مہینے کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا، اور یہاں پر مہاجرین و انصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جس کو بھائی بنایا گیا، وہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح قرشی رضی اللہ عنہ تھے، جن کو ایمان کی پختگی کی بدولت، دربار رسالت سے امین الامۃ خطاب عطا ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

غزوات:

غزوہ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس میں جانثارانہ حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے۔ معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابو طلحہ آنحضرت ﷺ کے آگے ڈھال آڑ کئے، سینہ تانے کھڑے تھے کہ، آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں (بخاری ج ۲، ص ۲۷۹) اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نفسی لنفسک الفداء ووجهی بوجهک الوفاء

”میری جان آپ پر قربان! اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کی سپر ہو“

تیردان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا۔ جب آنحضرت ﷺ یہ منظر دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حفاظت کے لئے سامنے آ جاتے اور کہتے: نخری دون نحرک آپ کے گلے سے پہلے میری گردن کئے۔ آنحضرت ﷺ اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر فرماتے فوج میں ابو طلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔ (۲)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا، وہ بڑے تیر انداز تھے، اس دن میں دو تین کمائیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں، اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرے تھے، ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال، دوسرے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا مسئلہ، رسول اللہ ﷺ کی

حفاظت کے دوران جس ہاتھ سے بچاؤ کرتے تھے، وہ شل ہو گیا تھا، مگر انہوں نے اف نہ کی۔

غزوہ خیبر میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کی ممانعت کرنا چاہی، تو منادی کرنے کے لیے ان کو ہی مخصوص فرمایا۔ (۱)

غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے، ۲۰-۲۱ کافروں کو قتل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس اکیس آدمیوں کا سامان حصہ حاصل کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا، اور ۸ ہجری میں واقع ہوا تھا۔

عام حالات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے، ادھر سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کون تیار کرے، مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھودتے تھے، مہاجرین میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور انصار میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ صندوقی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بغلی قبر بناتے تھے۔ اس لئے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہنچے، اس شرف کو حاصل کرے، اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی بغلی کی تھی، اس لئے بہت سے مسلمان دست دعا تھے کہ مہاجرین کے آنے میں دیر ہو، اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جلد آجائیں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی غم زدوں میں داخل تھے لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رخ کرتے، اور مہینوں کا سفر طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شام میں گزارا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب وہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا، وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انہوں نے چھ آدمیوں کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا: کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰ آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے، اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے، اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نہ ہوں، اور اگر تین گزر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سراڑا دیجئے۔

غرض حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے، اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا: کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے، اپنا خود فیصلہ کیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ جواب دیا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لم ترع ابا الحسن

اے ابوالحسن خوف نہ کیجئے۔

اسی طرح ایک دن مشورہ کے وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دلیر آدمی تھے، ان سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے، یہ لوگ اس لئے آئے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے، کنکری مارنے پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں! اس ذات کی قسم جس نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو وفات دی، میں تین دن سے زیادہ کبھی مہلت نہ دوں گا، پھر گھر میں بیٹھ کر دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟“

اس کے بعد حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں، نکاح اور اولاد، ان کا نکاح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد) ہجرت سے قبل اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہاں انہوں نے انتقال کیا، حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو پیام دیا: انہوں نے کہا: کہ میں تمہارا پیام رد نہیں کرتی، لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان، میرا نکاح تمہارے ساتھ جائز نہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہوگا اور وہی میرا مہر ہوگا۔ حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابت کہتے ہیں: کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیم رضی اللہ عنہا سے افضل نہیں سنا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کی کئی اولادیں ہوئیں، لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا، حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام ابوعمیر تھا۔ اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا، اتفاق سے لال مر گیا، اس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو اس کو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا: آج یہ سست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہنسانے کے لئے فرمایا: یا ابا عمیر ما فعل النغیر؟ یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہ کر مر گیا، اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے، ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور ادھر وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کو دفن کر دیا، اور گھر والوں کو تاکید کی کہ حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، حضرت ابوطلمحہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے: کہا پہلے سے اچھا ہے۔ حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ صحابہ سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا، جب صحابہ چلے گئے تو حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ اندر آئے، اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، صبح کو میں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا: کہ خدا کی امانت تھی، اس نے لے لی، اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے، حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ نے انا اللہ پڑھا اور صبر کیا (یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں مؤثر اور مختلف طور پر مذکور ہے)

اس لڑکے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ ان ہی سے حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کی نسل چلی ان کے دو بیٹے تھے، حضرت اسحاق اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحییٰ تھے، اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے۔

حلیہ:

حضرت ابوطلمحہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک یہ تھا: رنگ گندم گوں، قدم متوسط، سر اور داڑھی سفید خضاب نہیں کرتے تھے، چہرہ نورانی۔

وفات:

عمر ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے، ایک دن سورہ برأت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت: (انفروا خفافاً وثقلاً) پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا، گھر والوں سے کہا: کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں، سفر کا انتظام کر دو، (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے تھے، نہایت نحیف اور لاغر ہو گئے تھے، گھر والوں نے کہا: خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات میں شریک ہو چکے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے، آپ گھر میں بیٹھیں، ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، بولے جو میں کہتا ہوں، اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چاروناچار سامان سفر درست کیا، اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل پڑا، غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جہاز پر سوار ہوئے، اور غزوہ کے منتظر تھے، کہ ساعت مقرر آ پہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔

بحری سفر تھا، زمین کہیں نظر نہ آتی تھی، ہوا کے جھونکے جہاد کو غیر معلوم سمت میں لئے جا رہے تھے، اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا، اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا۔ لاش بعینہ صحیح و سالم تھی۔

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے، لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کی رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔  
فضل وکمال:

فضل وکمال میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بڑے پایہ کے محدث تھے، اصحابہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے، کہ وہ فضلاء صحابہ میں تھے۔

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائل اعمال کا بیان نہیں، باوجود یہ کہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے، لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد ۹۲ سے زیادہ نہ ہو سکی، اس کا اصلی باعث حدیث میں احتیاط تھی۔

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں:

حدیث شریف میں وارد ہے لا تدخل المملکة بیتاً فیہ صور یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عقیدت مندوں کا ایک گروہ عیادت کو آیا، تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے، جس میں تصویر بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، حضرت عبید اللہ خولانی رضی اللہ عنہ سے کہا ہاں! لیکن یہ بھی تو کہا تھا: کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ (۱)

ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کھانا نوش فرما رہے تھے، دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! اس پر فرمایا: کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے۔ (۱)

ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نقلی روزہ رکھا تھا، اتفاق سے اسی دن برف پڑی، وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے۔ لوگوں نے کہا: روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا: کہ یہ برکت ہے، جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ (۲)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، میدان جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو رجز پڑھتے سنا، یہ شعر انہی کا ہے:

انا ابو طلحة واسمى زيد وكل يوم فى سلاحى صيد

اخلاق:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا، اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کے وار سہنا، حامل نبوت پر جو تیر آئے، ان کو اپنے سینے پر روکنا، اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار کر دینا، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لازوال نشان ہے جو اب تک نہیں مٹ سکتا۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خصوصیت تھی، وہ عموماً تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اور ان کا اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے برابر چلتا تھا۔ غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھیں، مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر ناقہ ٹھوکر لے کر گری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صفیہ زین پر آ رہے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر پوچھا: یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداک چوٹ تو نہیں آئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں عورت کی خبر لو، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان کا کجاہ درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔ (۳)

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں دشمنوں کا کچھ خوف معلوم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا، جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا، اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا، روانہ ہوئے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے چلے، لیکن ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، راستہ میں ملاقات ہوئی، فرمایا: وہاں کچھ نہیں اور تمہارا گھوڑا تیز رفتار ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی اس کا اثر ہر چیز میں ظاہر ہوتا تھا۔ جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک خر گوش پکڑ لائے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کیا اور ایک ران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیر لیکن پر خلوص نذر قبول کر لی، اسی طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک طباق میں خرے بھیجے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کئے۔ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت کی نہایت قدر کرتے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا، تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال اور لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

ایضاً

۲۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۷۹

۳۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۸

۴۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۷۱



اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چھوہارے چبا کر اس لڑکے کو کھٹی دی۔ لڑکے نے مزے سے اس آب حیات کی کھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے۔ اس لڑکے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تمام نو جوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے۔ (۱)

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز صبح، جو چھوہارے کی بنتی ہے پی رہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ: شراب حرام ہو گئی، یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ تم اس گھرے کو توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (۲)

”جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو، جو تم کو محبوب ہے، نیکی نہیں پاسکتے۔“

تو امراء انصار نے کیسوں کی مہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بیرحاکو خدا کی راہ میں وقف کیا۔

بیرحان کی قیمتی جائیداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا، اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت شوق سے اس کو پیتے تھے، یہ اراضی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس وقف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخی بخی! ذالک مال رائج بذالک مال رائج اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کر دو، چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائیوں اور اقارب میں، جن میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، تقسیم کر دیا۔ (۳)

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے، اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانے کو نہ تھا، صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیوی سے کہا: بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کر دو۔ اس طور پر وہ کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑا رہا۔ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی، جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۴)

”اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہارات تمہارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا۔ (۵)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحاکو وقف کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کر کہا: کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا۔ (۶)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۴۰ سال زندگی پائی، یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقر عید کے سوا ۳۶۵ دنوں میں کوئی دن ایسا نہ تھا

۱۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۲۵۷

۲۔ آل عمران ۸۱:۳

۳۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۱۵

۴۔ مسلم، ج ۲، ص ۱۹۸

۵۔ الحشر ۹:۵۹



(بجڑیاری کے ایام کے) جس میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔ (۱)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے شواہد کثیر ہیں۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں سے ہے۔
- ☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ چوتھویں (۳۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حرمی بن عمارہ صدوق ہیں، اور متکلم فیہ ہیں۔
- ☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی باب الحدیث مروی ہے۔
- ☆ امام نسائی کے علاوہ آئمہ صحاح نے روایت نہیں کی۔
- ☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک کی والدہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کا نام اسحاق تھا۔
- ☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے بانوے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی نیشاپوری، دوسرے بغدادی، تیسرے اور چوتھے بصری، پانچویں اور چھٹے مکی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدنی راوی ہیں۔
- ☆ سند میں حرمی، دھوا بن عمارہ ابن ابی حفصہ۔ سے مراد ہے کہ شیخ نے صرف حرمی کہا تھا، اور راوی نے دھوا بن عمارہ ابن ابی حفصہ۔ کا اضافہ خود کیا ہے۔
- ☆ سند میں حرمی شہر یا ملک کی نسبت نہیں، بلکہ یہ خاندانی نسبت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ اداء روایت خبرنا، سمعت ایک ایک دفعہ، حدثنا وودفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات: راجع: ۱۷۷

- ۱۷۸۔ أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَفْصٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَوَضَّؤْا مِمَّا أَنْضَجَتِ النَّارُ"
- حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ سے پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔

۱۔ مطابقت: راجع: ۱۷۱

۲۔ اطراف: احمد: ۶۳۶۲، تحفۃ الاشراف: ۳۷۷۸

۱۔ سیر الصحابة، ج ۱، ص ۱۰۸-۱۱۴

### ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گذر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ ہارون بن عبد اللہ: راجع: ۶۲ ۲۔ حرمی بن عمارۃ: راجع: ۱۷۷

۳۔ شعبۃ بن الحجاج: راجع: ۲۶ ۴۔ ابو بکر بن حفص:

آپ کا نام ابو بکر عبد اللہ بن حفص بن عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری مدنی ہے، آپ نام کے بجائے کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ

کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ کی ثقاہت و علم پر آئمہ جرح و تعدیل متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ ابن شہاب: راجع: ۱

۶۔ ابن ابی طلحہ: آپ کا نام عبد اللہ بن ابو طلحہ زید بن سہل انصاری نجاری مدنی ہے۔ آپ عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے، حضور نبی کریم ﷺ نے

آپ ﷺ کو گھٹی دی، آپ کی ولادت بھی نبی کریم ﷺ کی خصوصی دعا سے ہوئی، کیونکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ایک کم سن بیٹا

تھا، ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے کہ وہ بیٹا فوت ہو گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کو دفن دیا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ شام کو

گھر واپس آئے، اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بیٹے کا حال دریافت کیا، تو آپ نے کہا: وہ سکون میں ہے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کھانا وغیرہ کھا کر

سو گئے، رات کو زوجین نے حقوق ادا کئے، صبح کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بیٹے کے فوت ہونے کی اطلاع دی، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آ کر حضور

اکرم ﷺ کو ماجرہ سنایا۔ آپ ﷺ نے اولاد کی دعا کی، اس دعا کے اثر سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ قلیل الحدیث راویوں میں سے

ہیں۔ آپ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اخیانی بھائی ہیں، آپ نے ۸۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ امام مسلم رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ آپ

سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۷۔ ابو طلحہ: راجع: ۱۷۷

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

### ۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ پینتیسویں (۳۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ سابعیات میں سے ہے۔ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت حرمی بن عمارہ صدوق اور متکلم فیہ ہیں۔

☆ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

i۔ تاریخ الثقات، ص ۲۵۳ ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۱۲

i۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۲ ii۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۸۸

- ☆ سند کے پہلے راوی بغدادی، دوسرے اور تیسرے بصری اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ یہ بیٹے (عبداللہ) کی اپنے باپ (ابو طلحہ) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنن النسائی المجتبیٰ میں یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں حضرت شعبہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہما اپنے اپنے وقت کے امام الحدیث ہوئے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ اداء روایت اخیر نا ایک دفعہ، حدثنا ودفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات: انفجت: اس نے پھل یا گوشت پکایا، مراد ہے آگ سے پکی ہوئی کوئی بھی چیز۔

۱۷۹۔ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ بِنِ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آگ سے پکی ہوئی چیز (کھانے) پر وضو کرو۔

۱۔ مطابقت: راجع: ۱۷۱

۲۔ اطراف: ایضاً

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گذر چکے ہیں، باقی تین کے درج کئے جاتے ہیں:

- ۱۔ هشام بن عبد الملک: راجع: ۱۷۲ ۲۔ محمد: ایضاً
- ۳۔ الزبیدی: راجع: ۵۶ ۴۔ الزہری: راجع: ۱
- ۵۔ عبد الملک بن ابی بکر: آپ کا نام عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن مخزومی ہے، آپ نے هشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں وفات پائی۔ آپ رواد کے پانچویں طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)
- ۶۔ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ: نام ونسب:

خارجہ نام، ابو زید کنیت، مشہور صحابی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: خارجہ بن زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لؤذان بن عمرو بن عبد مناف بن مالک بن نجار، ماں کا نام جمیلہ تھا، نانہانی شجرہ یہ ہے، جمیلہ بنت سعد بن الربیع بن عمرو بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ خزرجی۔

فضل وکمال:

خارجہ کے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علمائے صحابہ میں تھے، خصوصاً حفظ قرآن میں جماعت صحابہ میں ممتاز تھے، کلام اللہ انہی کی زیر نگرانی مدون ہوا تھا، خارجہ نے اسی آغوش علم میں پرورش پائی تھی، باپ کے فیض تعلیم سے ان کا شمار ان کے عہد کے کبار علماء میں ہو گیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ کبار علماء میں سے تھے، (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ علم میں امام بارع تھے، اور ان کی توثیق و جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲)

حدیث:

حدیث میں انہوں نے اپنے والد حضرت زید، اپنے چچا یزید، اسامہ بن زید، سہل بن سعد، عبدالرحمن بن ابی عمرہ رضوان اللہ جمیعین سے سماع حدیث کیا تھا، خود ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے حضرت سلیمان، بھتیجے حضرت سعد قیس بن سعد اور عام لوگوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان مطلب بن عبداللہ اور یزید ابن قسیط وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۳)

فقہ:

فقہ ان کا امتیازی فن تھا، اس میں وہ امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، چنانچہ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں ایک ان کا نام بھی تھا۔ (۴)

فرائض:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرائض کے بہت بڑے عالم تھے، اس لئے خارجہ کو یہ دولت گویا وراثتاً ملی تھی، چنانچہ علمائے مدینہ میں وہ اور حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ علیہ میراث تقسیم کرتے تھے، تقسیم کے وثیقے لکھتے تھے اور اس میں ان کا قول سند مانا جاتا تھا۔ (۵)

وفات:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں وفات پائی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب دیکھا: کہ ستر سیڑھیاں بنائی ہیں، انہیں بنانے کے بعد گر پڑے، اسی سال انتقال ہو گیا، وفات کے وقت پورے ستر سال کی عمر تھی، حضرت ابوبکر بن محمد والی مدینہ منورہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (۶)

حلیہ اور لباس:

خارجہ کا جسم نہایت سڈول اور خوبصورت تھا، خنز کی چادر اوڑھتے تھے۔ سفید عمامہ باندھتے تھے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (۷)

اولاد:

وفات کے بعد متعدد اولادیں یادگار چھوڑیں، لڑکوں میں حضرت زید، عمر، عبداللہ، محمد اور لڑکیوں میں حضرت حبیبہ، حمیدہ، یحییٰ اور ام سلیمان رحمہ اللہ علیہم تھیں، اور یہ سب اولادیں ام عمرو بنت حزم کے لطن سے تھیں۔ (۸)

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۷۵

۲۔ تہذیب الاسماء نووی، ج ۱، ص ۱۷۲

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۰-۸۱

۷۔ ایضاً

۶۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۹۴

۵۔ ایضاً

۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۷۵

۸۔ ایضاً۔ سیر الصحابہ، ج ۳، تابعین کرام، ص ۷۶-۷۷

۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ:

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

زید نام، ابوسعید، ابو خارجہ، ابو عبد الرحمن کنیت، مقری، فرضی، کاتب الوحی، حمر الامت القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لؤذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا، جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھیں۔

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں، ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے اس وقت ان کی عمر ۶ برس کی تھی۔ حضرت زید والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ ۱۱ برس کے ہوئے تو اسلام کی آواز کان میں پڑی۔

اسلام:

اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام، توحید رسالت کی عظمت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی صغریٰ میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر و مباہات ہو سکتا ہے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا، اور ابتداء ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ ۷ اسورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں، اور ۷ اسورتیں پڑھ چکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوش ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعجب ہوا۔

ابھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوہ بدر پیش آیا، انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو ۱۳ برس کے اس بچے نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا۔

غزوہ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ غزوہ خندق جو ۵ ہجری میں واقع ہوا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا غزوہ تھا۔ اس وقت ان کا سن ۱۶ سال تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے۔

غزوہ خندق میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ معرکہ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اتفاق سے ان کو نیند آ گئی، عمارہ ابن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زید کو خبر نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس تھے مزاحاً فرمایا، یا ابارقادی یعنی اے نیند کے باپ اٹھ، اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں۔

غزوہ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجار کا علم عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا، بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر حضرت زید کو عطا فرمایا، عمارہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کون سی خطا ہوئی، فرمایا کچھ نہیں، مجھے قرآن کا لحاظ مد نظر ہے، حضرت زید تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں۔ جنگ یمامہ میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مسلمانہ کذاب سے ہوئی تھی، حضرت زید رضی اللہ عنہ شامل تھے، اس میں ان کو ایک تیر لگا، لیکن جسم

کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ (۱)

خانگی حالات اور اہل و عیال:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خانگی زندگی نہایت پر لطف تھی، ان کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلا تھی سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں خارجہ جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہائے سبعہ میں تھے جمیلہ کے لطن ہی سے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع انام رہے تھے ان کا مختصر شجرہ یہ ہے۔

زید بن حارث رضی اللہ عنہ

زید	خارجہ	یحییٰ	سلیمان	عمارہ	سعد	اسماعیل	اسماعیل	عبدالرحمن	عبداللہ
	سلیمان			سعید	قیس		یعقوب		
							اسماعیل		
							زکریا		

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے بہت سے تھے، لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، ثابت بن عبید، وہیب۔

وفات:

پچپن، چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آ گیا اور ۴۵ھ میں وفات پائی اس وقت تحت حکومت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متمکن تھے اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی تمام لوگ سخت غمگین تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر الامۃ اٹھ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بھی جنازہ میں شریک تھے، قبر میں لاش اتاری گئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو علم اس طرح جاتا ہے آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا:

فمن للقوا فی بعد حسان وابنه  
ومن للمعالی بعد زید بن ثابت

”حسان اور اس کے بیٹے کے بعد اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد معنی فہمی کا خاتمہ ہے“

علم و فضل:

قراءت، فرائض، قضا اور فتویٰ میں وہ نہایت ممتاز تھے قرآن مجید میں علماء کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راہنہ فی العلم ہوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ راہنہ فی العلم تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو راہنہ فی العلم شمار کرتے تھے۔

قراءت:

اسلام نے جن علوم و فنون کی بنیاد قائم کی، ان میں قراءت ایک ممتاز علم ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس فن میں جس قدر دخل تھا اس کا اعتراف صحابہ کرام

۱۔ سیر الصحابہ، ج ۱، انصار (اول)، ص ۲۱۵-۲۱۶

اور تابعین کے ہر فرد کو تھا۔ امام شعبی جو علامۃ التابعین تھے کہا کرتے تھے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہما فرائض کی طرح قراءت میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فوقیت لے گئے۔

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جو شغف تھا اس کا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا، صرف ابرس کے سن میں وہ ۷ اسورتوں کے حافظ ہو چکے تھے باقی زندگی کتابت وحی میں گزری تھی، مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا ان کو معلوم ہو جاتا تھا، اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں ان کو پورا قرآن حفظ ہو گیا تھا۔

اس بنا پر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن لکھوایا تو اس خدمت کے لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو منتخب فرمایا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں تو اس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شرکت بھی ضروری سمجھی۔

حضرت عمر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ جو قاریوں کے سردار تھے حضرت زید رضی اللہ عنہما کی قراءت کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سلسلہ قراءت دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور چونکہ قراءت قریش کے مطابق پڑھتے تھے، اس لئے لوگوں کا رجحان انہی کی قراءت کی طرف تھا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی زندگی تک اگرچہ وہ مرجع اناام نہ ہو سکے، لیکن ان کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس تمام اکناف و اطراف کی قبلہ حاجات بنی ہوئی تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے جو قراءت قائم ہوئی تھی، وہ ۳۰۰ سو برس گزرنے پر بھی باقی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو عبد الرحمن سلمی، ابو العالیہ ریاحی، ابو جعفر، یہ سب ان کے شاگرد تھے، اور آج تک روئے زمین کی ۴۰ کروڑ مسلم آبادی معنوی طور سے ان کے آشرانہ پر زانوئے تلمذ ہی تہہ کرتی ہے۔

قرآن کے بعد حدیث نبوی ﷺ کا درجہ ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ اگرچہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایہ نہ تھے تاہم فن حدیث میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھیت کرایہ پر اٹھانے کی ممانعت کی ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا خدا رافع کی مغفرت کرے مجھ کو ان سے زیادہ روایت کی حقیقت معلوم ہے واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہئے۔ (۱) رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑا سن لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی تھی ان لوگوں نے انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا، حضرت زید رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا تو فرمایا خدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کرے ہم کو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے، عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ سے ملنے کچھ اعراب آگئے تھے وہ سوال کرتے تھے آپ جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا آنحضرت ﷺ نے ظہر پڑھی اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان پر جا کر یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی، اس لئے ان کو عصر کے بعد تمام کیا۔ خدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (۲)

جو احادیث صحیح ہوتیں اگر ان کی نسبت کوئی سوال کرتا تو تصدیق فرماتے تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مروان کے سامنے فضیلت صحابہ پر حدیث پڑھی مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور رافع بن خدیج مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ



نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو، مروان کو برا معلوم ہوا ان کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا دونوں بزرگوں نے ابوسعید کی تصدیق کی۔ (۱)  
حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زیادہ روایات آنحضرت ﷺ سے ہیں، آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

ان کے رواۃ میں حدیث اور تلامذہ کا بڑا گروہ ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن حنیف، حضرت ابن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابان بن عثمان، خارجہ بن زید (حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حمہ، ابو عمرو، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بسر بن سعید، حجر مدری، طاؤس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعد (زوجہ تھیں)  
حضرت زید رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف ۹۲ جن میں ۵ متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے۔  
ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے آپ سے ہزاروں حدیثیں سنی ہوں گی، سینکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس قلت روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی جو حضرت زید رضی اللہ عنہ جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت محتاط کر دیتی تھی۔  
فرائض:

اگرچہ فقہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ کمال حاصل تھا، اور خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مقدس میں وہ منصب افتاء پر سرفراز تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی وہ دار الخلافہ کے مفتی رہے لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا خاص فن تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے افرض امتی زید بن ثابت یعنی میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں، حامل نبوت کی زبان سے یہ فقرہ حضرت زید کی فرائض دانی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ:

من کان یرید ان یسال من الفرائض فلیات زید ابن ثابت

”یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہوں، زید بن ثابت کے پاس جائے۔“

ان کے کمالات کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے۔ مختلف مقاموں میں بڑے بڑے عہدے خالی ہوتے، امور مہمہ کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی اور ان کے لئے لوگوں کے نام پیش کئے جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے کسی کو انتخاب فرمادیتے مگر جب زید کا نام پیش ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ زید رضی اللہ عنہ میری نظروں سے گز نہیں گئے، لیکن کیا کروں شہر والے ان کے محتاج ہیں، کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ زید رضی اللہ عنہ خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے، تمام لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہروں اور ملکوں میں پھیلا دیا تھا، اور فتویٰ یارائے دینے سے منع کر دیا تھا لیکن زید مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والوں کو فتویٰ دیتے تھے۔ (۳)



سعید بن مسیب مجتہد ہونے کے باوجود فتویٰ اور فیصلوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے جب کوئی مشکل مسئلہ آ جاتا اور لوگ دوسرے صحابہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعید ان سے پوچھتے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کیا کہا؟ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فیصلوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہیں ہے ان کے بتاتے وقت زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو۔ (۱)

امام مالک رحمہ اللہ جو اپنے زمانہ میں دارالہجرہ مدینہ کے امام تھے اور آج بھی فقہ و حدیث میں لاکھوں آدمیوں کے لئے امام مطلق ہیں، کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے امام تھے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرائض کے تمام مسائل میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تقلید کی ہے۔

علم فرائض کی تدوین:

فرائض کا فن نہایت مشکل ہے، قرآن مجید میں اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و صحابہ کے قضا اور فتاویٰ سے ہوتی ہے، قرآن مجید میں میراث و وصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج، میراث زوجہ، اولاد ذکور، اولاد اناث، ماں، باپ، بھائی، بہن کلالہ اور دیگر چند قسم کے وراثہ کا تذکرہ آیا ہے اور ان کے حصول کی مقدار کی تعیین کر کے کہہ دیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا اپنے نفس پر ظلم کرے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلوں میں اس اجمال کی تفصیل کی، آپ کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر کتابیں لکھی گئیں اور فرائض ایک مستقل فن بن گیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرائض میں جلیل القدر صحابہ فتویٰ پوچھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کا فضل و کمال تمام صحابہ کو تسلیم تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے استفتاء کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے وفات پائی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ متروکہ میں حضرت عمر کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا چاہئے لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جتنے غلام مرے کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا۔ (۲)

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا، یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے، (۳) طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اسی رائے پر فیصلہ کیا تھا، (۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صحابہ میں حبر اور بحر کہلاتے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے۔

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ ایک شخص مر گیا ہے اور زوجہ اور والدین چھوڑے ان میں ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا بیوی کو نصف باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال اس کے خلاف تھا وہ ماں کو کل مال کا ثلث دلاتے تھے چنانچہ کہلا بھیجا یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میری ذاتی رائے یعنی استنباط ہے میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ (۵)

دور دراز ممالک سے فتویٰ آتے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خط کے ذریعے سے دادا کے متعلق استفتاء کیا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم ، لعبدالله معاوية امير المؤمنين من زيد بن ثابت رضي الله عنه اني رأيت من نحو قسم امير المؤمنين عمر بين الجد والاخوه واحده قسم لها الثلث فان كان كائنا اختين مع الجد قسم لها الشطر ، فان كان للجد اخوات فانه يقسم للجد الثلث ، فان كانوا اكثر من ذلك فاني لم اراه حسب ينقض الجد من الثلث شياء ، ثم ما خلص للاخوة من ميراث اخيهم بعد الجد فان بنى الاب والام هم اولى بعضهم من بعض بما فرض الله لهم دون نبي العلة فلذلك حسبت نحو امن الذي كان امير المؤمنين عمر يقسم بين الجد والاخوة من الاب ولم يكن يورث الاخوة من الا ما لذي ليس من الاب من الجد شياء ثم حسب امير المؤمنين عثمان بن عفان كان يقسم بين الجد والاخوة نحو الذي كتبت به اليك في هذه الصحيفة (۱)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرائض کے مسائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ترتیب دیئے، (۲) اور متعدد مسائل کا استنباط کیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فہم و عقل نے نئے نئے حالات پیدا کئے، جو علم الفرائض کا جزو بن گئے میراث موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولد من ایہہ وامہ، میراث الجدة من لا میراث لہ، مانعین وراثت، اور اس قبیل کے دوسرے مسائل حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دادا کی میراث کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا، صحابہ میں اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

دادا کی میراث، علم فرائض کا نہایت معرکہ آراء مسئلہ ہے اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت مختلف خیالات ظاہر کئے ہیں۔ (۳) مگر جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کو قابل عمل تصور کیا۔

اسلام میں دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا، ان کا ایک پوتا فوت ہوا تو کل جائیداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے لوگوں نے اس کے خلاف رائے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اس وقت وہ کنگھی کر رہے تھے اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی، پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا لیا ہوتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وحی نہیں تھی کہ جس میں گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہوں اگر تمہاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کروں گا ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں، زید رضی اللہ عنہ نے ایسی صورت میں رائے دینے سے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آزرده چلے آئے۔

ایک روز پھر گئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کو لکھ کر پیش کروں گا، چنانچہ اس کو شجرہ کی شکل میں مرتب کر کے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں خطبہ دیا اور کہا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔ (۴)

اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے علم فرائض کی تدوین کی، اس کے مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد نئے مسائل پیدا کئے، لیکن ان کے لئے ان میں

۱۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۰  
۲۔ اصل عبارت یہ ہے فلما وضع زيد بن ثابت الفرائض كنز العمال، ص ۱۵، ج ۶

۳۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۶

۴۔ بخاری، ص ۹۹۸، ج ۲

سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے، اول تو اس واقعہ کی کوئی سند نہیں، اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ سند صحیح سے مروی ہے، یعنی عبدالرحمن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا جو خود حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرائض اور حساب میں دخل نہ تھا۔ اس لئے اس قسم کی ایجادیں ان کی طرف منسوب کرنا بجاہت عقل کے خلاف ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی وہ مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہوگئی اور حامل نبوت کا یہ ارشاد کہ ”میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید ہیں“ حرف بحرف پورا اترتا، حضرت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس غیر معمولی ذہانت و ذکاوت، جودت فکر اور دماغ و دل پر اس دور کے علماء کو تعجب ہوتا ہے۔

فقہ:

فرائض کی طرح وہ فقہ میں بھی مجتہدین صحابہ میں تھے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ دیتے تھے۔ (۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتوں میں بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے۔ فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلے طبقے میں شمار ہوتا تھا، انہوں نے اپنی زندگی میں جس قدر فتویٰ دیئے ان کی تعداد نہایت کثیر ہے، اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (۲)

حضرت زید کی فقہ انہی کے زمانہ میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی، حضرت سعید ابن مسیب کہا کرتے تھے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر لوگوں نے بالا جماع عمل نہ کیا ہو، صحابہ میں سینکڑوں ایسے تھے، جن کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فتوؤں پر ان کی زندگی ہی میں مشرق و مغرب عمل پیرا تھے۔ (۳)

لوگوں کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام میں چار بزرگوں کی ذات تھی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، چنانچہ انہی کے تلامذہ سے آفاق عالم و دین کی اشاعت ہوئی۔

لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمہ اصل اور نبوت کا دارالقرار تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز تھا۔

فقہائے صحابہ کی دو مجالس تھیں ایک کے رئیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری کے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجالس میں شریک تھے، یہاں مسائل علمیہ پر بحث ہوتی تھی اور اہم اور مشکل مسائل طے کئے جاتے تھے۔ (۴)

یوں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا فیض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس کے لئے ایک وقت بھی مخصوص تھا، اور مسجد نبوی میں جو زیارت گاہ عام تھی، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مکان سے ملحق تھی فتویٰ دینے کے لئے بیٹھتے تھے۔ (۵)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مسائل، فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے، ان کی تفصیل کے لئے ایک الگ مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہاں نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ص ۱۱۰

۲۔ اعلام الموقعین، ج ۲، ق ۲، ص ۳، ابن قیم جوزی

۵۔ مسند، ج ۵، ص ۸۶

۳۔ طبقات ابن سعد

## کتاب الصلوۃ:

فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (۱)

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر و عصر میں قراءت ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ ﷺ دیر تک قیام فرماتے تھے، اور آپ کے لب ہلتے تھے۔ (۲) اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنا چاہئے سوال کا تعلق امام سے ہے جماعت سے نہیں، سائل کا منشا یہ تھا کہ ظہر و عصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی کا جواب دیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے صحیح بخاری میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں مذکور ہیں کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔

## کتاب الذبائح:

ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر دانت مارا۔ لوگوں نے اس کو فوراً ذبح کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی۔ (۳) (ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا گلا کاٹ دیا جائے، قرآن مجید میں ہے ”الا ماذ کیتم“ چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی، آنحضرت ﷺ نے اس کا کھانا حلال کر دیا۔)

## کتاب الہبہ:

ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی کو رہنے کے لئے دیا، تو اس کی وفات پر اس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی کا بیان ہے کہ العمری للوارث (۴) عمری کی اجازت کے ساتھ رقی کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ رقی کی یہ صورت ہے ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرد تو میری ملکیت پھر عود کر آئے گی، چونکہ ہبہ کے لئے تملیک ضروری ہے اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے اس بنا پر ہبہ ناجائز قرار دیا گیا۔

## کتاب المزارعہ:

نصف، ثلث اور ربع منافع پر کسی سے زراعت کرنا منع ہے۔ (۵) جب تک باغ میں پھل اچھی طرح نہ آئے ہوں، یا درخت پر رطب چھو ہارے ہوں تو ان کو اٹکل سے بیچنے کی ممانعت ہے۔ (۶) (مدینہ میں اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا، اور نقصان ہونے کی صورت میں فریقین میں جھگڑنے تک کی نوبت آ جاتی تھی، جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عربہ والوں کو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہاروں پر ان کی گزراوقات تھی، ناپ کر فروخت کرنے کی اجازت دے دی تھی)۔ ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہیں، حضرت زید نے دنیا کے دوسرے علوم میں جو ترقی کی تھی، اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ فارسی، رومی، عبرانی، سریانی، قبلی، حبشی زبانیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھیں تھیں، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے، بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی، یہاں تک کہ توراۃ وانجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے۔ یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبلی اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جن کو انہوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا۔ (۷)

حساب:

عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اس لئے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے۔ عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، عربی میں ہزار سے اوپر کے عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے، (الف ہے) لیکن زید کو حساب میں اس قدر دخل تھا کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اس کے ذریعہ حل کر لیتے تھے، اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے۔ چنانچہ غزوہ حنین میں جو ۸ ہجری میں ہوا تھا، اور جس میں تقریباً ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے انہی کی مردم شماری اور لگائے ہوئے حصول کے بموجب آنحضرت ﷺ نے مال تقسیم فرمایا تھا، انہوں نے پہلے لوگوں کی تعداد معلوم کی پھر مال غنیمت کو اس عدد پر بھیلادیا، چند سرداروں کو مستثنیٰ کر کے جن کو بڑی رقمیں دی گئیں تھیں فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری حصہ میں پڑیں، سواروں کو اس کا تکتنا، یعنی ۴ اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں عطا کی گئیں۔ (۱) جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی نے تقسیم کیا تھا۔

خط و کتابت:

عرب میں اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روایتیں قوت حافظہ کی بناء پر مشہور ہوئی تھیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ لکھنا جانتے تھے اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے، فرامین، عہد نامے اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر مصر کو فرمان لکھا کہ وہ مصر سے غلہ روانہ کریں، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ۲۵ جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دار الخلافہ روانہ کئے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کو جہازوں کی آمد کا سخت انتظار تھا، خود چند صحابہ کو لے کر جن میں حضرت زید رضی اللہ عنہما بھی تھے ”جار“ نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھی، تشریف لے گئے، غلہ آیا تو جار میں گودام بنا کر اس میں غلہ بھر دیا اور زید بن ثابت کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدوں کا تیار کریں جس میں ان کا نام اور غلہ کی مقدار لکھی ہو، اس حکم پر حضرت زید نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکیں تقسیم کیں جن کے نیچے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی مہر ثبت تھی، اسلام میں چک اور اس میں مہر لگانے کا یہ پہلا واقعہ تھا، جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔ (۲)

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ چھتیسویں (۳۶) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل پانچویں حدیث مبارکہ سباعیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ هشام کو بعض نے صدوق لکھا ہے۔
- ☆ سند کے تمام رواۃ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ حضرت هشام رحمہ اللہ سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ، نسائی رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

- ☆ سند کے پہلے تین راوی حمصی اور باقی سارے مدنی ہیں، اس طرح یہ سند دو شہروں کے راویوں کے درمیان ہے۔
- ☆ یہ تابعی (عبدالملک) کی دوسرے تابعی (خارجہ) سے روایت ہے۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (خارجہ) کی اپنے باپ (زید) سے ہے۔ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فقہ سبعہ مدینہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابہ میں علم الفرائض اور علم قرآن میں ممتاز تھے۔
- ☆ آپ رضی اللہ عنہ سے بانوے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سنن نسائی مجتبیٰ میں یہ پہلی حدیث مبارکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر چار دفعہ، حد ثار دو دفعہ اور سمعت ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- ☆ یہ ایسی سند ہے جس میں روایت کے لئے اداء لفظ سارے ہی صریح ہیں۔

## ۶۔ لغات: راجع: ۱۷۱

۱۸۰۔ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ الْأَخْنَسِ بْنِ شَرِيْقٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَسَقَّتَهُ سَوِيْقًا ثُمَّ قَالَتْ لَهُ تَوَضَّأْ يَا ابْنَ أُخْتِي فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَوَضَّأُوا مِنَّا مَسَّتِ النَّارُ"

حضرت ابوسفیان بن سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

وہ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ستوپلائے، پھر فرمایا: اے بھانجے! وضو کرو، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اس چیز کے کھانے سے وضو کرو، جسے آگ نے پکایا ہو۔

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے۔

ہر اس چیز کے کھانے سے وضو کرو، جسے آگ نے پکایا ہو۔

۲۔ اطراف: تقدم: ۱۸۱، ابوداؤد: ۱۹۵، احمد: ۲۶۸۴۰، السنن الکبریٰ: ۱۸۶

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گذر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

- ۱۔ هشام بن عبدالملک: راجع: ۱۷۲
- ۲۔ ابن حرب: ایضاً
- ۳۔ الزبیدی: راجع: ۵۶
- ۴۔ الزہری: راجع: ۱
- ۵۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن: ایضاً

۶۔ ابوسفیان بن سعید: آپ کا نام ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ بن اخنس بن شریق تھقی مدنی ہے، آپ رواۃ کے تیسرے طبقہ سے مقبول تابعی راوی

ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۷۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

نام و نسب:

رملہ نام، ام حبیبہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے:

رملہ بنت ابی سفیان صحز بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ (۲)

نکاح:

عبید اللہ بن جحش سے ہوا جو حرب بن امیہ کے حلیف تھے، نکاح ہوا۔ (۳)

اسلام:

اور ان ہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی، حبشہ میں جا کر عبید اللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی کہا، لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں، اب وہ وقت آ گیا تھا کہ ان کو اسلام اور ہجرت کی فضیلت کے ساتھ ام المؤمنین بننے کا شرف بھی حاصل ہو۔ عبید اللہ نے عیسائی ہو کر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی، بے نوشی کی عادت ہو گئی، آخر ان کا انتقال ہو گیا۔ (۴)

نکاح ثانی:

عدت کے دن ختم ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمیری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا، جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لئے لکھا ہے، انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا اور اس مژدہ کے صلہ میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں، جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفر ابن ابی طالب اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا، نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور مدینہ کی بندرگاہ میں اتریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ یہاں سے ۶ میلے کا واقعہ ہے۔ (۵) اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۶، ۳۷ سال کی تھی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق مختلف روایتیں ہیں، ہم نے جو روایت لی ہے وہ مسند کی ہے اور مشہور روایتوں کے مطابق ہے، البتہ مہر کی تعداد میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے، عام روایت یہ ہے اور مسند میں بھی ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر چار سو درہم تھا، اس بنا پر چار سو دینار راوی کا سہو ہے۔ اس موقع پر ہم صحیح مسلم کی ایک روایت کی تنقید کرنا ہے۔

صحیح مسلم ہے کہ لوگ ابوسفیان کو نظر اٹھا کر دیکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا ناپسند کرتے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کی درخواست کی جن میں ایک یہ بھی تھی کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی، (۶) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے وقت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔

۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۲۷

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۱۲

۳۔ اصابع، ج ۸، ص ۸۴

۴۔ مسند، ج ۶، ص ۴۲۷ و تاریخ طبری واقعات ۶ھ

۵۔ زرقانی، ج ۳، ص ۲۷۶

۶۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۶۱



لیکن یہ راوی کا وہم ہے چنانچہ ابن سعد، ابن حزم، ابن جوزی، ابن اثیر، بیہقی اور عبد العظیم منذری نے اس کے خلاف روایتیں کی ہیں، اور ابن سعد کے سوا سب نے اس روایت کی تردید کی ہے۔

وفات:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۴ھ میں انتقال کیا اور مدینہ میں دفن ہوئیں، اس وقت ۷۳ برس کی تھیں۔ قبر کے متعلق اس قدر معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی (حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حسین) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ ”یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے“ چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔ (۱)

وفات کے قریب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی ہو جایا کرتا تھا، اس لئے مجھ کو معاف کر دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی تو بولیں، تم نے مجھ کو خوش کیا خدا تم کو خوش کرے۔ (۲)

اولاد:

پہلے شوہر سے دو لڑکے پیدا ہوئے، عبداللہ اور حبیبہ، حبیبہ نے آغوش نبوت میں تربیت پائی، اور داؤد بن عروہ بن مسعود سے منسوب ہوئیں، جو قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم تھے۔

حلیہ:

خوبصورت تھیں، صحیح مسلم میں خود ابوسفیان کی زبانی منقول ہے: (۳)

عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبہ

”میرے ہاں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت موجود ہے“۔ (۴)

فضل و کمال:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی کتابوں میں (۵۶) روایتیں منقول ہیں، راویوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے، بعض کے نام یہ ہیں، حبیبہ (دختر) معاویہ اور عتبہ پسران ابوسفیان، عبداللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار (مولیٰ) ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ، عروہ بن زریہ، ابوصالح السمان، شہر بن حوشب۔

اخلاق:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ (ابوسفیان) کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر بچھونا الٹ دیا، ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے۔ بولیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ہے اور آپ مشرک ہیں اور مشرک ناپاک ہوتا ہے، ابوسفیان نے کہا تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔ (۵)

حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ آئے اور انہوں نے ستو

۳۔ ابن سعد جزء نساء، ص ۷۱

۲۔ اصابہ، ج ۸، ص ۵۸

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۷۵۰

۵۔ اصابہ، ج ۸، ص ۸۵، بحوالہ ابن سعد

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۶۱



کھا کر کلی کی تو بولیں تم کو وضو کرنا چاہئے، کیونکہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے، (مسند، ج ۲، ص ۳۲۶) یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے۔

(یہ حکم منسوخ ہے، یعنی پہلے تھا، پھر حضور ﷺ نے اس کو باقی نہیں رکھا، حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آگ پر پکی ہوئی چیز کھاتے تھے (اور اگر پہلے سے وضو ہوتا) تو دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے اس قسم کی ایک حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں آئندہ ملے گی۔)

ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو لگا کر رخساروں پر ملی اور کہا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے البتہ شوہر کے لئے ۴ مہینہ۔ دن سوگ کرنا چاہئے۔ (۱)

آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا، اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا، فرماتی ہیں: ”فما برحت اصلیہن بعد!“ میں ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور عتبہ کے شاگرد عمر ابن ادریس اور عمرو کے شاگرد نعمان بن سالم اپنے اپنے زمانہ میں برابر نمازیں پڑھتے تھے۔ (۲)

فطرۃ نیک مزاج تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے کہا میری بہن سے آپ ﷺ نکاح کر لیجئے فرمایا: کیا تمہیں پسند ہے؟ بولیں: ”ہاں میں ہی آپ کی تنہا بیوی نہیں ہوں، اس لئے میں یہ پسند کرتی ہوں کہ آپ کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو“۔ (۳)

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سماعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سماعیات کے اعتبار سے یہ سینتیسویں (۳۷) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل چھٹی حدیث مبارکہ سماعیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں، البتہ حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ مقبول ہیں۔
- ☆ حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں، اس طرح یہ روایت بھانجے کی خالہ سے روایت ہے۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی حمصی اور آخری چار مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کل چھپن (۵۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سنن النسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ آپ سے مروی ہے۔
- ☆ سند کے تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت نقل کرتے ہیں، البتہ حضرت هشام سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ، نسائی رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ جبکہ حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابوسلمہ فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تین دفعہ، حدیث دو دفعہ، عنعنہ دو دفعہ اور سمعت ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

دخل: وہ داخل ہوا خالته: وہ آپ کی خالہ تھیں

سفته: اس نے آپ کو پلایا سویقا: ستو

قالت: اس ایک عورت نے کہا تواضاً: تواضوکر

ابن اختی: میرے بھانجے

حضرت ابوسفیان بن سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں نے ستوپے، تو مجھے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے

بھانجے! وضو کر، کیونکہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو۔

۱۸۱۔ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ

بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ

رَبِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ شَهَابٍ عَنْ

أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ

الْأَخْنَسِ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

لَهُ وَشَرِبَ سَوِيقًا يَا ابْنَ أُخْتِي تَوَضَّأْتُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ"

۱۔ مطابقت: راجع: ۱۸۰

۲۔ اطراف: ایضاً

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کی سند میں نو راوی ہیں، ان سب کے حالات گذر چکے ہیں:

۱۔ الربیع بن سلیمان: راجع: ۱۷۳ ۲۔ اسحاق بن بکر: ایضاً

۳۔ بکر بن مضر: ایضاً ۴۔ جعفر بن ربیعہ: ایضاً

۵۔ بکر بن سوادہ: ایضاً ۶۔ محمد بن مسلم: راجع: ۱

۷۔ ابوسلمہ: ایضاً ۸۔ ابوسفیان بن سعید: راجع: ۱۸۰ ۹۔ ام حبیبہ: ایضاً

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت تسامیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

☆ تسامیات کے اعتبار سے یہ دوسری (۲) حدیث مبارکہ ہے۔

- ☆ اسی باب میں یہ دوسری حدیث مبارکہ تسامیات میں سے ہے۔
  - ☆ یہ پہلا باب ہے، جس میں امام نسائی رحمہ اللہ نے تسامیات روایت کی ہیں۔
  - ☆ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے، پچھلی حدیث مبارکہ سابعیات میں سے تھی اور یہ تسامیات میں سے ہے۔
  - ☆ تسامیات امام نسائی رحمہ اللہ کی طویل ترین سند ہے۔
  - ☆ سند میں الفاظ روایت حدیث، سمعت ایک ایک دفعہ، حدث دو دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔
- وضاحت: مذکورہ باب کی تمام احادیث سے متعلق مسائل ونصائح اور خلاصہ اگلے باب کے بعد ذکر کئے جائیں گے۔

## باب ۱۲۳: تَرَكِ الْوُضُوءَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضو نہ کرنا

- اس باب میں آگ سے پکی ہوئی چیزیں کھانے سے وضو کے لازم نہ ہونے کا بیان ہے، پچھلے باب میں اس کے برعکس صورت حال کا بیان تھا۔ اس باب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے چار احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔
- ۱۸۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفًا فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَمْسَ مَاءً
- ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی کا گوشت تناول فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے اور پانی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔
- ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکا ہوا گوشت کھایا، اور اسی وضو سے نماز کے لئے تشریف لے گئے، اور تازہ وضو نہیں فرمایا۔

### ۲۔ اطراف:

ابن ماجہ: ۴۹۱، احمد: ۲۶۵۶۳، السنن الکبریٰ: ۱۸۷، تحفۃ الاشراف: ۱۸۲۶۹

### ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے دو کے حالات گذر چکے ہیں، باقی پانچ کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن المثنیٰ: راجع: ۸۰ ۲۔ یحییٰ: راجع: ۴

۳۔ حضرت جعفر بن محمد المقلب بہ صادق رحمہ اللہ:

نام ونسب:

جعفر نام، ابو عبد اللہ کنیت، صادق لقب، آپ امام المقلب بہ باقر کے صاحبزادے اور فرقہ امامیہ کے چھٹے امام ہیں، نسب نامہ یہ ہے:

جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب، (صحیح نسب نامہ یوں ہے: جعفر بن محمد علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، خورشید) آپ کی ماں ام فروہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پر پوتی تھیں۔ نانہالی شجرہ یہ ہے ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر، اس طرح جعفر صادق کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا۔

پیدائش:

۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (۱)

فضل و کمال:

آپ اس خانوادہ علم کے چشم و چراغ تھے، جس کے ادنیٰ ادنیٰ خدام مسند علم کے وارث ہوئے۔ آپ کے والد امام باقر اس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ العجمان جیسے اکابر امت ان کے شاگرد تھے اس لئے جعفر صادق کو علم گویا وراثتاً ملا تھا، فضل و کمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے۔ حافظ ذہبی آپ کو امام اور ”احد السادة الاعلام“ لکھتے ہیں، اہل بیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسرنہ تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ فقہ، علم اور فضل میں سادات اہل بیت میں تھے۔ (۲) امام نووی لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۳)

حدیث:

حدیث آپ کے جدا مجد کے اقوال ہیں، اس لئے آپ سے زیادہ اس کا کون مستحق تھا۔ چنانچہ آپ مشہور حفاظ حدیث میں تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں ”کان کثیر الحدیث“ (۴) حافظ ذہبی آپ کو سادات اور اعلام حفاظ میں لکھتے ہیں۔ (۵) حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام باقر، محمد بن منکدر، عبید اللہ بن ابی رافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، نافع اور زہری وغیرہ سے فیض پایا تھا، شعبہ، دونوں سفیان، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک، امام ابو حنیفہ وغیرہ آئمہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔ (۶)

احترام حدیث:

حدیث رسول اللہ ﷺ کا اتنا احترام تھا کہ ہمیشہ طہارت کی حالت میں حدیث بیان کرتے تھے۔ (۷)

فقہ:

فقہ میں اتنا کمال حاصل تھا کہ فقہ الفقہاء امام زمن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (۸)

اقوال:

آپ کے اقوال و کلمات طیبات تہذیب و اخلاق علم و حکمت اور پند و موعظت کا دفتر ہیں۔ سفیان ثوری سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا، سفیان جب خدا تم کو کوئی نعمت عطا کرے اور تم اس کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو، کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ: ”تم شکر ادا کرو گے میں تم کو زیادہ دوں گا“۔ جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو، استغفار زیادہ کرو۔ اللہ عز و جل اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۰	۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴	۳۔ تہذیب الاسماء، ص ۱۵۰	۴۔ تہذیب التہذیب، ص ۱۰۳
ج ۲، ص ۱۰۴ بحوالہ ابن سعد	۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۰	۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۳	
۷۔ ایضاً، ص ۱۰۵	۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۰		

”اے رب سے مغفرت چاہو، وہ بڑا مغفرت کرنے والا ہے تم پر آسمان  
 سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور دنیا میں مال اور اولاد سے تمہاری مدد  
 کرے گا، اور آخرت میں تمہارے لئے جنت اور نہریں بنائے گا۔“  
 فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ  
 عَلَيْكُمْ مِزْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَيَبِينَنَّ وَيَجْعَلَ لَكُمْ  
 جَنَّاتٍ وَيَجْعَلَ لَكُمْ أَنْهَارًا (۱)

جب تمہارے پاس سلطان وقت یا اور کسی کا کوئی حکم پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھو وہ کشادگی کی کنجی ہے، جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر  
 قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے جو شخص خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا کو اس کے  
 فیصلہ پر متہم کرتا ہے، جو شخص دوسرے کی پردہ دری کرتا ہے خدا اس کے گھر کے خفیہ حالات کی پردہ دری کر دیتا ہے، جو بغاوت کے لئے تلوار کھینچتا ہے  
 ، وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے، جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے، وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے، وہ حقیر ہو جاتا ہے، جو  
 علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے۔ جو برے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے، ہمیشہ حق بات کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ آدمی  
 کی اصل اس کی عقل ہے، اس کا حسب اس کا دین ہے، اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں، سلامتی بہت نادر چیز  
 ہے، یہاں تک کہ اس کے تلاش کرنے کی جگہ بھی مخفی ہے، اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشہ گمنامی میں ملے، اگر تم اس کو گوشہ گمنامی میں تلاش  
 کرو اور نہ ملے، تو ممکن ہے تنہا نشینی میں ملے، گوشہ تنہائی گوشہ گمنامی سے مختلف ہے، اگر گوشہ تنہائی میں بھی تلاش سے نہ ملے تو سلف صالحین کے  
 اقوال میں ملے گی۔

استغفار:

فرماتے تھے کہ جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی مغفرت چاہو، انسان کی تخلیق کے پہلے سے اس کی گردن میں خطاؤں کا طوق پڑا ہے، گناہوں  
 پر اصرار ہلاکت ہے۔

دنیا:

فرماتے تھے خدا نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے، اسے تھکا دے۔  
 اچھے کاموں کی شرائط:

فرماتے تھے کہ بغیر تین باتوں کے عمل صالح مکمل نہیں ہوتا۔ جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک اسے چھوٹا سمجھو، اس کو چھپاؤ اور اس میں جلدی کرو، جب  
 تم اس کو چھوٹا سمجھو گے تب اس کی عظمت بڑھے گی، جب تم اس کو چھپاؤ گے اس وقت اس کی تکمیل ہوگی اور جب تم اس میں جلدی کرو گے تو  
 خوشگوار محسوس کرو گے۔

حسن ظن:

فرماتے تھے کہ جب تمہارے بھائی کی جانب سے تمہارے لئے کوئی ناپسندیدہ بات ظاہر ہو تو اس کے جواز کے لئے ایک سے ستر تک تاویلیں تلاش  
 کرو، اگر پھر بھی نہ ملے تو سمجھو کہ اس کا سبب اور اس کی کوئی تاویل ضرور ہوگی، جس کا تم کو علم نہیں۔

اگر تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اس کو بہتر سے بہتر معنی پر محمول کرو جب وہ محمول نہ ہو سکے تو اپنے نفس کو ملامت کرو۔

تہذیب و اخلاق:

فرماتے تھے کہ چار چیزوں کے شرف کو عار نہ کرنا چاہئے، اپنے باپ کی تعظیم میں اپنی جگہ سے اٹھنے میں، مہمان کی خدمت کرنے اور خود اس کی سواری کی دیکھ بھال کرنے میں خواہ گھر میں سو غلام کیوں نہ ہوں، اور اپنے استاد کی خدمت کرتے رہو۔

ایک نکتہ:

جب دنیا کسی کے موافق ہوتی ہے تو دوسروں کی بھلائیاں بھی اسے دے دیتی ہے اور جب منہ پھیر لیتی ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔ فضائل اخلاق:

آپ کی ذات فضائل اخلاق کا زندہ پیکر تھی، آپ کا ایک نظر دیکھ لینا آپ کی خاندانی عظمت کی شہادت کے لئے کافی تھا، عمرو بن المقدام کا بیان ہے کہ جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو نظر پڑتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ نبیوں کے خاندان سے ہیں۔ (۱)

عبادت و ریاضت:

عبادت آپ کے شبانہ یوم کا مشغلہ تھی آپ کا کوئی دن اور کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا۔ امام مالک کا بیان ہے کہ ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا آپ کو ہمیشہ یا نماز پڑھتے پایا روزہ رکھے ہوئے یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے۔ (۲)

انفاق فی سبیل اللہ:

انفاق فی سبیل اللہ اور فیاضی و سرچشی اہل بیت کرام کا امتیازی اور مشترک وصف رہا ہے، جعفر صادق کی ذات اس وصف کا مکمل ترین نمونہ تھی، ہیان بن بسطام روایت کرتے ہیں کہ جعفر صادق بسا اوقات گھر کا کل کھانا دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود ان کے اہل عیال کے لئے کچھ باقی نہ رہ جاتا تھا۔ (۳)

لباس امارت میں خرقہ فقر:

آپ بظاہر اہل دنیا کے لباس میں رہتے تھے، لیکن اندر لباس فقر مخفی ہوتا تھا، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ جعفر بن محمد کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے جسم پر خز کا جبہ اور دخانی خز کی چادر تھی، میں نے کہا یہ آپ کے بزرگوں کا لباس نہیں ہے فرمایا وہ لوگ افلاس اور تنگ حالی کے زمانہ میں تھے، اور اس زمانے میں دولت بہہ رہی ہے، یہ کہہ کر انہوں نے اوپر کپڑا اٹھا کر دکھایا تو خز کے جبہ کے نیچے پشمینہ کا جبہ تھا اور فرمایا ثوری یہ ہم نے خدا کے لئے پہنا ہے، اور وہ تم لوگوں کے لئے جو خدا کے لئے پہنا تھا اس کو پوشیدہ رکھا ہے اور جو تم لوگوں کے لئے تھا، اس کو اوپر چڑھا رکھا ہے۔ مذہبی اختلافات سے بچنے کی ہدایت:

مذہب میں جھگڑنا سخت ناپسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے، تم لوگ خصومت فی الدین سے بچو، اس لئے کہ وہ قلب کو مشغول کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔ (۴)

جرات:

نہایت جری، نڈر اور بے خوف تھے، بڑے بڑے جابر کے سامنے ان کی بے باکی قائم رہتی تھی، ایک مرتبہ منصور عباسی کے اوپر ایک مکھی آ کر بیٹھی۔ وہ بار بار ہنکاتا تھا اور مکھی بار بار آ کر بیٹھتی تھی، منصور اس کو ہنکاتے ہنکاتے عاجز آ گیا، مگر وہ نہ ہٹی، اتنے میں جعفر پہنچ گئے۔ منصور نے ان سے کہا

۱۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۱۵۰ ۲۔ تہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۰ ایضاً ۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۵۰

ابو عبد اللہؒ کبھی کس لئے پیدا کی گئی ہے، فرمایا جبارہ کو ذلیل کرنے کے لئے۔ (۱)

حضرت ابو بکر کے متعلق عقیدہ:

گو تمام حق پرست اہل بیت کرام کو خلفائے اربعہ کے ساتھ یکساں عقیدت تھی لیکن جعفر کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا، اس لئے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ خاص تعلق تھا، اور وہ اپنے جد امجد حضرت علیؓ کی طرح ان پر بھی اپنا حق سمجھتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ مجھے علیؓ سے جس قدر شفاعت کی امید ہے اتنی ہی ابو بکرؓ سے ہے۔ (۲)

۴۔ محمد بن علیؓ بن حسینؓ الملقب بہ باقر:

نام و نسب:

محمد نام، ابو جعفر کنیت، باقر لقب، حضرت امام زین العابدین کے فرزند ارجمند تھے، ان کی ماں ام محمد حضرت امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے آپ کی ذات گویا ریاض نبوی کے پھولوں کا دوا آتشہ عطر تھی۔

پیدائش:

صفر ۵۵ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کے جد بزرگوار حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔ (۳)

فضل و کمال:

باقر اس معدن کے گوہر شب چراغ تھے، جس کے فیض سے ساری دنیا میں علم و عمل کی روشنی پھیلی، پھر حضرت امام زین العابدین جیسے مجمع البحرین باپ کی آغوش میں پرورش پائی تھی، ان موروثی اثرات کے علاوہ خود آپ میں فطرۃً تحصیل علم کا ذوق تھا۔ ان اسباب نے مل کر آپ کو اس عہد کا ممتاز ترین عالم بنادیا تھا۔ وہ اپنے وفور علم کی وجہ سے باقر کے لقب سے ملقب ہو گئے تھے ”بقر“ کے معنی عربی میں پھاڑنے کے ہیں اسی سے البقرۃ العلم ہے، یعنی وہ علم کو پھاڑ کر اس طرح جڑا اور اندرونی اسرار سے واقف ہو گئے تھے۔ (۴)

بعض علماء ان کا علم ان کے والد بزرگوار سے بھی زیادہ وسیع سمجھتے تھے۔ محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ میری نظر میں کوئی ایسا صاحب علم نہ تھا، جسے علی ابن حسین پر ترجیح دی جاسکتی۔ یہاں تک کہ ان کے صاحبزادے محمد کو دیکھا۔ (۵) وہ اپنے عہد میں اپنے خاندان بھر کے سردار تھے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ”کان سید بنی ہاشم فی زمانہ“ (۶) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی اور امام بارع تھے، ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے ان کا شمار مدینہ کے فقہاء اور آئمہ میں تھا۔ (۷)

حدیث:

حدیث ان کے گھر کی دولت تھی، اس لئے وہ اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: ”کان ثقة کثیر الحدیث والعلم“ (۸) اس گنج گراں مایہ کو انہوں نے اپنے والد محترم امام زین العابدین، اپنے نانا امام حسنؓ، اپنے دادا حضرت علیؓ، اپنے چچیرے دادا محمد بن حنفیہ

۱۔ صفوة الصفوة، ص ۱۴۱ ۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴۔ سیر الصحابة، ج ۳، تابعین کرام، ص ۵۶-۶۰ ۳۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۵۰

۴۔ تذکرة الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۱، تہذیب الاسماء نووی، ج ۱، ص ۱۸۷

۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۵۰

۸۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۸

۷۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۸۷

۶۔ تذکرة الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱



اور اپنے جد امجد کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہما، اپنی دادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے مخزن سے بالواسطہ حاصل کیا تھا، یعنی ان بزرگوں سے ان کی روایات مرسل ہیں۔ اپنے گھر کے باہر۔ انس بن مالک۔ سعید بن مسیب۔ عبداللہ بن ابی رافع۔ حرمہ، عطاء بن یسار، یزید بن ہرملہ اور ابو مرہ وغیرہ سے مستفید ہوئے تھے۔ (۱)

تلامذہ

اس عہد کے بڑے بڑے آئمہ امام اوزاعی، اعمش، ابن جریج، امام زہری، عمرو بن دینار اور ابواسحاق سبیعی وغیرہ اکابر تابعین اور تبع تابعین کی بڑی جماعت آپ کے خرمن کمال کی خوشہ چین تھی۔ (۲)

فقہ:

فقہ میں آپ کو خاص دستگاہ حاصل تھی۔ ابن برقی آپ کو فقیہ و فاضل کہتے ہیں۔ امام نسائی فقہائے تابعین میں۔ (۳) اور امام نووی مدینہ کے فقہاء اور آئمہ میں شمار کرتے ہیں۔

زہد و عبادت:

آپ نے ان بزرگوں کے دامن میں پرورش پائی تھی جن کا مشغلہ ہی عبادت تھا۔ اور اپنے ماحول میں آپ کی نشوونما ہوئی تھی جو ہر وقت خدا کے ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید سے گونجا کرتا تھا۔ اس لئے عبادت کی وہی روح آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ شبانہ یوم میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے۔ (۴) سجدوں کی کثرت سے آپ کی پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا۔ لیکن زیادہ گہرا نہ تھا۔ (۵) شیخین کے ساتھ عقیدت:

آئمہ کرام اور بزرگان عظام کی طرح شیخین کے ساتھ قلبی عقیدت رکھتے تھے جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد بن علی سے پوچھا کہ آپ کے اہل بیت میں کوئی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں بھی دیتا تھا، فرمایا نہیں میں انہیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ (۶) سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادق سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا سالم میں انہیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے تبرا کرتا ہوں۔ یہ دونوں امام ہدی تھے میں نے اپنے اہل البیت میں سے ہر شخص کو ان کے ساتھ تولا ہی کرتے پایا۔ (۷)

صحت عقیدہ:

بعض جماعتوں نے بہت سے ایسے غلط عقائد ان بزرگوں کی طرف منسوب کر دیئے ہیں جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا۔ وہ امور دین میں خالص اور بے آمیز اسلامی عقائد کے علاوہ کوئی جدید عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ جائز روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی سے پوچھا کیا اہل بیت کرام میں سے کسی کا یہ خیال تھا کہ کوئی گناہ شرک ہے۔ فرمایا نہیں میں نے دوسرا سوال کیا۔ ان میں کوئی رجعت کا قائل تھا فرمایا نہیں۔ (۸)

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۵۰ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۱ ۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۶

۶۔ ایضاً، ص ۲۳۶ ۷۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۵۱ ۸۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۶



وفات:

مقام حمیہ میں انتقال فرمایا۔ لاش مدینہ لا کر جنت البقیع میں دفن کی گئی۔ (۱) سنہ وفات کے بارے میں بیانات مختلف ہیں۔ بعض ۱۱۴ھ بعض ۱۱۵ھ بتاتے ہیں۔ (۲)

عمر کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اٹھاون سال کے تھے۔ دوسری یہ کہ وہ ۷۳ سال کے تھے۔ لیکن دوسری روایت قطعاً غلط ہے، پہلی اقرب الصحت ہے۔ اس لئے کہ ان کی پیدائش بالاتفاق ۵۵ھ میں ہوئی، اس حساب سے آپ کی عمر پہلے سنہ وفات کے مطابق اکٹھ سال سے زیادہ ہوگی۔

اولاد:

امام باقر کی کئی اولادیں تھیں، جعفر، عبداللہ۔ یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ام فرواہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر پڑپوتی کے بطن سے تھے۔ علی اور زینب یہ دونوں ام ولد سے تھے۔ ام سلمہ یہ بھی ام ولد سے تھیں۔ ان میں جعفر الملقب بہ صادق سب میں نامور ہیں اور آپ کے جانشین تھے۔ (۳) لباس:

امام باقر نہایت خوش لباس تھے۔ خز جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے اور سادہ اور رنگین دونوں طرح کا لباس استعمال کرتے تھے۔ ابریشم کے بوٹے دار کپڑے بھی پہنتے تھے اور وسہ اور کثم کا خضاب لگاتے تھے۔ (۴)

۵۔ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما:

نام و نسب:

علی نام، ابوالحسن، زین العابدین لقب، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر اور ریاض نبوت کے گل تر تھے، کربلا کے میدان میں اہل بیت نبوی کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا، جس سے دنیا میں شمیم سیادت پھیلی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام باقی رہا۔ دودھیالی شجرہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ منور ہے۔ نانہالی شجرہ بہت مختلف فیہ ہے۔ مشہور عام روایت یہ ہے کہ آپ ایران کے آخری تاجدار یزدگرد کے نواسہ تھے۔

اس کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یزدگرد کو شکست ہوئی تو اور قیدیوں کے ساتھ اس کی تین لڑکیاں بھی گرفتار ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے قیدیوں کی طرح انہیں بھی بیچنے کا حکم دیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا کہ شہزادیوں کے ساتھ عام لڑکیوں کا سا سلوک نہ کرنا چاہئے، اور یہ تجویز پیش کی کہ ان کی قیمت لگوائی جائے۔ جو قیمت لگے گی جو شخص لے گا اسے اتنی قیمت ادا کرنا ہوگی، چنانچہ قیمت لگوا کر تینوں لڑکیوں کو خود خرید لیا اور ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد رضی اللہ عنہ کو دے دی، اور دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اور تیسری اپنے صاحبزادے حضرت حسین کو ان تینوں کے بطن سے حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

۱۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۵۰

۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۸

۳۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۵

۴۔ ایضاً، ص ۲۳۶۔ سیر الصحابة، ج ۳، تابعین کرام، ص ۲۸۶-۲۸۹

قدیم مؤرخ ابن قتیبہ المتوفی ۳۶۷ھ نے معارف (۱) میں لکھا ہے کہ زین العابدین کی ماں سندھ کی تھیں اور ان کا نام سلافہ یا غزالہ تھا، ابن سعد نے غزالہ اختیار کیا ہے، لیکن سلسلہ نسب نہیں دیا ہے اور نہ یزدگرد کے شاہی نسب کی طرف اشارہ کیا ہے، پہلی روایت مختلف حیثیوں سے غیر معتبر ہے، علامہ شبلی نے الفاروق میں اس پر تفصیلی تنقید کی ہے، جس سے اس کی بے اعتباری واضح ہو جاتی ہے مگر ان روایات سے اتنا بہر حال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم کی خاتون تھیں۔

ولادت:

حضرت زین العابدین ۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (۲)

واقعہ کربلا:

اپنے جد امجد حضرت علیؑ کے عہد میں بچہ تھے، اس لئے عہد کا کوئی واقعہ لائق ذکر نہیں ہے۔ سن رشد کو پہنچنے کے بعد کربلا کا واقعہ پیش آیا، اس سفر میں آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے۔ مگر علالت کی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے حضرت حسینؑ کی شہادت کے بعد شمر ذی الجوشن نے آپ کو قتل کر دینا چاہا، لیکن خود اس کے ایک ساتھی کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ ہم اس نوخیز اور بیمار نو جوان کو جس نے جنگ میں کوئی حصہ بھی نہیں لیا قتل نہیں کر سکتے۔ عمرو بن سعد بھی پہنچ گیا، اس نے شامیوں کو روک دیا کہ اس بیمار اور عورتوں سے کوئی شخص تعرض نہ کرے۔ (۳)

قید:

اہل بیت کا ایک عقیدت مند شامی آپ پر مہربان ہو گیا تھا۔ اس نے آپ کو چھپا لیا، وہ آپ کی بڑی خدمت کرتا تھا، اس درجہ کو آپ کے ساتھ تعلق خاطر تھا کہ آپ کے پاس روتا ہوا آتا تھا اور روتا ہوا واپس جاتا تھا۔ اس کے اس شریفانہ برتاؤ سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ لیکن عام شامیوں کی طرح دولت کے مقابلہ میں اس کی عقیدت بھی شقاوت سے بدل گئی۔ ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لئے تین سواشر فی کا انعام مقرر کیا تھا، اس کی طمع میں شامی نے آپ کو باندھ کر ابن زیاد کے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ (۴)

ابن زیاد سے مکالمہ:

گرفتاری کے بعد دوسرے حسینی قیدیوں کے ساتھ آپ بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے، اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علی، نام سن کر اس نے کہا کیا خدا نے علی کو قتل نہیں کر دیا، آپ خاموش رہے۔ ابن زیاد نے کہا جواب کیوں نہیں دیتے، فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام علی تھا، ان کو لوگوں نے قتل کر دیا، ابن زیاد بولا نہیں بلکہ خدا نے قتل کیا، حضرت امام خاموش رہے، ابن زیاد نے پھر پوچھا آپ نے جواب میں یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں:

اللہ ہو یتوفی الا نفس حین موتھا و ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ (۵)

خدا کے اذن کے مرنے کا اختیار نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر ابن زیاد نے کہا تم بھی انہی لوگوں میں ہو، اور آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ حکم سن کر حضرت زین العابدین نے فرمایا، ان عورتوں کو کس کے سپرد کر گئے۔ آپ کی پھوپھی حضرت زینب یہ ظالمانہ حکم سن کر ٹپ گئیں اور حضرت زین العابدین سے چٹ گئیں اور ابن زیاد سے کہا اگر تو

۱۔ معارف ابن قتیبہ ص ۹۴ ۲۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۲۱ ۳۔ ابن سعد ج ۵، ص ۱۵۷ ۴۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۷ ۵۔ آل عمران: ۱۵

انہیں بھی قتل کرنے پر آمادہ ہے، تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے، مگر حضرت امام زین العابدین پر مطلق خوف و ہراس طاری نہ ہوا آپ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا ہے تو کم از کم کسی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کر دو جو انہیں حفاظت کے ساتھ وطن پہنچا دے، ان کا یہ استقلال دیکھ کر ابن زیاد ان کا منہ تکتے لگا اور اس کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا، چنانچہ اس نے عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے آپ کو چھوڑ دیا۔ (۱)

شام کا سفر اور یزید سے مکالمہ:

اس کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کرام کو یزید کے پاس شام بھجوا دیا، شام پہنچنے کے بعد یہ لوگ یزید کے سامنے پیش کئے گئے، اس نے حضرت امام حسین کا سر دیکھ کر حضرت زین العابدین سے کہا، علی، جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا، میرے حق سے غفلت کی، اور حکومت میں جھگڑا کیا۔ امام ممدوح نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی:

”ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراہا“  
”تم کو زمین اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں، ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔“

یزید نے اپنے لڑکے خالد سے جو پاس بیٹھا تھا کہا کہ تم اس کا جواب دو، مگر وہ جواب نہ دے سکا تو یزید نے کہا تم یہ آیت پڑھو۔ (۲)  
وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (۳)  
”اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتوں سے معاف کر دیتا ہے۔“

اس مجلس میں ایک شامی نے کہا کہ یہ قیدی ہمارے لئے حلال ہیں۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا تو جھوٹ بکتا ہے اگر تو مر بھی جائے تب بھی تیرے لئے یہ جائز نہیں، جب تک کہ تو ہمارے مذہب سے نکل نہ جائے۔ (یعنی اسلام پر قائم رہتے ہوئے کسی مسلمان کے لئے قیدی عورت جائز نہیں ہے) یزید نے شامی کو خاموش کر کے بٹھا دیا۔ (۴)

اہل بیت کا معائنہ کرنے کے بعد یزید نے ان کو شاہی حرم سرا میں ٹھہرا دیا یہ سب عورتیں عزیز ہی تھیں، اس لئے تین دن تک یزید کے محل میں ماتم پیا رہا، جب تک یہ لوگ مقیم رہے یزید ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتا رہا۔ زین العابدین کو اپنے ساتھ دسترخوان پر کھلاتا تھا۔ (۵)  
مدینہ کی واپسی اور یزید کے وعدے:

چند دنوں تک قیام کے بعد اہل بیت کو کسی قدر سکون ہوا تو یزید نے زین العابدین سے کہا اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو تو یہیں رہو، میں صلہ رحمی سے پیش آؤں گا اور تمہارا پورا حق ادا کروں گا، اور اگر واپس جانا چاہو تو واپس جاسکتے ہو، میں تمہارے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، زین العابدین نے واپس جانے کی خواہش کی۔ (۶)

ان کی خواہش پر یزید نے سرکاری فوج کی نگرانی میں انہیں بحفاظت واپس کر دیا اور رخصت کرتے وقت زین العابدین سے کہا ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو حسین جو کہتے اسے مان لیتا اور ان کی جان نہ جانے دیتا، خواہ اس میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آ جاتی۔ بہر حال اب تو

۳۔ شوری: ۴

۲۔ طبری، ج ۷، ص ۳۷۶

۱۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۷، ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۷۰-۱۷۱

۶۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۷

۵۔ طبری، ج ۷، ص ۳۷۸

۴۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۷

قضائے الہی پوری ہو چکی آئندہ جب بھی تم کو کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو فوراً لکھنا۔ (۱)

مدینہ کا قیام اور عزلت گزینی:

اعزہ کی شہادت، گھر کی بربادی اور اپنی بے کسی پر زین العابدین کا دل ایسا ٹوٹ گیا تھا کہ مدینہ آنے کے بعد انہوں نے عزلت نشینی اختیار کر لی اور آئندہ کسی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیا، اور ہر فتنہ انگیز تحریک سے اپنا دامن بچاتے رہے، یزید نے بھی ہر موقع پر ان کا بڑا لحاظ رکھا۔

زین العابدین کی کنارہ کشی:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اہل حجاز نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی مکہ اور مدینہ کے باشندوں نے اپنے یہاں سے اموی عمال کو نکال دیا، یزید نے ان کی تنبیہ کے لئے مسلم بن عقبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا، اور امیر عسکر کو ہدایت کردی کہ زین العابدین کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے، اہل مدینہ مقابلہ میں آئے، لیکن فاش شکست کھائی، ہزاروں آدمی مارے گئے اور یزیدی فوج کئی دن تک مدینہ الرسول کو لوٹتی رہی، اس جنگ میں زین العابدین اور ان کے اعزہ نے کوئی حصہ نہیں لیا اور مدینہ پھوڑ کر عقیق چلے گئے۔ مدینہ کو ویران کرنے کے بعد مسلم عقیق گیا اور زین العابدین کو پوچھا، معلوم ہوا موجود ہیں، زین العابدین کو خبر ہوئی تو وہ خود اس سے ملنے آئے اور اپنے ساتھ اپنے چچا زاد بھائیوں، ابو ہاشم، عبداللہ اور حسن بن محمد بن حنفیہ کو بھی لیتے آئے۔

مسلم بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ان سے ملا، انہیں اپنے تخت پر بٹھا کر اور مزاج پرسی کے بعد کہا امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی، آپ نے فرمایا خدا ان کو اس کا صلہ دے، مسلم نے دونوں لڑکوں کے متعلق پوچھا زین العابدین نے کہا میرے چچیرے بھائی ہیں، یہ سن کر مسلم نے ان سے ملنے پر بھی مسرت ظاہر کی، اس خوش آئند ملاقات کے بعد زین العابدین واپس گئے۔ (۲)

مختار کا خروج اور زین العابدین کی علیحدگی:

اسی زمانہ میں ایک حوصلہ مند ملحد مختار بن ابی عبید ثقفی حصول حکومت کے لئے محبت اہل بیت کے نام پر خون حسین کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھا، ہزاروں آدمی اس کے ساتھ ہو گئے، اس نے مقصد برآری کے لئے زین العابدین کے پاس ایک گرانقدر رقم نذر بھیج کر درخواست کی کہ آپ ہمارے امام ہیں، ہم سے بیعت لے کر ہماری سرپرستی قبول فرمائیے، لیکن آپ اس کی حقیقت سے آگاہ تھے، اس لئے اس کی درخواست ٹھکرا دی، اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر اس کے فسق و فجور اور کفر و الحاد کا پردہ فاش کر کے فرمایا کہ اس نے محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اہل بیت کو آڑ بنایا ہے۔ اس کے فریب میں نہ آنا چاہئے، ان سے مایوس ہو کر مختار نے محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیا، یہ اس کے دام میں آ گئے، زین العابدین نے انہیں بھی روکا اور ان سے کہا کہ اہل بیت کی محبت میں اس کا ظاہر اس کے باطن سے مختلف ہے، وہ محض مہمان اہل بیت کو مائل کرنے کے لئے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، حقیقت میں اس کو اہل بیت کی دوستی سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ ان کا دشمن ہے۔ اس لئے میری طرح آپ کو بھی اس کا پردہ فاش کرنا چاہئے، ابن حنفیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت سے تمام مہمان اہل بیت خصوصاً بنی ہاشم کے دل زخمی ہو رہے تھے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مختار کی حمایت کی اور ابن حنفیہ کو زین العابدین کا کہنا ماننے سے روکا۔ (۳)

اس کے بعد بنی امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مختار کی بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں لیکن حضرت امام زین العابدین بالکل کنارہ کش رہے اور مختار کے قتل ہو جانے کے بعد بھی اس پر لعنت بھیجتے رہے، ابو جعفر کا بیان ہے کہ علی بن حسین باب کعبہ پر کھڑے ہو کر مختار پر لعنت بھیجتے تھے، ایک شخص نے کہا خدا مجھے آپ پر فدا کرے آپ ایسے شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو آپ کے خاندان کی محبت میں مارا گیا، فرمایا وہ کذاب تھا اور خدا اور رسول پر بہتان باندھتا تھا۔ (۱)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس عزلت نشینی اور کنارہ کشی کے باوجود ابتداء میں عبدالملک کو آپ کی جانب سے دعویٰ خلافت کا خطرہ تھا۔ چنانچہ اس نے آپ کو مدینہ سے شام بجز بلوالیا تھا، لیکن پھر امام زہری نے آپ کی جانب سے صفائی پیش کی اور کہا زین العابدین کی جانب سے آپ کی بدگمانی غلط ہے، انہیں دن رات اپنی اور خدا کی عبادت سے کام ہے، وہ کسی جھگڑے میں نہیں پڑیں گے۔ زہری کی اس سفارش پر اس نے رہا کر دیا۔ (۲)

### وقایع:

۹۳ھ میں مدینہ الرسول میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں اپنے بابا حسن اور حضرت عباس کے روضہ میں دفن کئے گئے۔ (۳)  
 فضل و کمال:

آپ جس خانوادہ علم کے چشم و چراغ تھے، وہ علوم دینی کا سرچشمہ تھا۔ آپ کے جدا مجد علم و عمل کے مجمع البحرین تھے، اس لئے علم آپ کے گھر کی دولت تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کر بلانے ایسا افسردہ خاطر اور دنیا کی ہر شے سے دل ایسا اچاٹ کر دیا تھا کہ علم و فن کی کتاب بھی آپ نے تہہ کر دی تھی، اس لئے آپ کے علمی کمالات ظاہر نہ ہو سکے۔ لیکن آپ کا علمی پایہ مسلم تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے مدینہ میں ان سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا۔ (۴) امام نووی لکھتے ہیں کہ ہر شے میں ان کی جلالت و عظمت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۵)

**حدیث:**

اگرچہ آپ کا شمار حفاظ حدیث میں نہیں ہوتا تاہم حفظ حدیث میں امتیازی درجہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

كان ثقة مامونا كثير الحديث عالية ربيعاً - (٦)

حدیث میں اپنے والد بزرگوار امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اپنے بابا حسن رضی اللہ عنہ، اپنے چچیرے دادا ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی دادی عائشہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اور صفیہ رضی اللہ عنہا اور اپنے خاندانی غلام ابورافع (مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لڑکے عبید اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان اور دوسرے بزرگوں میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ اور سعید بن مسیب سے استفادہ کیا تھا۔ (۷)

روایت میں آپ کے والد اور جد امجد کا سلسلہ سلسلۃ الذہب سمجھا جاتا ہے، ابو بکر بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ زہری کی وہ روایات جو علی بن حسین، ان کے والد اور ان کے دادا کے سلسلہ سے مروی ہیں وہ اصح الاسانید ہیں۔ (۸)

تلازم:

خود آپ سے فیض اٹھانے والوں کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا۔ آپ کے صاحبزادوں میں محمد، زید، عبد اللہ اور عمر و عام رواۃ میں ابو سلمہ بن عبد الرحمن،

۱- ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸      ۲- مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۵      ۳- ابن خلکان، ج ۱، ص ۳۲۱      ۴- تهذیب الاسماء ونوی، ج ۱، ص ۳۴۳

٥- أيضاً ٦- ابن سعد، ج ٢، ص ١٦٢ ٧- تحذیب التحذیب، ج ٤، ص ٣٠٢ ٨- أيضاً، ص ٣٠٥

طاؤس بن کیسان، امام زہری، ابوالزناد، عاصم بن عمر بن قتادہ، عاصم بن عبید اللہ، قعقاع بن حکیم، زید بن اسلم، حکم بن عتبہ، حبیب بن ابی ثابت، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمن، مسلم البطین، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، علی بن زید بن جدعان وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۱)

فقہ:

آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے علی بن حسین سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ (۲) آپ کے فقہی کمال کی بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کے مشہور سات فقہاء کے بعد آپ ہی کا نمبر تھا۔ (۳)

حکیمانہ اقوال:

آپ کے اقوال آپ کے علمی کمالات کا آئینہ اور پند و موعظت کے سبق ہیں۔

فرماتے تھے مجھے اس مغرور اور فخر کرنے والے پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا اور کل مردار ہو جائے گا اور اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو خدا کی ہستی میں شک کرتا ہے، حالانکہ خود اس کی پیدائش اس کے سامنے ہے، اور اس شخص پر تعجب آتا ہے جو قیامت کے دن دوبارہ پیدائش کا انکار کرتا ہے، جب کہ پہلی تخلیق اس کے سامنے ہے۔ اور اس شخص پر تعجب آتا ہے، جو ایک فانی مقام کے لئے عمل کرتا ہے۔ اور دار بقا کو چھوڑ دیتا ہے، احباب کا کھودینا مسافرت ہے، خدایا میں تجھ سے اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو لوگوں کی نگاہ میں میرے ظاہر کو تو اچھا دکھا لیکن میری اندرونی حالت کو خراب کر دے، خدایا میں نے جب کوئی برائی کی تو تو نے میرے ساتھ بھلائی کی، آئندہ جب میں ایسا کروں تو تو بھی ایسا ہی کر، کچھ لوگ خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ کچھ (جنت کی) طمع میں عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے کچھ آپ کے صاحبزادے خالص شکر الہی میں عبادت کرتے ہیں۔ یہی آزادوں کی عبادت ہے۔ (۴)

آپ کے صاحبزادے محمد روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ کبھی نہ رہنا، میں نے عرض کیا کون۔ فرمایا، فاسق کے ساتھ، وہ تم کو ایک لقمہ بلکہ اس سے کم میں بیچ دے گا۔ میں نے پوچھا اس سے کم کیا چیز ہو سکتی ہے، فرمایا ایک لقمہ کی طمع کی جائے اور وہ بھی نہ ملے، میں نے پوچھا دوسرا کون، فرمایا بخیل وہ اس چیز کو جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہوگی تم سے علیحدہ کر دے گا، میں نے پوچھا تیسرا کون، فرمایا کذاب، وہ سراب کی طرح تم کو قریب سے دور اور دور کو قریب کر دے گا، میں نے عرض کیا چوتھا کون، فرمایا احمق وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا، مگر اٹھ نقصان پہنچائے گا میں نے کہا پانچواں کون، فرمایا قاطع رحم، میں نے اس کو کتاب اللہ میں تین مقام پر ملعون پایا۔ (۵)

فرماتے تھے کہ وہ شخص کس طرح تمہارا دوست ہو سکتا ہے کہ جب تم اس کی تھیلی سے اپنی ضرورت لے لینا چاہو تو اس کو خوشی نہ ہو۔ (۶)

فضائل اخلاق:

آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کی ایسی نورانی شمع تھی جس سے دوسرے مستنیر ہوتے تھے، آپ خلق نبوی ﷺ کی مجسم تصویر تھے، خاندان بنی ہاشم میں آپ سے افضل کوئی نہ تھا۔ (۷)

خشیت الہی:

آپ کا دل خشیت سے لبریز رہتا تھا، اور اکثر وہ اس خوف سے بے ہوش ہو جاتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ علی بن حسین حج کو گئے، احرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو مارے خوف کے ان کا رنگ زرد پڑ گیا اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ زبان سے لیک تک نہ نکل سکا۔ لوگوں نے کہا

۱۔ تہذیب التہذیب، ص ۳۰۵ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۵ ۳۔ اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۲۶ ۴۔ مختصر صفوۃ الصلوۃ، ص ۳۱۳

۵۔ مختصر صفوۃ الصلوۃ، ص ۱۳۵ ۶۔ ایضاً ۷۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۴۳



آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرمایا ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میں لبیک کہوں اور ادھر سے جواب ملے ”لا لبیک“ تیری حاضری قبول نہیں، لوگوں نے کہا مگر لبیک کہنا تو ضروری ہے، لوگوں کے اصرار سے کہا، مگر جیسے زبان سے نکلا، بے ہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔ (۱) اسی طرح جب زور سے ہوا چلتی تھی اور آندھی آتی تھی تو عذاب الہی کے خوف سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ (۲)

عبادت و ریاضت:

آپ کی رگوں میں ان بزرگوں کا خون تھا، جن کی عبادت زیر شمشیر جفا بھی نہ چھوٹی اس لئے آپ بھی زہد و عبادت کا پیکر تھے، سعید بن مسیب جو خود بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، فرماتے تھے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ ورع میری نظر میں نہیں گزرا۔ عبادت آپ کی زندگی کا مشغلہ تھی، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزرتا تھا، شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے اور آخر دم تک اس معمول میں فرق نہ آیا، اس عبادت کی وجہ سے زین العابدین لقب ہو گیا تھا۔ (۳) قیام اللیل سفر و حضر کسی حالت میں ناغہ نہ ہوتا تھا۔ (۴)

اخلاص فی العبادت کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ عبد اللہ بن سلمان کا بیان ہے کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو سارے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا، لوگوں نے پوچھا، آپ کو یہ کیا ہو جاتا ہے، فرمایا تم لوگ کیا جانو میں کس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔ (۵)

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کسی چیز کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ کہیں پاس ہی آگ لگی۔ لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ تا آنکہ آگ بجھ بھی گئی۔ لوگوں نے بعد میں پوچھا کہ آپ کو آگ کی جانب سے کس چیز نے اس قدر بے پرواہ کر دیا تھا، فرمایا، دوسری آگ (آتش دوزخ) نے۔ (۶)

آپ اور سلیمان بن یسار روزانہ مسجد نبوی میں قبر نبوی ﷺ اور منبر نبوی ﷺ کے درمیان دن چڑھے تک مذاکرہ حدیث میں مشغول رہتے تھے۔ اٹھتے وقت عبد اللہ بن ابی سلمہ قرآن پاک کی ایک سورۃ سناتے تھے۔ قرآن سننے کے بعد دعا کرتے تھے۔ (۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اتنا اہتمام تھا کہ اس سے غفلت کو کتاب اللہ سے غفلت شمار کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تارک کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے کی طرح ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے نہ چھوڑے، لوگوں نے بچاؤ کا مطلب پوچھا، فرمایا جب کسی ظالم اور سرکش کی زیادتی کا خوف ہو۔ (۸)

انفاق فی سبیل اللہ:

انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور دریادلی آپ کا خاص وصف تھا، خدا کی راہ میں بے دریغ صرف کرتے تھے، فقراء اور اہل حاجت کی دستگیری کے لئے ہمیشہ دست کرم و راز رہتا تھا، مدینہ کے معلوم نہیں کتنے گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پاتی تھی، آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ خفیہ مستقل سو گھرانوں کی کفالت کرتے تھے۔ (۹)

۱۔ مختصر صفوة الصفة، ج ۵، ص ۱۳۳ ۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۶۰ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۵ ۴۔ مختصر صفوة الصفة، ج ۵، ص ۱۳۷

۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۶۰ ۶۔ مختصر صفوة الصفة، ج ۵، ص ۱۳۳ ۷۔ ابن سعد، ج ۶، ص ۱۶۰ ۸۔ ایضاً ۹۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۳۴۳

اختفاء کے لئے بہ نفس نفیس خود راتوں کو جا کر ان کے گھروں پر صدقات پہنچاتے تھے۔ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی معاش کا کوئی ظاہری وسیلہ نہ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ رات کی تاریکی میں خود جا کر ان کے گھروں پر دے آتے تھے۔ (۱)

غلہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لا کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے، وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے، معلوم ہوا آٹے کی بوریوں کے بوجھ کے داغ ہیں، جنہیں آپ راتوں کو لا کر غرباء کے گھر پہنچاتے تھے۔ (۲) آپ کی وفات کے بعد اہل مدینہ کہتے تھے کہ خفیہ خیرات زین العابدین کے دم سے تھی، سائلین کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کوئی سائل آتا تو ”میرے توشہ کو آخرت کی طرف لے جانے والے مرحبا“ کہہ کر اس کا استقبال کرتے۔ سائل کو خود اٹھ کر دیتے اور فرماتے تھے صدقات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔ (۳)

عمر میں دو مرتبہ اپنا کل مال و متاع آدھا آدھا خدا کی راہ میں دے دیا، پچاس پچاس دینار کی قیمت کا لباس صرف ایک موسم میں پہن کر فروخت کرتے اور اس کی قیمت خیرات کر دیتے تھے۔ (۴)

اکل حلال:

اکل حلال میں اتنا اہتمام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت یا نام سے ایک درہم کا بھی فائدہ اٹھانا پسند نہ کرتے تھے۔ (۵)

حلم و بردباری:

تحمل اور بردباری میں اپنے بابا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے، زبان کے تیز سے تیز نشتروں کا بھی اثر نہ لیتے تھے، ناگوار اور تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے، آپ کے تحمل کا یہ اثر ہوتا تھا کہ مسجد سے اٹھ کر آنے لگتے تو گالی دینے والے روتے ہوئے آپ کے ساتھ ہو جاتے اور کہتے، اب آئندہ آپ کبھی زبان سے ایسا کلمہ نہ سنیں گے جو آپ کو برا معلوم ہو۔

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ بے ہودہ بکنے والوں کی جانب متوجہ ہی نہ ہوتے، بعض گستاخ ایسے جری اور بے باک تھے کہ آپ کو جتلانے کے لئے کہتے کہ میں تم ہی کو کہہ رہا ہوں آپ اس کے جواب میں فرماتے میں چشم پوشی کرتا ہوں۔ (۶)

کبھی جواب بھی دیتے تو اس طرح کا کہنے والا کو دمنفعل ہو جاتا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے، راستہ میں ایک شخص نے آپ پر گالیاں برسائی شروع کر دیں، آپ کے غلام اور خدام میں اس کی طرف لپکے، آپ نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا میرے جو حالات تم سے مخفی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جو تم کہہ رہے ہو۔ تمہاری کوئی ضرورت ہے جس میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں، یہ جواب سن کر وہ شخص سخت شرمندہ ہوا، آپ نے اپنا کرتہ اتار کر اسے دے دیا اور ایک ہزار درہم سے زیادہ نقد عطا فرمائے۔ اس شخص پر آپ کے اس ”حسن انتقام“ کا اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار اس کی زبان سے نکل گیا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ہیں۔“ (۷)

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا فلاں شخص آپ کو برا بھلا کہتا ہے آپ اس کو لے کر اس شخص کے پاس پہنچے، یہ شخص سمجھتا تھا کہ آپ نے اس کو مدد کے لئے ساتھ لیا۔ برا کہنے والے شخص کے پاس پہنچ کر فرمایا تم نے جو کچھ میرے بارے میں کہا ہے، اگر وہ صحیح ہے تو خدا میری مغفرت فرمائے، اور اگر جھوٹ ہے تو خدا تمہاری مغفرت فرمائے۔ (۸)

۱۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۴	۲۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۴	۳۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۴	۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً، ص ۱۶۴	۶۔ ایضاً	۷۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۷	۸۔ ایضاً، ص ۱۳۷



عفو و درگزر:

ان کینہ پروردشمنوں سے بھی جن سے آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچی تھیں موقع ملنے کے بعد انتقام نہ لیتے تھے۔ ہشام بن اسماعیل والی مدینہ آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو سخت اذیت پہنچاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر علانیہ سب و شتم کرتا تھا۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ میں اسے معزول کر کے حکم دیا کہ مجمع عام میں اس کو کھڑا کیا جائے اور لوگ اس سے اپنا بدلہ لیں۔ ہشام کا بیان ہے کہ مجھے سب سے زیادہ خطرہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے تھا۔ مگر انہوں نے اپنے لڑکوں اور حامیوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص مجھ سے تعرض نہ کرے، آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! اس نے ہمارے ساتھ بہت برائیاں کی ہیں، ہم کو تو ایسے وقت کا انتظار ہی تھا، فرمایا ہم اس کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد ان میں سے کسی نے اس کے متعلق ایک لفظ منہ سے نہ نکالا۔ ہشام پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ اس کو زین العابدین کے فضل کا اعتراف کرنا پڑا۔ (۱)

نرمی و ملاطفت:

فطرۃ بڑے نرم خوتھے، درشتی اور سختی کا نام تک نہ تھا۔ جانوروں تک کو مارتے اور جھڑکتے نہ تھے، ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ علی سواری پر مکہ جا کر واپس آتے تھے اور اس طویل سفر میں کبھی اپنی سواری کو نہ مارتے تھے۔ (۲)

محبوبیت و جلالت:

اس تحمل، عفو و درگزر اور نرمی و ملاطفت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کی محبت و عظمت لوگوں کے دلوں میں اتنی جاگزین ہو گئی تھی کہ جدھر نکل جاتے تھے آپ کو راستہ دینے کے لئے ہجوم چھٹ جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ہر ہشام بن عبد الملک کا ایک واقعہ لائق ذکر ہے۔ ہشام بن عبد الملک ایک دفعہ اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں عمائد شام کے ساتھ حج کو گیا، طواف کرنے کے بعد حجر الاسود کو بوسہ دینے کے لئے بڑھا۔ مگر اتنا ہجوم تھا کہ کوشش کے باوجود نہ پہنچ سکا۔ مجبوراً رک گیا، اور اثر دھام کا تماشہ دیکھنے کے لئے پاس ہی اس کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی۔ ابھی وہ تماشہ دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں زین العابدین آگئے اور طواف کر کے حجر اسود کی طرف بڑھے، انہیں دیکھ کر خود بخود بھیڑ چھٹ گئی اور انہوں نے آسانی کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک شامی نے ہشام سے پوچھا یہ کون شخص ہے، جس کی لوگوں کے دلوں میں اتنی ہیبت ہے، ہشام آپ کو پوری طرح پہچانتا تھا۔ مگر ان کی جانب سے شامیوں کی توجہ ہٹانے کے لئے کہا میں نہیں پہچانتا، فرزدق شاعر بھی موجود تھا۔ یہ تجاہل عارفانہ سن کر اس کی شراب عقیدت جوش میں آگئی، اس نے کہا میں ان کو جانتا ہوں۔ شامی نے پوچھا کون ہیں۔ فرزدق نے اسی وقت زین العابدین کی شان میں ایک پر زور مدحیہ قصیدہ پڑھا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔ (یہ واقعہ نہایت مشہور ہے اور بہت سی تاریخوں میں ہے)

هذا الذي تعرف البطحاء وطاته      والبيت يعرفه والسحل والحرم

هذا ابن خير عباد الله كلهم      هذا التقى النقي الطاهر العلم

اذا اتاه قريش قال ثلها      الى مكارم هذا ينتهي الكرم

وليس قولك من هذا بصائر      العرب تعرف من انكرت والعجم

ما قال لاقط الا في تشهد      لولا التشهد كانت لاء فنعسم

یکاد یمسکم عرفان راحته رکن الحطیم اذا ما جاء یتسلم  
مقدم بعد ذکر اللہ ذکرهم فی اکل امر و مختوم به الکلم  
یخصی حیاء ویغصی من مہابتہ ولا یکلم الا حین یتسم  
هذا ابن فاطمة انب کنت جاہلہ یجد انبیاء اللہ قد ختموا

یہ قصیدہ سن کر ہشام فرزدق سے برہم ہو گیا اور اس کو قید کر دیا۔ امام زین العابدین نے اس کے صلہ میں فرزدق کو بارہ ہزار درہم عطا فرمائے۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں نے خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے مدح کی تھی انعام کے طمع میں نہیں، امام زین العابدین نے پھر اس کی پاس بجھوادیا اور کہلا بھیجا کہ ہم اہل بیت جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے، خدا تمہاری نیت سے واقف ہے، وہ اس کا اجر علیحدہ دے گا، خدا تمہاری سعی مشکور فرمائے، اس قیام کے بعد تعمیل ارشاد میں فرزدق نے روپیہ لے لیا۔ (۱)  
غرور سے نفرت:

اس عظمت و جلالت کے باوجود بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے غرور سے سخت نفرت کرتے تھے، فرماتے تھے اس متکبر اور مغرور انسان پر تعجب آتا ہے جو کل ایک حقیر نطفہ تھا اور کل پھر مردار ہو جائے گا۔ (ایضاً آپ کی چال ایسی تھی خاکسارانہ تھی کہ چلنے میں دونوں ہاتھ رانوں سے آگے نہ بڑھنے پاتے تھے۔ (۲)  
مساوات:

غرور نسب کو مٹانے اور مساوات کی عملی مثال قائم کرنے کے لئے اپنی ایک لڑکی کی شادی اپنے ایک غلام سے کر دی تھی، اور ایک لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ خود عقد کر لیا تھا، عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے خط لکھ کر ملامت کی، آپ نے جواب میں لکھا رسول اللہ ﷺ کی ذات تمہارے لئے نمونہ ہے، آپ نے صفیہ بن حییٰ کو (جو لونڈی تھیں) آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیا تھا، اور اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے ان سے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کی شادی کر دی تھی۔ (۳)  
محبت اہل بیت میں اعتدال کی ہدایت:

بعض مدعیان محبت اہل بیت شدت غلو میں اہل بیت کرام کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں، امام زین العابدین اس قسم کی گمراہ کن اور غیر معتدل محبت کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور انہیں اس سے روکتے تھے، فرماتے تھے کہ ”تم لوگ ہمارے ساتھ اسلام کی بتائی ہوئی حد تک محبت کرو، خدا کی قسم تم لوگ ہمارے متعلق اتنا کچھ کہتے رہے کہ بہت سے لوگوں کی نظروں میں ہم کو مبغوض بنا دیا۔ (۴) کبھی فرماتے: ”ہمارے ساتھ خدا کے لئے اسلام کی بتائی محبت کیا کرو۔ تمہاری محبت تو ہمارے لئے عار بن گئی ہے۔ (۵)  
خلفائے ثلاثہ کے ساتھ حسن عقیدت:

اپنے حق پرست اسلاف کی طرح خلفائے ثلاثہ کے ساتھ امام زین العابدین بھی سچی عقیدت رکھتے تھے، ان کی برائی سننا پسند نہ فرماتے تھے، اور برائی کرنے والوں کو اپنے یہاں سے نکال دیتے تھے، ایک مرتبہ عراقی آپ کے پاس آئے اور شاید اس غلط فہمی میں کہ آپ بھی ان کے گمراہ کن

۱۔ مختصر صفوة الصفوة، ص ۱۳۶ ۲۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۶۰ ۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۹

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸ ۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸

خیالات میں ان کے ہمنوا ہوں گے۔ آپ کے سامنے خلفائے ثلاثہ کے متعلق کچھ نازیبا باتیں کہیں، آپ نے کلام اللہ کی ان آیات کی تلاوت فرمائی:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (۱)

”مال غنیمت میں ان محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنے مال سے محروم کئے گئے اور وہ خدا کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔“

جس میں مہاجرین کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اشارہ فرما کر پوچھا کیا تم ان مہاجرین اولین سے ہو، جو اپنے وطن سے نکالے گئے، اور اپنی جائیداد اور دولت سے محروم کئے گئے، اور خدا کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں، اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ عراقیوں نے کہا نہیں، پھر آپ نے اسی آیت کے دوسرے ٹکڑے کی طرف:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۲)

”اور ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان کے (مہاجرین) پہلے سے مدینہ میں رہتے ہیں۔ اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور (مال غنیمت) جو مہاجرین کو دیا جاتا ہے اپنے دل میں اس کی خواہش نہیں پاتے، اور خواہ ان پر تنگی کیوں نہ ہو، (مہاجرین) کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں، جو اپنے نفس کو بخل سے بچائے گا وہی لوگ فلاح پائیں گے۔“

جو انصار کے فضائل میں ہے اشارہ کر کے پوچھا کیا تم ان لوگوں میں ہو جو ان لوگوں (مہاجرین) کی ہجرت سے پہلے سے (مدینہ میں) گھر رکھتے ہیں، اور ایمان لا چکے ہیں اور جو ان کے یہاں ہجرت کر کے جاتا ہے، اس سے محبت کرتے ہیں۔ عراقیوں نے کہا ان میں سے بھی نہیں، فرمایا تم کو خود اعتراف ہے کہ تم دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو، اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم اس جماعت میں بھی نہیں ہو جن کے متعلق خدا فرماتا ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (۳)

”اور وہ لوگ جن کے (مہاجرین) بعد آئے اور کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سب سے پہلے ایمان لا چکے ہیں مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو رؤوف الرحیم ہے۔“

جب تم ان تینوں اسلامی جماعتوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہو تو خدا تم کو غارت کرے میرے یہاں سے نکل جاؤ، (۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ خدا کی قسم وہ ناحق شہید کئے گئے۔ (۵)

۱۔ الحشر: ۸ ۲۔ حشر: ۹ ۳۔ الحشر: ۱۰ ۴۔ صفوة الصفوة، ص ۱۳۴ ۵۔ ابن سعد، ج ۵، ص ۱۶۰

حلیہ:

صورۃ نہایت حسین و جمیل تھے، بدن سے خوشبو پھوٹی تھی۔ (۱) شانوں تک زلفیں تھیں، مانگ نکلی رہتی تھی، (۲) خضاب کبھی سیاہ اور کبھی سرخ دونوں استعمال کرتے تھے۔

لباس:

نہایت خوش لباس تھے۔ خز کا جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے، جبہ اور اسی کی چادر استعمال کرتے تھے۔ ایک ایک چادر کی قیمت پچاس پچاس اشرفی تک ہوتی تھی اور محض ایک موسم میں استعمال کر کے اس کو بیچ کر قیمت خیرات کر دیتے تھے۔ سردیوں میں لومڑیوں کا سمورا استعمال کرتے تھے، رنگوں میں سفید، سرخ، زرد اور سیاہ ہر قسم کا رنگ پسند تھا، گول سر کی جوتی پہنتے تھے۔ (۳)

نفاست:

مزاج میں بڑی لطافت و نفاست تھی، گندگی کو مطلق برداشت نہ کر سکتے تھے، بہت سی چیزوں کو محض دوسروں کی خاطر انگیز کرتے تھے، ابو جعفر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن حسین بیت الخلاء گئے میں ہاتھ دھونے کے لئے پانی لئے ہوئے دروازہ پر کھڑا تھا، بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد فرمایا، میں نے بیت الخلاء میں ایسے شے دیکھی جس نے مجھے شک میں ڈال دیا، میں نے پوچھا وہ کیا، فرمایا میں نے دیکھا کھیاں غلاظت پر بیٹھتی ہیں، پھر اڑ جاتی ہیں اور آدمی کی جلد پر بیٹھ جاتی ہیں اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ بیت الخلاء جانے کے لئے ایک خاص لباس بنواؤں پھر سوچ کر فرمایا کہ جس چیز کی لوگوں کو استطاعت نہ ہو اسے مجھے بھی نہ کرنا چاہئے۔ (۴)

۶۔ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

نام و نسب:

زینب قبیلہ مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، زینب بنت ابی سلمہ بن عبد اللہ بن عبد الاسد بن عمرو بن مخزوم حبشہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے پیدا ہوئیں، اور ان ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر نے دودھ پلایا، (۵) پہلے برہ نام تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب نام رکھا۔ (۶)

عام حالات:

۴ھ میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں، اس وقت زینب شیر خوار تھیں، والدہ ماجدہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت تھی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرے پر شباب کا آب و رنگ باقی رہا۔

حضرت عبد اللہ بن زعمہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی، دولڑکے پیدا ہوئے، جن میں ایک کا نام ابو عبیدہ تھا۔ ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کی لاشیں لا کر رکھی گئیں، انہوں نے انا اللہ پڑھا اور کہا کہ ”مجھ پر بہت بڑی مصیبت پڑی، ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا، لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا۔“

۱۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۶۰ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً ص ۱۶۲۔ سیر الصحابہ، ج ۳، تابعین کرام، ص ۱۹۷-۲۰۸

۵۔ اصابع، ج ۸، ص ۹۶ بحوالہ ابن سعد ۶۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۳۱، باب استحباب تعبیر الاسماء تصحیح الی حسن

وفات:

بیٹوں کے قتل ہونے کے بعد دس برس زندہ رہیں اور ۳۷ھ میں انتقال فرمایا یہ طارق کی حکومت کا زمانہ تھا۔ (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ میں تشریف لائے۔

فضل وکمال:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فضل وکمال میں شہرہ آفاق تھیں اور اس وصف میں کوئی عورت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھیں، اسد الغابہ میں ہے:

كانت من افقه نساء زمانها۔ (۲)

”وہ اپنے عصر کی فقیہ بیوی تھیں۔“

آنحضرت ﷺ سے کچھ حدیثیں روایت کیں، آپ ﷺ کے علاوہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے بھی چند حدیثیں سنیں جن لوگوں نے ان سے حدیث روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

امام زین العابدین، ابو عبیدہ، محمد بن عطاء، عراق بن مالک، حمید بن نافع، عروہ، ابوسلمہ، کلیب بن وائل، ابوقلابہ جری۔ (۳)

۷۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

نام و نسب:

ہند نام، ام سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، والدہ کا بنو فراس سے تھیں اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے، عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل بن الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

ابو امیہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد) کے مشہور مخیر اور فیاض تھے، سفر میں جاتے تو تمام قافلہ والوں کی کفالت خود کرتے تھے اسی لئے زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے۔ (۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان ہی کی آغوش تربیت میں نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی۔

نکاح:

عبد اللہ بن عبد الاسد سے جو زیادہ تر ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہیں، اور جوام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد اور آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے، نکاح ہوا۔

اسلام:

آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں۔

ہجرت حبشہ:

اور ان ہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، حبشہ میں کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آئیں اور یہاں سے مدینہ ہجرت کی، ہجرت میں ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر کے نزدیک وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔

۲۔ تھذیب، ج ۲، ص ۴۲۱

۱۔ تھذیب، ج ۲، ص ۴۲۱۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۴۶۹

۴۔ اصحابہ، ج ۸، ص ۲۴۰

۳۔ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۴۶۹۔ سیر الصحابہ، ج ۲، سیر الصحابیات: اول، ص ۱۰۸-۱۰۹

ہجرت مدینہ:

ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کرنا چاہتی تھیں (ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا) لیکن (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے) قبیلہ نے مزاحمت کی تھی، اس لئے حضرت ابو سلمہ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، اور یہ اپنے گھر واپس آ گئی تھیں (ادھر سلمہ کو بھی خاندان والے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چھین کر لے گئے) اس لئے ام سلمہ کو اور بھی تکلیف تھی، چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور ابلح میں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں، ۷-۸ دن تک یہ حالت رہی اور خاندان کے لوگوں کو احساس تک نہ ہوا۔ ایک دن ابلح سے ان کے خاندان کا ایک شخص نکلا اور ام سلمہ کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔ گھر آ کر لوگوں سے کہا کہ ”اس غریب پر ظلم کیوں کرتے ہو، اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالے کر دو، رواں کی اجازت ملی تو بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور مدینہ کا راستہ لیا۔

چونکہ بالکل تنہا تھیں، یعنی کوئی مرد ساتھ نہ تھا، تنہا میں عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) کی نظر پڑی، بولا ”کدھر کا قصد ہے؟“ کہا: مدینہ کا ”پوچھا: ”کوئی ساتھ بھی ہے“ جواب میں بولیں: ”خدا اور یہ بچہ“ عثمان نے کہا: ”یہ نہیں ہو سکتا تم تنہا کبھی نہیں جا سکتیں“ یہ کہہ کر اونٹ کی مہار پکڑی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، رستہ میں جب کہیں ٹھہرتا تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کے نیچے چلا جاتا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اتر پڑتیں، رواں کی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر ہٹ جاتا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہتا کہ ”سوار ہو جاؤ“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا شریف آدمی کبھی نہیں دیکھا، غرض مختلف منزلوں پر قیام کرتا ہوا مدینہ لایا، قبا کی آبادی پر نظر پڑی تو بولا ”اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ، وہ یہیں مقیم ہیں“ یہ ادھر روانہ ہوئیں اور عثمان نے مکہ کا راستہ لیا۔ (۱)

قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو یقین نہیں آتا تھا (یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی، شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مجبوراً خاموش تھیں، لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر پیغام بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین ہوا وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں، ابوامیہ چونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے، اس لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ (۲)

وفات ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور نکاح ثانی اور خانگی حالات:

کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بڑے شہ سوار تھے، بدر اور احد میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں چند زخم کھائے، جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے، جمادی الثانی ۴ھ میں ان کا زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ (۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور وفات کی خبر سنائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے مکان پر تشریف لائے، گھر میں کہرام مچا تھا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں ”ہائے غربت میں یہ کیسی موت ہوئی“۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صبر کرو، ان کی مغفرت کی دعا مانگو، اور یہ کہو کہ خداوند! ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر“۔ اس کے بعد ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر تشریف لائے اور جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نو تکبیریں کہیں، لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے خود دست مبارک آنکھیں بند کیں اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (۴)

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں، وضع حمل کے بعد عدت گزر گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن ام سلمہ نے انکار کیا، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے چند عذر ہیں:

۱۔ میں سخت غیور عورت ہوں۔

۲۔ صاحب عیال ہوں۔

۳۔ میرا سن زیادہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب زحمتوں کو گوارا فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؟ اپنے لڑکے سے (جن کا نام عمر تھا) کہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کرو۔ (۱) شوال کی ۴ھ کی اخیر کی تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا، خداوند تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا، سنن ابن ماجہ میں ہے:

فلما تو فی ابو سلمة ذكرت الذی کان حدثنی فقلت اردت ان اقول اللهم عظمی خیرا منه قلت فی نفسی اعاض خیرا من ابی سلمة رضی اللہ عنہ ثم قلتها فعاضنی اللہ محمد ﷺ۔

”جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوند، مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے جانشین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو چکیاں، گھڑا اور چڑے کا تکیہ جس میں خرے کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا، یہی سامان اور بیویوں کو بھی عنایت ہوا تھا۔ (۲)

بہت حیا دار تھیں، ابتداء جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان پر تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرط غیرت سے لڑکی (زینب) کو گود میں بٹھا لیتیں، آپ یہ دیکھ کر واپس تشریف لے جاتے جاتے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے، معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی کو چھین لے گئے۔ (۳)

لیکن بعد میں یہ بات کم ہوتی گئی، اور جس طرح دوسری بیبیاں رہتی تھیں، وہ بھی رہنے لگیں، نکاح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا رشک ہوا، ابن سعد میں ان سے جو روایت منقول ہے اس میں یہ فقرہ بھی ہے:

حزنت حزنا شديدا، ”یعنی مجھ کو سخت غم ہوا۔“ (۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جب تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو (سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا تھا تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کو اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، صحیح بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، ایک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ، صفیہ، سودہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں، دوسرے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج تھیں، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب رکھتے تھے اس لئے لوگ ان ہی کی باری میں ہدیے بھیجتے تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت نے ان سے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کی خواہاں ہیں، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے مکان میں بھی ہوں لوگوں کو ہدایہ بھیجنا چاہئے۔



حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا، تیسری مرتبہ کہا: ”ام سلمہ رضی اللہ عنہا! عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ، کیونکہ ان کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے، جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو“۔ (۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”اتوب الی اللہ عزوجل من اذاک یارسول اللہ ﷺ“ میں آپ ﷺ کے اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت ﷺ شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا حضور ﷺ کی جانماز کے سامنے بچھتا تھا آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے اور یہ سامنے ہوتی تھیں۔ (۲)

آنحضرت ﷺ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں، حضرت سفینہ جو آنحضرت کے مشہور غلام ہیں، دراصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، ان کو آزاد کیا تو یہ شرط کی کہ جب تک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔ (۳)

عام حالات:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور واقعات زندگی یہ ہیں، غزوہ خندق میں اگرچہ شریک نہ تھیں، تاہم اس قدر قریب تھیں کہ آنحضرت ﷺ کی گفتگو اچھی طرح سنتی تھیں فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب سینہ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا، اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی فرمایا: ”(افسوس) ابن سبیہ! تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا“۔ (۴)

محاصرہ بنو قریظہ (۵ھ) میں یہود سے گفتگو کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، اثنائے مشورہ میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ تم قتل کئے جاؤ گے، لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اس قدر نادام ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا، چند دنوں تک یہی حالت رہی پھر توبہ قبول ہوئی، آنحضرت ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے تو بولیں: ”خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے، اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟“ فرمایا: ”ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی“۔ عرض کی ”تو کیا میں ان کو یہ مژدہ سنا دوں؟“ فرمایا: ”ہاں اگر چاہو“ حضرت ام سلمہ اپنے حجرہ کے دروازے پر گھڑی ہوئیں، اور پکار کر کہا: ”ابولبابہ! مبارک ہو، تمہاری توبہ قبول ہو گئی“۔ اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مدینہ اٹھ آیا۔ (۵)

اسی سنہ میں آیت حجاب نازل ہوئی اس سے پیشتر ازواج مطہرات بعض دور کے اعزہ و اقارب کے سامنے آیا کرتی تھیں، اب خاص خاص اعزہ کے سوا سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن ام مکتوم قبیلہ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہ نبوی ﷺ کے مؤذن تھے اور چونکہ نابینا تھے، اس لئے ازواج مطہرات کے حجروں میں آیا کرتے تھے، ایک دن آئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”ان سے پردہ کرو“ بولیں: ”وہ تو نابینا ہیں“ فرمایا: ”تم تو نابینا نہیں ہو۔ تم تو انہیں دیکھتی ہو“۔ (۶)

صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں، صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں، لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا، یہاں تک کہ جیسا صحیح بخاری میں ہے، تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا (چونکہ معاہدہ کی شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اس لئے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بے تاب تھے) آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور ام سلمہ سے

۱۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۳ ۲۔ مسند، ج ۶، ص ۳۲۲ ۳۔ ایضاً، ص ۳۱۶ ۴۔ مسند، ج ۶، ص ۲۸۹

۵۔ زرقانی، ج ۲، ص ۵۳، وابن سعد، ج ۲، ص ۵۲ ۶۔ مسند، ج ۶، ص ۲۹۶



شکایت کی، انہوں نے کہا ”آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال مندوائیں“ آپ نے باہر آ کر خود قربانی کی اور بال مندوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ (۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو حل کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا، امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال پیش نہیں کر سکتی۔ (۲)

غزوہ خیبر میں شریک تھیں، مرحب کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو کرکراہٹ کی آواز ان کے کانوں میں آئی تھی۔ (۳)

۹ھ میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی آئے وہ ان کی عزیز ہوتی تھیں، ان سے بھی گفتگو کی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ (۴)

عجبا لك يا ابن الخطاب دخلت في كل شئ حتى تبغى ان تدخل بين رسول الله ﷺ وازواجه :

”عمر تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے یہاں تک کہ اب رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہو۔“

چونکہ جواب نہایت خشک تھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے اور اٹھ کر چلے آئے، رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ بیان کیا جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا تو آپ ﷺ مسکرائے۔ (۵)

حجۃ الوداع میں جو ۱۰ھ میں ہوا اگرچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں، تاہم ساتھ آئیں، بنہان (غلام) اونٹ کی مہار تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب غلام مکاتب کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔ (طواف کے متعلق فرمایا کہ جب نماز فجر قائم ہو، تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ (۶)

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ علیل ہوئے، مرض الموت نے طول کھینچا تو آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اکثر آپ کو دیکھنے کے لئے جایا کرتی تھیں، ایک دن طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیج اٹھیں، آنحضرت ﷺ نے منع کیا کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں، (۷) ایک دن مرض میں اشتداد ہوا تو ازواج نے دوا پلانا چاہی، چونکہ آپ کو گوارا نہ تھی، آپ نے انکار فرمایا، لیکن جب غشی طاری ہو گئی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے دوا پلا دی (۸) (بعض روایتوں میں ہے کہ ان دونوں نے مشورہ دیا تھا) اسی زمانہ میں ایک روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو حبشہ سے ہو آئی تھیں، وہاں کے عیسائی معبدوں کا (جو غالباً رومن کی تھو لک گرے ہوں گے) اور ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں، اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں، قیامت کے روز عزوجل کی نگاہ میں لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ (۹)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۳۸۰ ۲۔ زرقانی، ج ۳، ص ۲۷۲ ۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۸۰۳ ۴۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۷۳۰

۵۔ مسند، ج ۶، ص ۳۰۸-۲۸۹ ۶۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۱۹-۲۲۰ ۷۔ طبقات، ج ۲، ق ۲، ص ۱۳

۸۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۲۱ و طبقات، ج ۲، ق ۲، ص ۳۲ ۹۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

وفات سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کان میں تین باتیں کی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی وقت بے تابانہ پوچھنے لگیں، لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے توقف کیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پوچھا۔ (۱)

۶۱ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں، نہایت پریشان ہیں، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا حال ہے، ارشاد ہوا: ”حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل سے واپس آ رہا ہوں“۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوئیں تو آنکھوں میں آنسو جاری تھے (۲) اسی حالت میں زبان سے نکلا اہل عراق نے حسین کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے اور حسین کو ذلیل کیا خدا ان لوگوں پر لعنت کرے۔ (۳)

۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد شامی لشکر مکہ گیا، جہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہما پناہ گزین تھے، چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا، بعض کو شبہ ہوا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا بولیں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا، اس کے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا بیابان میں وہیں دھنس جائے گا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا جو لوگ جبراً شریک کئے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا ہاں، لیکن قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق انھیں گے۔ (حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مدینے کے میدان میں پیش آئے گا۔ (۴)

وفات:

جس سال حرہ کا واقعہ ہوا (یعنی ۶۳ھ) اسی سال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا، اس وقت ۸۴ برس کا سن تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ (۵)

اس زمانہ میں ولید بن عتبہ (ابوسفیان کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا، چونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے اس لئے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنے بجائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ (۶)

اولاد:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی اس کے نام یہ ہیں:

سلمہ حبشہ میں پیدا ہوئے، آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی امامہ سے کیا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان ہی نے کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔ درہ، کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ ازواج مطہرات میں داخل تھیں، آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر ہم نے اس کو پرورش نہ بھی کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لئے کسی طرح حلال نہ تھی، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔ (۷)

زینب۔ پہلے برہ نام تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے زینب رکھا۔ (۸)

۴۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۴۹۳-۴۹۴

۳۔ مسند، ج ۶، ص ۲۹۸

۲۔ صحیح ترمذی، ص ۲۲۴

۱۔ طبقات، ج ۲، ق ۲، ص ۴۰

۸۔ زرقانی، ج ۳، ص ۲۷۲

۷۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۷۶۴

۶۔ طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۲۴۴۳

۵۔ زرقانی، ج ۳، ص ۲۷۶

حلیہ:

اصابہ میں ہے:

كانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع:

”یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین تھیں“

ابن سعد (۱) نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حسن کا معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئیں، مگر یہ درقدی کی یہ روایت ہے جو چندان قابل اعتبار نہیں۔

حضرت ام سلمہ کے بال نہایت گھنے تھے۔ (۲)

فضل وکمال:

علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج بلند رتبہ تھیں، تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی جواب نہ تھا، چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہیں: (۳)

كان ازواج النبي ﷺ يحفظن من حديث النبي ﷺ  
كثيراً ولا مثلاً للعائشة رضي الله عنها وام سلمة رضي الله عنها،  
”آنحضرت ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا اور  
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا۔“

مردان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا:  
كيف نسل احداً وفينا ازواج النبي ﷺ۔ (۴)  
”آنحضرت ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں  
پوچھیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دریاے علم ہونے کے باوجود ان کے دریاے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ (۵) تابعین کرام کا ایک بڑا  
گروہ ان کے آستانہ فیض پر سربر تھا۔

قرآن اچھا پڑھتیں اور آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آنحضرت ﷺ کیسے قراءت کرتے تھے؟ بولیں ایک  
آیت الگ الگ پڑھتے تھے اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ (۶)

حدیث میں حضرت عائشہ کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا، ان سے ۳۷۹ روایتیں مروی ہیں۔ اس بنا پر وہ محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیسرے طبقہ میں  
شامل ہیں۔

حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن بال گوندوا رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے زبان مبارک سے لکھا الناس  
(لوگو!) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں، اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔ (۷)

مجتہد تھیں، صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ق ۲، ص ۱۲۶

۲۔ مسند، ج ۶، ص ۲۸۹

۱۔ ابن سعد، ج ۸، ص ۶۶

۷۔ ایضاً، ص ۳۰۱

۶۔ ایضاً، ص ۳۰۰-۳۰۲

۵۔ ایضاً، ص ۳۱۲

۴۔ مسند، ج ۶، ص ۳۱۷

صاحب العقل البالغ والرائے الصائب (۱)

”یعنی وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔“

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاویٰ اگر جمع کئے جائیں تو ایک چھوٹا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ (۲) ان کے فتاویٰ کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے۔ ان کی نکتہ سنجی پر واقعات شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر عسکر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ بولے آنحضرت ﷺ بھی پڑھتے تھے، چونکہ انہوں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ سے سنی تھی۔ مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لئے آدمی بھیجا، انہوں نے کہا مجھ کو ام سلمہ سے یہ حدیث پہنچی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولیں:

”یعنی خدا عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کرے انہوں نے بات نہیں سمجھی، کیا میں موضع ہ۔ (۳) اولم اخبرها ان رسول اللہ ﷺ قد نہی عنہما۔ (۴) فرمائی ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رمضان میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہئے ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک شخص نے جا کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا دونوں نے کہا کہ خود آنحضرت ﷺ جنابت کی حالت میں صائم ہوتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو رنگ فق ہو گیا، اس خیال سے رجوع کیا اور کہا کہ میں کیا کروں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ علم ہے۔ (۵) (اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔) (۶)

ایک مرتبہ چند صحابہ نے دریافت کیا کہ (آنحضرت ﷺ کی اندرونی زندگی) کے متعلق کچھ ارشاد کیجئے، فرمایا: آپ ﷺ کا ظاہر و باطن یکساں تھا، آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے بہت اچھا کیا۔ (۷) حضرت ام سلمہ جواب صاف دیتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ سائل کو تشفی ہو جائے، ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا، وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج کے پاس گیا۔ سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر سنائی تو بولیں: نعم واشفیک! ذرا ٹھہرو! میں تمہاری تشفی کرنا چاہتی ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ (۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث وفقہ کے علاوہ اسرار کا بھی علم تھا، اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عالم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو بولیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض صحابی ایسے ہیں جن کو نہ میں اپنے انتقال کے بعد دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھیں گے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ گھبرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور کہا: ”خدا کی قسم! سچ سچ کہنا کیا میں انہیں میں ہوں؟“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں، لیکن تمہارے علاوہ میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کروں گی۔ (۹)

۱۔ اصابہ، ج ۸، ص ۲۳۱ ۲۔ اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۱۳ ۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۹۹، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۳۹

۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۰۲ ۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۰۶، ۳۰۷ ۶۔ ایضاً، ص ۳۰۶ ۷۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۰۹

۸۔ ایضاً، ص ۲۹۷ ۹۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۰۷

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے ہم صرف چند ناموں پر اکتفا کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن ابی بکر، اسامہ بن زید، ہند بنت الحارث الفراسیہ، صفیہ بنت شیبہ، عمر، زینب (اولاد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) مصعب بن عبد اللہ (برادر زادہ) بنہان (غلام مکاتب) عبد اللہ بن رافع، نافع، شعبہ، پسر شعبہ، ابوبکر، خیرہ والدہ حسن بصری، سلمان بن یسار، ابو عثمان النہدی، حمید، ابوسلمہ، سعید بن مسیب، ابو داؤد، صفیہ بنت محص، شعبی، عبد الرحمن ابن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبد الرحمن، عثمان بن عبد اللہ ابن مویہ، عروہ بن زبیر، کریم مولیٰ ابن عباس، قبیصہ بن ذویب، نافع مولیٰ ابن عمر، یعلیٰ بن مملک۔

اخلاق وعادات:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا تو اس کو توڑ ڈالا۔ (۱) ہر مہینہ میں تین دن (دو شنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں، (۲) ثواب کی متلاشی رہتیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی، اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں“۔ (۳)

ایچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں، آیت تطہیر انہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسین کو بلا کر کبل اڑھایا اور کہا: ”خدا یا میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر“۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعائی تو بولیں یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔ (۴)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں، نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیر و تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔ (۵)

ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی، چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی، وہ سجدہ کرتے وقت مٹی خجھاڑتے تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے خلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا، تو آپ نے فرمایا تھا: ”توب وجھک اللہ!“ یعنی تیرا چہرہ خدا کی راہ میں غبار آلود ہو۔ (۶)

فیاض تھیں، اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے آکر کہا اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے۔ (۷)

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں، ان کے گھر آئے اور نہایت الحاح سے سوال کیا، ام الحسن بیٹی تھیں، انہوں نے ڈانٹا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم کو اس کا حکم نہیں ہے۔ اس کے بعد لونڈی سے کہا ان کو کچھ دے کر رخصت کرو، کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔ (۸)

۳۔ صحیح ترمذی، ص ۵۳۰

۳۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۱۹۸

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۵-۳۲۲ ۲۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۸۔ استیعاب، ج ۲، ص ۸۰۳

۷۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۹۰

۶۔ ایضاً، ج ۶، ص ۳۰۱

۵۔ مسند، ج ۶، ص ۲۸۹

آنحضرت سے ان کو جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپ کے موئے مبارک تبر کا رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں، (۱)  
آنحضرت ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں، تو آپ منبر پر  
تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی:

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات۔ (۲)

مناقب:

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں، حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور باتیں کرتے رہے، ان کے جانے کے بعد آپ  
نے پوچھا: ”ان کو جانتی ہو؟“ بولی دجیہ تھے، لیکن جب آپ نے اس واقعہ کو اور لوگوں سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے۔  
(۳) (غالباً نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے) (۴)

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث مبارکہ سابعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ اڑتیسویں (۳۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی آئمہ ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے دو راوی بصری اور باقی سارے مدنی ہیں۔

☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے امام بخاری نے ادب المفرد  
میں روایت کی ہے۔

☆ حضرت محمد بن المثنیٰ رحمہ اللہ ایسے شیخ ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ براہ راست روایت کرتے ہیں، اور آپ آئمہ صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔

☆ اس سند میں چار رواۃ اہل بیت اطہار سے ہیں، اور حضرت زینب بھی آقا کریم ﷺ کی زیر پرورش و تربیت ہی رہیں۔

☆ سند میں چار آئمہ کرام (یحییٰ، جعفر، باقر، زین العابدین) اپنے زمانہ کے مشہور آئمہ فقہاء میں سے ہیں۔

☆ سند میں ایک ام المؤمنین (ام سلمہ) اور ایک صحابیہ (زینب) ہیں، حضرت زینب حضرت ام سلمہ کی پہلی خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی  
صاحبزادی ہیں۔

☆ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ، حضرت زینب اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنن النسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت اطہار میں سے زندہ بچ جانے والی واحد شخصیت ہیں۔

☆ امام زین العابدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی حضرت ام فروہ کے صاحبزادے ہیں۔

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۹۶ ۲۔ ایضاً، ص ۳۰۱ ۳۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۴۱

۴۔ سیر الصحابة، ج ۲، سیر الصحابیات: اول، ص ۳۴-۳۲

- ☆ حضرت ام فروہ حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی ہیں۔
- ☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تین صدائیں (۳۷۹) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

اکل: آپ ﷺ نے تناول فرمایا

جاء: وہ آیا۔

الصلاة: نماز

لم یمس: نہیں چھوڑا

ماء پانی

کتفا: دستی۔ مراد ہے جانور کے پاؤں کا اوپر والا حصہ

خرج: آپ ﷺ شریف لے گئے

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے بیان کیا:

حضور نبی کریم ﷺ کبھی کبھی بغیر احتلام کے صبح کے وقت جنبی ہوتے تھے

اور روزہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد یہ حدیث مبارکہ بھی بیان کی: ایک دفعہ

انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو پسلی کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا، آپ ﷺ نے

وہ تناول فرمایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور وضو نہیں کیا۔

۱۸۳۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُونُسَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَحَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْبِحُ جُنْبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ وَحَدَّثَنَا مَعَ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشُونًا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت آخری حصہ میں ہے:

آپ ﷺ نے بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور وضو نہیں کیا۔

۲۔ اطراف: مسلم: ۱۱۰۹، احمد: ۲۶۶۷۲، السنن الکبریٰ: ۱۸۹، تحفۃ الاشراف: ۱۸۱۶۰

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان میں سے پانچ راویوں کے حالات گذر چکے ہیں، حضرت محمد بن یوسف اعرج رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ محمد بن عبد الاعلیٰ: راجع: ۵

۲۔ خالد: راجع: ۶۷

۳۔ ابن جریج: راجع: ۳۲

۴۔ محمد بن یوسف: آپ کا نام محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن یزید اعرج کندی مدنی (م: ۱۲۰ھ) ہے، آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت و امامت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے



روایت نہیں کی۔ (۱)

۵۔ سلیمان بن یسار: راجع: ۱۵۶

۶۔ ام سلمہ: راجع: ۱۸۲

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تہترھویں (۷۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے اصحاب صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ شیخ محمد بن عبد اللہ علی سے امام بخاری رحمہ اللہ اور شیخ محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ روایت نہیں کرتے۔
- ☆ سند کے پہلے دو راوی بصری، تیسرے مکی اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ یہ روایت تابعی (محمد بن یوسف) کی دوسرے تابعی (سلیمان) سے روایت ہے۔
- ☆ حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ تابعین فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔
- ☆ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، عنعنہ دو دفعہ اور صیغہ تحدیث تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

حدیثی: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے مجھ سے بیان کیا	کان یصبح: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> صبح فرماتے
جنباً: حالت جنبی، غسل کی حاجت والا	یصوم: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> روزہ رکھتے
قربت: میں پیش کرتی	جنباً: پہلو۔ پسلی
مشویا: بھنا ہوا گوشت	اکل: آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے تناول فرمایا



لم يتوضأ: آپ ﷺ نے وضو نہ کیا

قام: آپ ﷺ کھڑے ہوئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں آقا کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت تناول فرمایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اور وضو نہ کیا۔

۱۸۴۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۲۔ اطراف:

احمد: ج ۱، ص ۳۶۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۰، شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۴۹، تحفۃ الاشراف: ۵۶۷۱

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کے حالات گزر چکے ہیں:

۱۔ محمد بن عبدالاعلیٰ: راجع: ۵  
۲۔ خالد: راجع: ۶۷  
۳۔ ابن جریج: راجع: ۳۲  
۴۔ محمد بن یوسف: راجع: ۱۸۳  
۵۔ ابن یسار: راجع: ۱۵۶  
۶۔ ابن عباس: راجع: ۳۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدایات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ چوتھوں (۷۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا زاد ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ، عنعنہ دو دفعہ اور کلمہ تحدیث تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دو کاموں (آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا یا نہ کرنا) میں سے رسول اللہ ﷺ کا آخری کام یہ تھا، کہ آپ ﷺ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں کرتے تھے۔

۱۸۵۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ آخِرَ الْأَمْرِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكُ الْوُضُوءَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:  
حضور نبی کریم ﷺ آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہیں کرتے تھے۔

۲۔ اطراف:

ابوداؤد: ۱۹۲، السنن الکبریٰ: ۱۸۸

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کے حالات گزر چکے ہیں، حضرت علی بن عیاش حمصی کے حالات درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ عمرو بن منصور: راجع: ۱۴۷

۲۔ علی بن عیاش: آپ کا نام ابوالحسن علی بن عیاش بن مسلم بکا الہانی حمصی (۱۴۳ھ - ۲۱۹ھ) ہے، آپ رواد کے نویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام مسلم روایت نہیں کرتے۔ (۱)

۳۔ شعیب بن ابی حمزہ: راجع: ۸۵ ۴۔ محمد بن المنکدر: راجع: ۱۳۸

۵۔ جابر بن عبد اللہ: راجع: ۳۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اکسٹھویں (۶۱) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ مذکورہ بالا دونوں ابواب میں یہ پہلی حدیث خماسیات ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی نسائی، اگلے دو حمصی اور آخری دو مدنی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ کے شیخ حضرت عمرو بن منصور بھی نسائی نسبت کے حامل ہیں۔
- ☆ سند کے باقی راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ حضرت علی بن عیاش رحمہ اللہ سے امام مسلم رحمہ اللہ روایت نہیں کرتے۔

- ☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابہ سبعہ مکثرین میں سے ہیں، آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، عنعنہ، سمعت ایک ایک اور حدیث اور دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

اخرا الامرین: دو کاموں میں سے آخری کام  
تروك الوضوء: وضو کا چھوڑ دینا  
مست: اس نے چھو  
النار: آگ

## ۷۔ مسائل و نصائح:

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا لازم آتا ہے یا نہیں، اس بارے میں امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ نے دونوں امور سے متعلق احادیث کو جمع کیا ہے، پہلے ان احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے، پھر فقہاء کرام کی آراء کو بیان کیا جائے گا۔

۱۔ ابن حبان کی روایت کردہ احادیث مبارکہ:

- ۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم بکریوں کا گوشت کھا کر وضو کریں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو وضو کرو اور اگر نہ چاہو تو وضو نہ کرو، اس نے عرض کیا: کیا ہم اونٹوں کا گوشت کھا کر وضو کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں!
- ۲۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اونٹوں کے گوشت (کھانے) پر وضو کرنے کا حکم دیا اور ہمیں بکریوں کے گوشت (کھانے) پر وضو کرنے کا حکم نہیں دیا۔
- ۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کی رخصت عطا فرمائی اور آپ سے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا اور آپ سے بکریوں کے گوشت (کھانے) پر وضو کرنے کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو وضو کرو اور اگر نہ چاہو تو وضو نہ کرو۔
- ۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹوں کے گوشت (کھانے) پر وضو کریں اور بکریوں کے گوشت (کھانے) پر وضو نہ کریں اور یہ کہ ہم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھیں۔
- ۵۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! عرض کیا گیا: کیا ہم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کیا گیا: کیا ہم اونٹوں کے گوشت کو (کھانے) پر وضو کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کیا گیا: کیا ہم بکریوں کے گوشت (کھانے) پر وضو کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں!
- ۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہانڈی کے پاس سے گزرے، آپ نے اس میں سے ہاتھ سے ایک بوٹی نکال کر کھائی پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روٹی اور گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا گیا، پس آپ نے وہ کھایا اور وضو کے لئے پانی منگوایا، پھر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر بچا ہوا کھانا منگوایا اور کھایا، پھر نماز عصر پڑھائی اور وضو نہیں کیا، پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (گھر

کے) اندر داخل ہوا تو انہوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز ہے؟ چنانچہ انہیں نہیں ملی تو کہا: تمہاری وہ بچہ جنم دینے والی بکری کہاں ہے؟ چنانچہ انہوں نے مجھے حکم دیا، میں نے اسے باندھ کر اس کا دودھ دوہا، پھر انہوں نے ہمارے لئے کھانا تیار کیا تو ہم نے کھانا کھایا، پھر (نیا) وضو کرنے سے پہلے ہی آپ نے نماز پڑھی، پھر میں حضرت عمر کے ساتھ (گھر کے) اندر داخل ہوا تو میں نے وہ برتن سامنے رکھا جس میں گوشت روٹی تھی، چنانچہ ہم نے کھایا اور پھر ہم نے (نیا) وضو کرنے سے پہلے نماز ادا کی۔

۸۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شانے کا گوشت کھایا، فرمایا: آپ نے پسلی کا گوشت کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ گوشت تناول فرمایا اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، پھر یہ لوگ صف میں کھڑے ہو گئے اور وضو نہیں کیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، تو انہوں نے کھانا کھایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا، پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے ایک بڑے پیالے سے کھانا کھایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۱۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شانے کا گوشت کھایا، پس آپ نے نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔

۱۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو کاموں میں سے آخری کام یہ تھا کہ آپ نے وضو کرنا ترک فرما دیا تھا، اس چیز کو تناول کرنے سے جسے آگ نے چھوا ہو۔

۱۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آگ پر پکا ہوا کھانا کھایا، پھر وضو کرنے سے پہلے نماز پڑھی، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے آگ پر پکا ہوا کھانا کھایا اور پھر وضو کرنے سے پہلے نماز پڑھی، پھر میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے آگ پر پکا ہوا کھانا کھایا اور پھر نیا وضو کرنے سے پہلے نماز ادا کی۔

۱۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ گوشت تناول فرمایا اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، پھر وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے کھانا کھایا اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا، پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے ایک بڑے پیالے سے کھانا کھایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۱۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے بکری کا گوشت پکا کر رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی، چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کھانا تناول کیا پھر نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا پھر بقیہ کھانے کی طرف واپس آئے اور انہوں نے کھانا کھایا، پھر نماز عصر کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا۔

۱۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک انصاری عورت کے ہاں تشریف لائے تو اس نے آپ کے لئے کھجور کے ایک جھنڈ کے سائے میں کپڑا بچھایا اور اس کے ارد گرد پانی چھڑک دیا اور ایک بکری ذبح کی، چنانچہ آپ نے کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تناول

کیا، پھر آپ نے کھجور کے اس چھوٹے سے درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا، پھر بیدار ہوئے، وضو کیا، پھر ظہر کی نماز ادا فرمائی تو اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس اضافی کھانا ہے، کیا آپ تناول فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! چنانچہ آپ نے کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر نیا وضو کرنے سے قبل نماز ادا کی۔

۱۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے ہماری دعوت کی، اور اس نے بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا اور ہمارے لئے کھجور کے ایک جھنڈ کے نیچے پانی چھڑک دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کیا پھر نماز پڑھی پھر ہم بچے ہوئے کھانے کی طرف آئے، چنانچہ اسے کھایا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے، انہوں نے کھانا منگوایا لیکن نہ ملا تو انہوں نے پوچھا: تمہاری وہ بکری کہاں ہے جس نے بچہ جنم دیا ہے؟ خاتون نے کہا: وہ تو ہے، چنانچہ اسے منگوایا اور اپنے ہاتھ سے اس کا دودھ دوہا، پھر انہوں نے ایک میٹھا کھانا تیار کیا، آپ نے تناول فرمایا، نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا اور میں نے رات کا کھانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھایا، چنانچہ ان کے پاس دو پیالے لائے گئے، ایک پیالہ ان کے سامنے اور دوسرا لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا، چنانچہ انہوں نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۱۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۱۸۔ حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانے کا گوشت دانتوں سے نوچ کر تناول فرما رہے تھے، پھر نماز کے لئے بلایا گیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور چھری پھینک دی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اور حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی از والد خود از رسول اللہ ﷺ بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

۱۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا گوشت کھایا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور نہ وضو کیا اور نہ ہی کلی کی۔

۲۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک انصاری عورت کے پاس آئے، اس نے آپ کے لئے کھجوروں کے جھنڈ کے پاس کپڑا بچھایا اور بکری ذبح کی اور آپ کے لئے کھانا تیار کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا، پھر آپ نے نماز ظہر کے لئے وضو کیا اور نماز پڑھائی، اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بکری کا کچھ گوشت ہمارے پاس بچ گیا ہے، کیا آپ کو مزید کھانے کی طلب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! چنانچہ آپ نے اور ہم نے کھانا کھایا، پھر آپ نے نماز عصر پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

۲۳۔ حضرت ابراہیم بن عبد اللہ بن قارظ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پنیر کے کچھ ٹکڑے تناول کئے اور پھر وضو کیا اور پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے وضو کیوں کیا؟ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس چیز کو آگ چھوئے اس سے وضو کرو۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز بھی چکنائی سے وضو کرتے تھے۔

۲۴۔ حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کی چھت پر وضو کرتے ہوئے پایا تو انہوں نے ان سے سوال کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس لئے وضو کر رہا ہوں کہ میں نے پییر کی کچھ ٹکڑے کھائے ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے) سے وضو کرو۔

۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس چیز کو آگ چھوئے، اس سے وضو کرو (یعنی وہ چیز کھاؤ تو اس کے بعد وضو کرو)۔

۲۶۔ حضرت ابورافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی بھنی ہوئی کلیجی تحفہ دی گئی، آپ نے اس سے تناول کیا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں فرمایا۔

۲۷۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کی بوٹی دانتوں سے نوچ کر کھاتے ہوئے دیکھا، پھر نماز کی اطلاع دینے والا آیا تو آپ نے بوٹی اور چھری اپنے ہاتھ سے رکھ دی اور وضو نہیں کیا۔

۲۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پییر کے ٹکڑے تناول فرما کر وضو کیا پھر انہوں نے دیکھا کہ آپ نے بکری کا شانہ کھا کر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۹۔ حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے یہاں تک کہ ہم خیبر سے کچھ فاصلے پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا لیکن ستو کے سوا کوئی چیز نہ ملی، چنانچہ ہم نے وہی کھایا پھر آپ نے پانی منگوایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور وضو نہیں کیا۔

۳۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بکری کے گوشت کی بوٹی کھائی پھر نماز پڑھائی اور کلی نہیں کی اور نہ ہی پانی کو چھوا۔

۳۱۔ حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بکریوں کے گوشت سے وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو وضو کر اور اگر تو نہ چاہے تو وضو نہ کر، اس نے عرض کیا: کیا میں اونٹوں کے گوشت سے وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اونٹوں کے گوشت سے وضو کرو، اس نے عرض کیا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: کیا اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں!

۳۲۔ حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال نکلے یہاں تک کہ جب ہم مقام صہباء میں تھے جو کہ خیبر سے قریب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر کھانے کی چیزیں منگوائیں، چنانچہ صرف ستولائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ گھولے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تناول کئے، پھر آپ نماز مغرب کے لئے کھڑے ہوئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو نہیں کیا۔

۳۳۔ حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم بکریوں کے گوشت سے وضو کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو وضو کرو اور اگر نہ چاہو تو وضو نہ کرو، اس نے عرض کیا: کیا ہم اونٹوں کے گوشت سے

وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم اونٹوں کے گوشت سے وضو کرو، اس نے عرض کیا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں!

۳۴۔ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بکریوں کے گوشت سے وضو کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو وضو کر لو، اور آپ سے بکریوں کے باڑے میں نماز کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو نماز پڑھ لو اور آپ سے اونٹوں کے گوشت سے وضو کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وضو کر لو، اور آپ سے اونٹوں کے باڑے میں نماز کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم نماز نہ پڑھو۔ (۱)

☆ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب عمری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت ابورافع رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ انہیں ایک بکری بطور ہدیہ دی گئی۔ آپ نے اسے ہنڈیا میں ڈالا۔ (اتنے میں) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا اے ابورافع یہ کیا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک بکری ہے جو تحفہ کے طور پر ہمیں دی گئی ہے۔ میں نے اسے ہانڈی میں پکایا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابورافع مجھے (کھانے کو اس کا) بازو دے۔ میں نے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے دوسرا بازو بھی دے۔ میں نے دوسرا بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمایا مجھے اور بازو بھی دے ابورافع نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو اگر تو خاموش رہتا تو مجھے بازو کے بعد بازو دیتا رہتا جب تک کہ خاموش رہتا۔ پھر آپ نے پانی طلب فرمایا اور کلی کی اور اپنی انگلیوں کے کنارے دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ پھر ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے ہاں ٹھنڈا گوشت پایا اس سے بھی تناول فرمایا پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھی اور پانی کو نہ چھوا اسے احمد نے روایت کیا اور دارمی نے اسے ابو عبیدہ سے روایت کیا مگر اس نے ثم دعا بماء الی آخر کے الفاظ ذکر نہ کئے۔ (۲)

۲۔ آگ پر پکی ہوئی اشیاء کھانے سے وضو کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے بارے میں فقہاء کی آراء:

۱۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ بہتر بات یہاں یہ ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے یا وضو شرعی مراد ہے اور اس صورت میں امر استحباب کے لئے ہوگا۔

قاضی فرماتے ہیں کہ اصل لغت میں وضو کہتے ہیں بعض اعضاء کے دھونے کو اور ان کو صاف کرنے کو یہ وضاء سے ہے جس کا معنی نظافت یعنی صفائی ستھرائی ہے اور شریعت نے اس کو فعل مخصوص کی طرف نقل کیا ہے اور یہاں وضو سے ہی لغوی معنی مراد ہے اس سے اور اس طرح کی دوسری احادیث سے ہاتھوں کا دھونا ہی مراد ہے تاکہ یو وغیرہ زائل ہو جائے ابن عباس اور ام سلمہ کی احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے اور جن حضرات نے اس کو وضو شرعی پر محمول کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ حدیث ابن عباس سے منسوخ ہے یہ بات اس وقت ثابت ہوگی جب کہ دونوں حدیثوں کی تاریخ کا علم ہو اور اول کے مقدم ہونے کا یہاں یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ ابن عباس کی صحبت تو متاخر ہے لہذا یہ ناخن بن جائے گی۔ اس لئے کہ تاخر صحبت یہ تاخر روایت پر دلالت نہیں کرتا مگر یہ کہ متاخر کی صحبت وہ پہلے کی وفات کے بعد ہو یا اس کے غائب ہونے کے بعد ہو بخلاف اس کے کہ جب وہ دونوں جمع ہوں۔



بعض نے کہا ہے کہ ابن الصلاح نے اپنی کتاب میں نسخ کی تصریح کی ہے، انہوں نے فرمایا ہے اور وہ حدیث کہ جس میں نسخ ہے وہ صحابی کا یہ قول ہے: کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ ترك الوضوء مما مست النار۔ کہ حضور علیہ السلام کا آخری عمل وہ وضو ترک کرنے میں ہے۔ ماست النار کے کھانے کے بعد۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے یہی ذکر کیا ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں شارع علیہ السلام کے کلام کو ہاتھوں کے دھونے پر محمول کرنا یہ بعید ہے اور بے شک اس کو شرعی مفہومات و مدلولات پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ شریعت کے بیان کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اور اس میں اصل یہ ہے کہ نسخ کا حکم قول جابر سے نکلتا ہے اور وہ یہ قول ہے: کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ ترك الوضوء مما مست النار۔ (۱)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کھانے کی اس چیز میں چکناہٹ نہ ہو جس سے ہاتھ اور منہ کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ منہ دھونا بھی ضروری نہیں ہے۔ (۲)

۳۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اونٹ کا گوشت کھانا:

صرف حنابلہ کے ہاں، دوسرے حضرات کے ہاں نہیں، اونٹ کا گوشت کسی بھی حالت میں کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کچا ہو یا پکا، جانتا ہو یا ناواقف ہو۔ دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اونٹوں کے گوشت کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا ان کی وجہ سے وضو کیا کرو، بکریوں کے گوشت کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا اس کی وجہ سے وضو نہیں کیا جائے گا۔

اور حضرت اسید بن حضیر نے حدیث نقل کی ہے کہ اونٹ کے گوشت کی وجہ سے وضو کیا کرو اور بکریوں کے گوشت کی وجہ سے وضو نہ کیا کرو۔

حنابلہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں اونٹوں کا گوشت کھانے کی وجہ سے وضو واجب ہونا ایسی بات ہے جو محض تعبد (بطور عبارت) انجام دینی ضروری ہے، اس کے سبب کو عقلاً نہیں کہا جاسکتا ہے۔ لہذا یہ حکم اس کے علاوہ کی طرف متعدی ہوگا بھی نہیں لہذا اونٹ کا دودھ پینے اس کے گوشت کا شوربہ پینے، اس کا جگر، کلیجی، کوہان، کھال اور اوجھڑی کھانے سے وضو کرنا لازم نہیں ہوگا۔

حنابلہ کے علاوہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اونٹوں کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ حضرت جابر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری معاملہ یہ تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز استعمال کرنے کے بعد وضو نہیں کیا کرتے تھے (یعنی آگ پر پکی ہوئی) یا آگ کو چھوئی ہوئی چیز دوسری بات یہ ہے کہ یہ دوسری کھائی جانے والی اشیاء کی طرح ایک چیز ہے۔

میرے نزدیک جمہور کی رائے رائج ہے کیونکہ ہر زمانے کے تمام فقہاء عہد اول کے بعد اس بات پر متفق ہیں کہ آگ کی چھوئی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو کے واجب ہونے کا حکم ساقط ہے کیونکہ اس کا خلفاء راشدین کا عمل ہونا ثابت ہے بلکہ حنابلہ بذات خود جمہور کی حدیث کو اختیار کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ایسی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس کو آگ لگی ہو۔ (۳)



۴۔ مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں ہے جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے، حضور کو دست پسند تھا کیونکہ گستاخی جلدی ہے لہذا یہ بھی ہوتا ہے اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا۔

غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی جماعت ہوگی اور سب کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا۔

یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے، اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ حضرت طلحہ کے گھرتین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا بوٹیاں اور شور بے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آ رہا تھا دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہئے بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہئے بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

یعنی پورا ہاتھ تو کیا پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواب کے لئے ورنہ کھانے سے اول اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔ غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض واللہ اعلم۔ (۱)

۵۔ مولانا تقی عثمانی دیوبندی بیان کرتے ہیں:

قال فقال له ابن عباس انتو ضا من الدهن انتو ضا من الحمیم؟ اس کے جواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا اخی اذا سمعت حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا تضرب له مثلاً "یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا منشاء ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ حدیث مرفوعہ کو اپنی رائے سے رد کریں یا حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کریں، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ کو اس حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات نہیں فرما سکتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے اس دعویٰ کی دلیل یہ تھی کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا گوشت تناول فرمانے کے بعد بلا وضو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

بہر کیف وضو مماسست النار کے بارے میں صحابہ کے ابتدائی دور میں اختلاف تھا، لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اب اس بات پر اجماع منعقدہ ہو چکا ہے کہ وضو مماسست النار واجب نہیں، جو حضرات وجوب وضو کے قائل تھے وہ بعض قولی یا فعلی احادیث سے استدلال کرتے تھے، مثلاً حدیث باب، لیکن جمہور ان بیشمار احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن سے ترک الوضوء ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ اگلے باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

جمہور کی طرف سے حدیث باب اور اس جیسی دوسری احادیث کے تین مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔..... وضوء مماسست النار، کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی دلیل ابو داؤد (۲) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "قال کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترك الوضوء مما غیرت النار۔"

۲۔..... وضوء کا حکم استحباب پر محمول ہے، نہ کہ وجوب پر، اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو بھی ثابت ہے اور ترک وضو بھی، اور یہ استحباب کی شان ہے۔

۱۔ مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۳۸

۲۔ باب فی ترک الوضوء مماسست النار، ج ۱، ص ۲۵

۳۔..... اس باب میں وضو سے مراد وضوء اصطلاحی نہیں بلکہ وضوء لغوی ہے، یعنی ہاتھ منہ دھونا اس کی دلیل جامع ترمذی جلد ثانی ”کتاب الاطعمۃ باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام“ میں حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس میں وہ ایک دعوت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”ثم اتینا بماء فغسل رسول الله ﷺ يديه ومسح ببلل كفيه وجهه وذراعيه ورأسه وقال: يا عكراش هذا الوضوء مما غيرت النار“ نیز مسند بزار میں عبدالرحمن بن غنم اشعری فرماتے ہیں ”قلت لمعاذ بن جبل هل كنتم تتوضون مما غيرت النار، قال نعم اذا اكل احدنا طعاما مما غيرت النار فغسل يديه وناه فكنا نعد هذا وضوء“ (۱)

محدثین و فقہاء نے یہ تین مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، لیکن مجموعہ روایات پر غور کرنے کے بعد جو بات احقر کو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تینوں توجیہات بیک وقت درست اور صحیح ہیں، یعنی وضو ماست النار سے وضوء لغوی مراد ہے، جیسا کہ حضرت عکراش رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، اور یہ عمل مستحب تھا واجب کبھی نہیں رہا، لیکن نظافت کے خیال سے شروع میں اس کا زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا، بعد میں جب یہ خطرہ ہوا کہ اس اہتمام کے نتیجہ میں اس وضو کو واجب سمجھ لیا جائے گا یا وضو سے مراد وضوء شرعی لے لیا جائے گا تو پھر اس کا استحباب بھی منسوخ کر دیا گیا، اس کی تائید سنن ابن ابی شیبہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے ”عن المغيرة بن شعبة ان رسول الله ﷺ اكل طعاما ثم اقيمت الصلوة وقد كان توضأ قبل ذلك فاتيته بماء ليتوضأ فانتهرني وقال وراءك ولو فعلت ذلك فعل الناس بعدى“ (۲)

مجمع الزوائد (۳) پر یہی روایت تفصیل کے ساتھ اس طرح آئی ہے ”عن المغيرة ابن شعبة ان رسول الله ﷺ اكل طعاما ثم اقيمت الصلوة فقام وقد كان توضأ قبل ذلك فاتيته بماء ليتوضأ منه فانتهرني وقال وراءك فساءني والله ذلك ثم صلي فشكوت ذلك الى عمر رضي الله عنه فقال يا نبي الله ﷺ ان المغيرة قد شق عليه انتهارك اياه وخشي ان يكون في نفسك عليه شيء فقال النبي ﷺ ليس عليه في نفسي الا خير ولكن اتاني بماء لا توضأ وانما اكلت طعاما ولو فعلت، فعل الناس ذلك بعدى رواه احمد والطبراني في الكبير ورجاله ثقات۔ (۴)

امام طبرانی نے معجم کبیر ہی میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ایک واقعہ اسی طرح نقل کیا ہے، روایت اس طرح ہے ”عن الحسن بن علي أيضا انه دخل على رسول الله ﷺ في بيت فاطمة فتاوتته كشف شاة مطبوخة فاكلها ثم قام يصلي فاخذت ثيابه فقالت ألا توضأ يا رسول الله ﷺ مم يا بنية قالت قد اكلت مما مسته النار قال ان اطهر طعامكم ما مسته النار۔

ان واقعات میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا پانی لانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وضو کے بارے میں پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وضو پہلے متعارف تھا، اور آپ ﷺ کا انکار فرمانا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے مظنمہ وجوب کے اندیشہ سے اسے ترک فرمادیا تھا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ وضو پہلے بھی واجب نہیں تھا، بلکہ مستحب تھا، نیز اگر یہ واجب ہوتا خواہ ابتداء اسلام میں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت باب میں حضرت

۱۔ کشف الاستار عن زوائد البر، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۲۹۱

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۷

۳۔ اعلاء السنن، ج ۱، ص ۱۷۵

۴۔ ج ۱، ص ۲۵۱

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس کا حکم سن کر تعجب کا اظہار نہ کرتے، بہر حال آخری دور میں اس کا استحباب بھی منسوخ ہو گیا تھا، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے وضو ماست النار کو بالکل ترک فرما دیا تھا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو شعور کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی رفاقت کا موقع فتح مکہ کے بعد ملا اور اس عرصہ میں انہوں نے کبھی آپ ﷺ کو وضو ماست النار کرتے نہیں دیکھا، امام ابو بکر حازمی رحمہ اللہ نے ”کتاب الاعتبار فی النسخ والمنسوخ من الآثار“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے وضو ماست النار کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا ہے، بہر حال ماسبق توجیہ سے تمام روایات میں بہترین تطبیق ہو جاتی ہے، اور تمام احادیث کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

فا کل ثم صلی العصر ولم يتوضا: امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث انہی کی ایک دوسری حدیث کی تشریح ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ ترك الوضوء مما غیرت النار“ (۱) گویا امام ابو داؤد کے خیال میں یہ امرین اسی مذکور فی الباب حدیث کے واقعہ میں جمع ہیں کہ ظہر کے وقت آپ ﷺ نے گوشت کھا کر وضو فرمایا اور عصر کے وقت گوشت کھانے کے باوجود وضو نہیں فرمایا ”فکان الثانی ناسخا للاول“، لیکن دوسرے محدثین و فقہاء نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے اس خیال کی تردید کی ہے، اور کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دونوں روایتیں الگ الگ ہیں، کیونکہ راوی کے متحد ہونے سے واقعہ کا ایک ہونا لازم نہیں آتا، اور اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ ”کان آخر الامرین“ سے یہی واقعہ مراد ہو، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث باب کے واقعہ میں آپ ﷺ کا ظہر کے لئے وضو فرمانا کسی حدیث کے سبب سے تھا نہ کہ اکل کی وجہ سے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

فقال توضؤوا منها: وضوء من لحوم الابل کا مسئلہ وضو ماست النار سے جدا گانہ حیثیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ اگرچہ وضو ماست النار کے قائل نہیں، لیکن وضو من لحوم الابل کو واجب کہتے ہیں، خواہ اس کا اکل بغیر طح کے کیوں نہ ہو، امام شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم بھی یہی ہے، جمہور کا مسلک یہاں بھی یہ ہے کہ وضو من لحوم الابل واجب نہیں، اور حدیث باب میں وضو سے مراد ہاتھ منہ دھونا ہے اور یہ امر استحباب کے لئے ہے، اور استحباب کی دلیل معجم طبرانی کبیر میں حضرت سمرۃ السوائی کی حدیث ہے، ”قال سالت رسول اللہ ﷺ فقلت انا اهل بادية و ماشية فهل نتوضا من لحوم الابل و البانها قال نعم قلت فهل نتوضا من لحوم الغنم و البانها قال لا“ (رواہ الطبرانی فی الکبیر و اسنادہ حسن ان شاء اللہ) (۲)

اسی طرح مسند ابو یعلیٰ میں روایت ہے ”عن مولیٰ لموسیٰ بن طلحة او عن ابن لموسیٰ بن طلحة عن ابیه عن جدہ قال کان رسول اللہ ﷺ يتوضا من البان الابل و لحومها ولا يتوضا من البان الغنم و لحومها ویصلی فی مرابضها“ رواہ ابو یعلیٰ و فیہ رجل لم یسم“ (۳)

مذکورہ حدیثوں میں البان کا بھی ذکر ہے، حالانکہ البان اہل سے وجوب وضو کے نہ امام احمد رحمہ اللہ قائل ہیں نہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ، جب وضو من البان الابل بالا جماع استحباب پر محمول ہے تو وضو من لحوم الابل بھی اسی پر محمول ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خاص طور سے لحوم اہل پر یہ حکم کس وجہ سے لگایا گیا، اس کا جواب حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ دیا کہ دراصل اونٹ کا

گوشت بنی اسرائیل کے لئے حرام کر دیا گیا تھا، لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا والتسلیمات کے لئے جائز کر دیا گیا، لہذا اباحت کے شکرانہ کے طور پر وضو کو مشروع و مستحب کر دیا گیا، نیز لحوم والبان اہل میں وسومت اور بوزیادہ ہوتی ہے، اس لئے اس کے بعد وضو کرنا مستحب قرار دیا گیا۔ علامہ عثمانی نے فتح الملہم میں یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ اس معاملہ میں بھی احکام میں تدریج ہوئی ہے، پہلے مطلقاً ماست النار سے وضو کا حکم دیا گیا ہے، پھر صرف لحوم اہل سے، اس کے بعد یہ تمام احکام منسوخ ہو گئے۔ واللہ اعلم۔ (۱)

۶۔ شیخ حافظ محمد امین سلفی نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا چاہئے مگر اس حکم کو وجوب پر محمول کرنا مشکل ہے کیونکہ وضو تو کسی پلید چیز نکلنے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ پاک چیز کھانے سے جیسا کہ حدیث نمبر ۷۴۷ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اشکال ظاہر فرمایا ہے، لہذا ان احادیث کو یا تو استحباب پر محمول کیا جائے گا یا یہ حکم منسوخ ہے جیسا کہ آئندہ باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع دور میں آپ نے یہ حکم دیا تھا بعد میں آپ نے خود ہی اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ (۲) اور صحابہ کرام نے بھی اس پر عمل چھوڑ دیا اور یہی جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک ہے اور یہی رائج ہے۔ واللہ اعلم۔

احتمال یا جماع کی بنا پر جنابت کسی بھی وقت ہو سکتی ہے، اس لئے شریعت نے گنجائش رکھی ہے کہ اگر کسی کو یہ صورت حال پیش آگئی اور وہ روزہ رکھ رہا ہے، غسل کا وقت نہیں، اگر غسل کرتا ہے تو سحری رہ جائے گی تو اسے اجازت ہے کہ اسی طرح روزہ رکھ لے اور بعد میں نماز سے پہلے نہالے اگر روزے کے دوران میں بھی کسی کو احتمال ہو جائے تو روزے کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

لم یمس ماء، ظاہر معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ گویا کلی بھی نہیں کی کیونکہ کلی فرض نہیں اور ممکن ہے کہ یہ کنایہ ہو وضو نہ کرنے سے، یہی بات واضح ہے۔ دو کاموں سے مراد آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا اور نہ کرنا ہے، گویا وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ (۳)

۸۔ خلاصہ:

- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے نقض اور عدم نقض کے بارے میں دو باب قائم کر کے پندرہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں، جن میں سے گیارہ احادیث مبارکہ سے نقض وضو پر استدلال کیا، اور چار احادیث مبارکہ سے عدم نقض وضو پر استدلال کیا ہے۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس بارے میں جو آخری حدیث مبارکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما والی روایت کی ہے، وہ اس بارے میں وہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ فرماتے تھے۔
- ☆ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے لازم ہونے یا نہ ہونے پر صحابہ کرام کے زمانہ میں اختلاف تھا، لیکن بعد میں اس مسئلہ امت کا اجماع ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
- ☆ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کسی بھی صورت میں کھانے سے وضو لازم آئے گا، البتہ یہ حکم تعبدی ہے، متعدی نہیں ہے۔

- ☆ جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا لازم ہے، ان کی توجیہات درج ذیل ہیں:
- ۱۔ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت ناسخ ہے۔
- ۲۔ وضو کا حکم استحباب پر محمول ہے، اور وجوب پر نہیں ہے، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے وضو کیا بھی ہے، اور ترک بھی کیا ہے، یہ عمل استحباب پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ ان احادیث میں وضو لغوی معنی (ہاتھ منہ دھونا) پر محمول ہے، اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۸۰-۱۸۱ سے ثابت ہوا کہ مہمان داری سنت مطہرہ ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ کو بکری کے شانے یا دستی کا گوشت مرغوب تھا۔

☆ جنبی ہونے کی حالت میں روزہ رکھنا جائز ہے۔

## ستوکھا کر کلی کرنا

## باب ۱۲۲: الْمُضْمَضَةُ مِنَ السَّوِيقِ

اس باب میں ستوکھا کر کلی کرنے کا استحباب بیان ہوا ہے، کیونکہ ستوا ایسی چیز ہے، جس کے کھانے کے بعد کچھ ذرات منہ میں باقی رہ جاتے ہیں، خاص طور پر دانتوں کے درمیان ذرات پھنس جاتے ہیں، ان سے منہ کو صاف کرنے کے لئے کلی کر لینا سنت مستحبہ ہے۔ اس باب میں امام نسائی نے ایک حدیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے۔ پچھلے باب میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ کرنے کا بیان تھا اس باب میں ستوکھا کر کلی کرنے پر اکتفا کا بیان ہے، اور وضو کے لازم نہ ہونے کا بھی بیان ہے۔ چونکہ ستو بھی آگ پر پکائے جاتے ہیں، اس طرح دونوں ابواب آگ سے پکی ہوئی چیز کھا کر وضو لازم نہ ہونے کے بیان پر مشتمل ہیں۔

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر والے سال نکلے، جب وہ لشکر خیبر کے قریب ہی بستی صہباء میں پہنچا، آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے توشے منگوائے، تو صرف ستو ہی لائے گئے، آپ ﷺ کے حکم پر ستو پانی میں بھگوئے گئے، آپ ﷺ نے اور ہم سب نے (ستو) کھائے، پھر آپ ﷺ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی، پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۱۸۲۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ وَالْحَارِثُ بْنُ مُسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ - وَاللَّفْظُ لَهُ - عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَتُرِي فَأَكَلَ وَآكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَتَمَضَّضَ وَتَمَضَّضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے ستوکھا کر کلی کی۔

## ۲۔ اطراف:

بخاری: ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۹۸۱، ۳۱۹۵، ۵۳۸۳، ۵۳۹۰، ۵۳۵۴، ۵۳۵۵، ابن ماجہ: ۴۹۲، سنن نسائی: ۱۸۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۳۸، صحیح ابن حبان: ۱۱۵۵، المعجم الکبیر: ۶۳۵۶، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۱۶۰، شرح السنۃ: ۱۷۱، مسند احمد، ج ۳، ص ۲۶۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۸۰۰، ج ۲۵، ص ۹۸، مؤطا، ج ۱، ص ۲۶، احمد: ۱۵۷۹۹، ۱۵۸۰۰، السنن الکبریٰ: ۱۹۱، تحفۃ الاشراف: ۳۸۱۳

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گزر چکے ہیں، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

- ۱۔ محمد بن سلمۃ: راجع: ۲۰۔ ۲۔ الحارث بن مسکین: راجع: ۹۔ ۳۔ عبدالرحمن بن القاسم: راجع: ۲۰۔ ۴۔ مالک: راجع: ۷۔ ۵۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۲۳۔

۶۔ بشیر بن یسار: آپ کا نام بشیر بن یسار مصفر حارثی انصاری مدنی ہے، آپ روادۃ کے تیسرے طبقہ کبار سے ثقہ، فقیہ تابعی راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت و فقاہت پر متفق ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۷۔ سوید بن العثمان: آپ کا نام سوید بن نعمان بن مالک بن غامر اوسی انصاری مدنی ہے، آپ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، آپ اصحاب شجرہ میں سے ہیں، آپ نے غزوہ احد اور بدر کے غزوات میں شرکت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے آپ سے کل سات احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ امام بخاری اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ پچھتر ویں (۷۵) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ، فقیہ، اہل ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی فقاہت کے اعلیٰ درجہ کے خالین ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی اپنے اپنے زمانہ کے آئمہ فقہاء میں سے ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی مصری اور آخری چار راوی مدنی ہیں۔
- ☆ سند میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ فقہ مالکی کے بانی امام ہیں۔
- ☆ حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت حدیثی ایک دفعہ، صیغہ اخبار دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

- ۱۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۶۱ ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰۳  
۲۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۳۸۱ ii۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۲، رقم: ۳۶۱۱

## ۶۔ لغات:

خروج: وہ نکلا	عام خیبر: غزوہ خیبر والا سال
الصہباء: بستی کا نام	ادنی خیبر: خیبر کے قریب
صلی: آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی	دعا: آپ ﷺ نے منگوا یا
بالازواد: سفر کے کھانے	لم یوت: نہ لایا گیا
السویق: بستو	امر: آپ ﷺ نے حکم دیا
ثری: بستوپانی میں گھول دیا گیا	اکل: آپ ﷺ نے تناول فرمائے
اکلنا: ہم نے بھی کھائے	قام: آپ ﷺ کھڑے ہوئے
فتمضمض: آپ ﷺ نے کلی کی	لم یتوضا: آپ ﷺ نے وضو نہ کیا

## ۷۔ مسائل ونصائح:

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں آئمہ کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

علامہ ابن بطال قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

۱۔ ستو کے ذرات دانتوں کے درمیان اور منہ کے اندر باقی رہ جاتے ہیں، ان کی وجہ سے نماز پڑھتے ہوئے زبان سے کلمات ادا کرنے میں دشواری کا سامنا ہو سکتا ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر کے لئے کھانے پینے کا ضروری سامان ساتھ لے کر چلنا چاہئے، اس میں ان صوفیاء کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ قائد لشکر کو قلت سامان پر نظر رکھنی چاہئے، اور جمع کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ جن کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ ہو، ان کو بھی یہ چیزیں میسر آ جائیں گی۔

۴۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بحران کے وقت حاکم وقت کو چاہئے وہ ذخیرہ اندوزوں سے سامان بازار میں منگوائے، اور ضرورت مندوں کو پہنچائے۔ (۱)

۵۔ علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد شافعی قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مبارکہ کھانے کے بعد کلی کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ (۲)

۶۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ایک قوم کے پاس زادراہ زیادہ ہو تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسروں بھائیوں کو دے دے، اگر وہ قیمت دے سکتے ہوں، تو قیمت لے سکتے ہیں، اگر قیمت نہ دے سکتے ہوں، تو پھر بغیر قیمت کے ہی دے دیں، یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر دوسری کا حق ہے۔ (۳)



۷۔ علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد کھانے کا استحباب، ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے طعام نکلوانا اور دیگر مسائل:

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد کھانا مستحب ہے۔

۲۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد ستو کھائے اور اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرکاء سفر سے کھانے کی چیزیں جمع کر کے مل کر کھانا مستحسن ہے، کیونکہ جماعت میں رحمت اور برکت ہے۔

۴۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزوں سے ضرورت کے وقت طعام نکلوانا جائز ہے۔

۵۔ امام کو چاہئے کہ اہل لشکر کی ضروریات میں غور کرے اور جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو، اس کو کھانا کھلوائے۔ (۱)

۸۔ علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے تحت امام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث بھی ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

۲۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ تناول فرمایا اور وضو نہ کیا۔ یہ دونوں حدیثیں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ آگ سے پکی ہوئی چیز کا کھانا ناقض وضو نہیں ہے اور یہ کہ کھانے پینے کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو کھلی کر لینا مستحب ہے تاکہ چکنائی وغیرہ سے منہ صاف ہو جائے۔ ویسے بھی کھانے کے بعد منہ کو صاف کرنا صحت کے لئے مفید ہے۔ کھانے پینے کے بعد ہاتھ منہ کو صاف کر لینے کو وضو طعام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ ستو کھانے کے بعد کھانا مستحب ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

- ۱۔ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
- ۲۔ سفر میں زاد راہ ساتھ لے کر جانا چاہئے، اور یہ عمل توکل کے منافی نہیں ہے۔
- ۳۔ ساتھیوں کو چاہئے کہ وہ زاد راہ اکٹھا کر لیں، اس کے علاوہ حالت سفر کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے، اس امر کا استحباب اس صورت میں ہے، جب ضرورت نہ ہو، اگر بعض کو ضرورت ہو تو پھر ایسا کرنا واجب ہے۔
- ۴۔ کھانا مل کر کھانا چاہیے، اگرچہ بعض لوگ زیادہ کھانے والے ہوں۔
- ۵۔ حاجت کے وقت سب کا کھانا باہم ملا دینا چاہیے، تاکہ جن کے پاس کھانا نہیں، انہیں بھی کھانے کو مل جائے۔
- ۶۔ امیر کو چاہیے کہ وہ لشکر کی ضرورتوں کا خیال رکھے، اور وہ عمل کرے جو لشکر کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو۔
- ۷۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ لشکر ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزوں سے زبردستی سامان نکلوائے، اور ضرورت مندوں کو نیچے، اگر ضرورت مند



قیمت نہ دے سکتے ہوں پھر بلا قیمت دے دے۔

۸۔ ایک وضو سے دو یا زیادہ نمازیں پڑھنا جائز ہیں۔ (۱)

کھانا کھانے کے بعد چکناہٹ دور کرنے کے لیے بھی کھلی کرنا چاہیے یہ صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔

۱۰۔ مل کر کھانا کھانے اور کام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہوتی ہے۔

## باب ۱۲۵: الْمُضْمَضَةُ مِنَ اللَّبَنِ دودھ پی کر کھلی کرنا

دودھ پینے سے منہ اور دانتوں میں چکناہٹ لگ جاتی ہے، اس لیے دودھ پینے کے بعد کھلی کرنا مستحب ہے، اس باب میں امام نسائی نے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے، پچھلے باب میں ستوپ پی کر کھلی کرنے کا بیان ہے۔

۱۸۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّضَ ثُمَّ قَالَ "إِنَّ لَهُ دَسْمًا"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا، پھر پانی منگوا کر کھلی کی اور فرمایا: بلاشبہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضور ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر کھلی کی۔

۲۔ اطراف: بخاری: ۲۱۱، ۵۶۰۹، نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۶۳۵

(صحیح مسلم: ۳۵۸-۷۷۷، سنن ابوداؤد: ۱۹۶، سنن نسائی: ۱۸۷، سنن ترمذی: ۸۹، سنن ابن ماجہ: ۲۹۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴۷، مسند ابویعلیٰ: ۲۲۱۸، بیہقی ج ۱ ص ۱۶۰، شرح السنۃ: ۱۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۷، صحیح ابن حبان: ۱۱۵۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۱، ج ۳ ص ۴۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گزر چکے ہیں، حضرت عقیل بن خالد اہلی کے حالات درج کیے جاتے ہیں، البتہ حضرت عبید اللہ بن عبداللہ کے حالات دوبارہ کچھ وضاحت سے لکھے جاتے ہیں:

۱۔ قتیبة: راجع: ۱۔ الیث: ۲۔ راجع: ۳۵

۳۔ عقیل: آپ کا نام ابو خالد عقیل بن خالد عقیل اموی مصری (م: ۱۴۴ھ) ہے، آپ روادۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ ثابت راوی ہیں، آپ نے پہلے مدینہ منورہ، پھر شام اور آخر میں سکونت اختیار فرمائی۔ آئمہ جرح تعدیل آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۴۔ الزہری: راجع: ۱

۱۔ ذخیرۃ العقبیٰ، ج ۳، ص ۱۱۸-۱۱۹

۲۔ ۱۔ جرح والتعدیل، ج ۶، ص ۲۱۹ ۱۱۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۲۳

۵۔ عبید اللہ بن عبد اللہ

نام و نسب:

عبید اللہ نام ابو عبد اللہ کنیت۔ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ کے پوتے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن سحیح بن فار بن مخزومی۔  
فضل و کمال:

عبید اللہ کا گھر علم و عمل کا گہوارہ تھا اس ماحول نے ان کو علم و عمل کا مجمع البحرین بنا دیا۔ فضل و کمال کے لحاظ سے وہ ممتاز ترین تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ انہیں حدیث فقہ شعر و شاعری اور دوسرے مروجہ علوم میں پورا درک تھا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: ”کان ثقة کثیر الحدیث العلم شاعر“ (۱) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت امامت اور عظیم منزلت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲)  
حدیث:

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے حفاظ میں انہوں نے ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، ابو داؤد لیثی، زید بن خالد، نعمان بن بشیر، عمار بن یاسر، ابو طلحہ انصاری، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور فاطمہ بنت قیس اور تابعین میں ایک کثیر جماعت سے فیض اٹھایا تھا۔ (۳)  
حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو حدیث سن لیتے تھے وہ ہمیشہ کے لیے دماغ میں محفوظ ہو جاتی تھی اس حافظہ نے ان کے علم کا دائرہ نہایت وسیع کر دیا تھا۔ (۴)

امام زہری کا بیان ہے کہ میں جن جن علماء کے پاس بیٹھا ان کے پاس جو کچھ تھا سب حاصل کر لیا، لیکن عبید اللہ علم کا بحر بے پایاں تھے ان کے پاس جب آتا تھا تو ہمیشہ تازہ علم حاصل ہوتا تھا۔ (۵) میں نے بہت علم حاصل کیا اور ایک حد پر پہنچنے کے بعد خیال ہوا کہ جو کچھ میں حاصل کر چکا ہوں وہ بہت کافی ہے، لیکن جب عبید اللہ سے ملا تو معلوم ہوا کہ میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ (۶)  
تلامذہ:

حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع ہے، بعض کے نام یہ ہیں عون سعد بن ابراہیم، ابو الزناد صالح بن کیسان، راک بن مالک، موسیٰ بن ابی عائشہ، ابوبکرہ بن ابی الجہم عدوی، ضمیرہ بن سعید، طلحہ بن یحییٰ، عبید اللہ بن عبدہ، عبد المجید بن سہیل وغیرہ۔ (۷) امام زہری ان کے حلقہ درس کے ممتاز طالب علم اور ان کے مخصوص تلامذہ میں تھے ان سے ان کا استفادہ ہمیشہ جاری رہا، امام مالک کا بیان ہے کہ ابن شہاب زہری اس وقت بھی جب کہ وہ عالم بن چکے تھے عبید اللہ کے پاس آتے جاتے تھے۔

عبید اللہ ان سے حدیثیں بیان کرتے تھے اور وہ کنوئیں سے پانی بھرتے تھے۔ (۸)

۱۔ ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۵

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۳

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۳

۴۔ ایضاً ص ۲۲۳

۵۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۳

۶۔ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۷۱

۷۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۲

۸۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۸

فقہ:

فقہ میں خصوصیت کے ساتھ ان کا پایہ نہایت بلند تھا، امام ابو جعفر طبری کا بیان ہے کہ علم احکام اور حلال و حرام کی معرفت میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، ان کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے۔ (۱)

حافظ ابن عبد البر کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے ان دس پھر ان سات فقہاء میں سے تھے جو فقہ و فتاویٰ کا محور تھے، وہ بڑے صاحب علم، فاضل اور فقہ میں بڑے بلند پایہ تھے۔ (۲)

شاعری:

شاعر بھی تھے، ابن عبد البر کا بیان ہے کہ وہ نہایت اچھے شاعر تھے، میرے علم میں دور صحابہ سے اس وقت تک قضاء میں ان سے بڑا شاعر اور شاعروں میں اتنا بڑا فقیہ کوئی نہ تھا۔ (۳) وہ حقیقی شاعر تھے، ان کی شاعری تفنن طبع کے لیے نہ ہوتی تھی بلکہ سوز قلب سے مجبور ہو کر شعر کہتے تھے، جب ان کی شعر گوئی پر کوئی اعتراض کرتا تو جواب دیتے کہ ایک درد مند اور دل کا بیمار اگر سانس نہ لے تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ (۴)

ابو تمام نے حماسہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں:

شقت القلب ثم زردت فيه هواك فليمن فالتام الفتور

”میں نے اپنا دل چیر کر اس میں تیری محبت کا بیج بویا، بہنے کے بعد شگاف برابر ہو گیا۔“

تغلق حب عشمه في فوادی فیادیہ مع الخافی بسیر

”عشمہ کی محبت میرے قلب میں ساری اور پیوست ہو گئی، وہ محبت جو علانیہ نظر آتی ہے اس محبت سے کم ہے جو مخفی ہے۔“

تغلغل حيث لم يبلغ شرابا ولا حزن ولم يبلغ سرور

”وہ دل کی گہرائی میں پہنچ گئی ہے جہاں شراب، غم اور خوشی کوئی شے نہیں پہنچ سکتی۔“

بعض لوگوں نے ان کے اشعار پر اعتراض کیا کہ آپ ایسے رنگین اور عاشقانہ اشعار کہتے ہیں، فرمایا، دل کے بیمار کو لدود (ایک تلخ دوا جو منہ میں لگائی جاتی ہے) سے راحت ہوتی ہے۔ (۵)

زہد و عبادت:

اس درد دل اور سوز باطن نے ان کو بڑا عابد و متورع بنا دیا تھا۔ امام نووی انہیں صلحائے تابعین میں اور ابن خلکان عبادت گزار لکھتے ہیں۔ (۶) ان کی نمازیں بڑی طویل اور سکون و اطمینان کی ہوتی تھیں، امام مالک کا بیان ہے کہ عبید اللہ بڑی طویل نمازیں پڑھتے تھے اور کسی شخص کے لیے بھی اس میں جلدی نہ کرتے تھے، (۷) ایک مرتبہ علی بن حسین ان کے پاس آئے عبید اللہ نماز پڑھ رہے تھے وہ بدستور نماز میں مشغول رہے۔ علی دیر تک ان کا انتظار کرتے رہے، نماز تمام کرنے کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے نواسہ آئے اور تم نے اتنی دیر تک ان کو انتظار نہ کیا، فرمایا خدا میری مغفرت فرمائے جس کو علم کی تلاش ہو اسے تکلیف اٹھانا چاہیے۔ (۸) اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲ بحوالہ طبری ۲۔ ایضاً بحوالہ ابن عبد البر ۳۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲ ۴۔ ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۴

۵۔ ابن خلکان ج اول ص ۳۷۲ ۶۔ تہذیب الاسماء ج اول ص ۳۱۲ ۷۔ ابن خلکان ج اول ص ۲۷۱ ۸۔ تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶۸

ہے تو عبید اللہ کے اخلاقی فضائل و کمالات کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال کافی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان ہی کے تربیت یافتہ تھے ان پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ عبید اللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہم نشینی مجھے دنیا مافیہا سے عزیز ہے خدا کی قسم ان کی ایک رات میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں لوگوں نے کہا امیر المومنین بیت المال کے تحفظ میں شدت و اہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں جواب دیا خدا کی قسم میں ان کی رائے ان کی نصیحت اور ان کی نصیحت کے وسیلہ سے ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزاروں داخل کروں گا باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور ادب سدھرتا ہے۔ (۱) وفات:

باختلاف روایت ۹۸ھ یا ۹۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ (۲)

۶۔ عبید اللہ بن عبد اللہ: راجع: ۳۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت ثلاثیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بقلانی، دوسرے تیسرے مصری اور باقی سارے مدنی ہیں۔ حضرت قتیبہ بن سعید بقلانی سے یہ حدیث مبارکہ آئمہ خمسہ نے براہ راست روایت کی ہے۔

☆ حضرت عقیل ابلی شامی مصری ہیں۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس مدنی بصری طاہی مکی ہیں۔

☆ یہ تابعی (زہری) کی دوسرے تابعی (عبد اللہ) سے روایت ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بھائی حضرت عتبہ کے پوتے ہیں۔

☆ حضرت عبید اللہ فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس فقہاء عبادلہ اربعہ میں سے ہیں، اور مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں۔ آپ سے ایک ہزار چھ سو چھیانوے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت، خبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

شرب: آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ لبناء: دودھ:  
دعا: آپ ﷺ نے منگوایا  
ماء: پانی  
تمضمض: آپ ﷺ نے کلی کی  
دسما: چکنائی۔ چکناہٹ

## ۷۔ مسائل ونصائح:

۱۔ چکناہٹ والی چیز کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے:

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے: کہ حضور بنی کریم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا، اس کے بعد نہ ہی کلی کی اور نہ ہی وضو کیا۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ دودھ پینے یا چکنائی دار چیز کھانے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ (۱)

۲۔ کھانے کے بعد کلی کرنا، کھانے کا ادب ہے:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن بقال بکری قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد منہ کی کلی کرنا، یہ کھانے کے آداب میں سے ہے (۲)

۳۔ کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھوں کو صاف کرنا مستحب ہے:

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں امر کی دلالت استحباب پر ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دودھ کے اثرات اور اسی طرح کی دوسری کھائی جانے

والی اشیاء کے اثرات سے منہ کو صاف کرنا مستحب ہے، کیونکہ ہاتھوں پر بھی چکنائی یا کھانے کے دیگر اثرات ہوتے ہیں۔ (۳)

۴۔ چکناہٹ یا مٹھاس کا اثر اگر دوران نماز میں پیٹ میں چلا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی:

علامہ ملا علی بن سلطان قاری حنفی لکھتے ہیں: (۴)

مسلم شریف کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے: ثم دعا بماء فمضمض ای غسیل فمہ۔ ابھری نے ذکر کیا ہے کہ شیخ دین

فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ہاتھوں کو صفائی کے لیے دھونا مستحب ہوتا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں علماء نے کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ

دھونے کے مستحب ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ سب سے ظاہر بات وہ یہ ہے کہ کھانے سے پہلے غسل یدین وہ مستحب ہیں الا یہ کہ ہاتھوں کا ناپاکی

اور میل کچیل سے پاک و صاف ہونا یقینی ہو اور فارغ ہونے کے بعد بھی مستحب ہے مگر یہ کہ کھانے کا اثر ہاتھ پر باقی نہ رہا ہو مثلاً یہ کہ کھانا کوئی خشک

چیز ہو یا کھانا ہاتھ میں نہ لگا ہو۔ قال ﷺ ان له دسما: دال وسین کے فتح کے ساتھ ہے ای زہومۃ۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں یہ جملہ اسینافیہ ہے کلی

کرنے کی علت کا بیان ہے اور اس میں یہ خبر دینا ہے کہ کلی کرنا مناسب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پانی کے ساتھ کلی کرنا ہر کھانے کے بعد کلی کی

جائے گی، جس کا باطن تک پہنچنے کا ڈر ہو۔ علت کو چھوڑتے ہوئے اور حدیث السوئق بھی اس کے لئے مؤید ہے۔ ابن الملک فرماتے ہیں یہ شافعیہ

۲۔ شرح ابن بطلال، ج ۱، ص ۳۲۵

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۶۱

۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۶۳-۶۴

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۱۶۰

کے ہاں ہے اور باقی ہمارے نزدیک تو ظہیر یہ میں ہے کہ اگر بیٹھایا حلوہ کھالیا پھر نماز پڑھنے لگ پڑا اس حال میں کہ مٹھاس اس کی منہ میں تھی اور وہ تھوک کے ساتھ اندر چلی گئی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۵۔ آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے:

علامہ حافظ اور بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے حضرت مہلب کے حوالے سے لکھا ہے: اس حدیث مبارکہ میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے پر وضو کرنے کی علت بیان ہوئی ہے۔ اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ صفائی و ستھرائی کا زیادہ خیال نہ رکھتے تھے، اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنے کا حکم دیا، پھر جب اسلام کی وجہ سے لوگ صفائی پسند ہو گئے، تو اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں کلی کرنے کی علت دودھ پینے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر چکنائی دار چیز کھانے کے بعد کلی کرنے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (۱)

۶۔ ہر چکنائی دار کھانے اور مشروب کے بعد منہ اور ہاتھوں کی صفائی مستحب ہے:

علامہ علی بن آدم انیو بی مولوی نجدی لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر چکنائی دار کھانے اور مشروب کے بعد منہ اور ہاتھوں کا صاف کرنا مستحب ہے، کیونکہ چکنائی کا اثر کھانے اور پینے کے بعد باقی رہتا ہے۔ (۲)

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے دودھ پینے کے بعد کلی کرنا سنت ہے۔

☆ دودھ پینے کے بعد کلی کرنا سنت مستحبہ ہے، اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا، اس کے بعد کلی کی اور نہ ہی وضو کیا۔ (۳)

اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے، چونکہ آپ ﷺ نے کلی کرنا ترک بھی کیا ہے، جس سے اس کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

☆ کھانا کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، کیونکہ آقا کریم ﷺ نے اس عمل کو ترک بھی فرمایا ہے۔

☆ دودھ پینے کے بعد کلی کرنا: آقا کریم ﷺ نے اس کی علت چکناہٹ بیان فرمائی ہے، یہ علت دودھ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے، اس سے

مستحب ہوا کہ ہر چکنائی دار چیز کھانے اور مشروب پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ چکنائی دار اشیاء کھانے یا پینے سے منہ کو صاف کرنا مستحب ہے، اس سے یہ حکم اس طرف بھی متعدی

ہوگا کہ کھانا کھانے کے بعد چکناہٹ ہاتھوں کو بھی لگ جاتی ہے، اس لیے ہاتھوں کا دھونا بھی مستحب ہے۔

☆ ہاتھوں کا کھانا کھانے سے پہلے دھونا بھی مستحب ہے۔

باب ۱۲۶: باب ذِکْرُ مَا يُوجِبُ الْغُسْلَ وَمَا لَا  
يُوجِبُهُ - غُسْلُ الْكَافِرِ إِذَا اسْلَمَ  
کن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے، اور کن سے  
نہیں، کافر کا مسلمان ہونے پر عمل کرنا

اس باب سے امام نسائی طہارت کبریٰ کا بیان شروع کر رہے ہیں، اب تک تمام ابواب کا تعلق طہارت صغریٰ سے تھا، طہارت صغریٰ سے مراد وضو اور طہارت کبریٰ سے مراد غسل ہے، طہارت صغریٰ کے لیے امام نسائی نے ایک سو پچیس (۱۲۵) ابواب کے تحت ایک سو ستاسی (۱۸۷) احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جبکہ طہارت کبریٰ کے لیے اسی (۸۰) ابواب کے تحت ایک سو چھتیس احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ اکثر محدثین نے کتاب الطہارۃ کے تحت وضو سے متعلق امور کو بیان کیا ہے، اور غسل کے لیے کتاب الغسل کا علیحدہ عنوان قائم کیا ہے، لیکن امام نسائی نے دونوں قسم کے مسائل کو کتاب الطہارۃ کے تحت ہی ذکر کیا ہے۔ اسلام کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا نام ہے، کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی اسے باطنی صفائی مل جاتی ہے، اسلام نے ظاہری بدن کی پاکیزگی کے لیے غسل کا نظام رکھا ہے، اسی لیے امام نسائی نے پہلا باب کافر کے مسلمان ہونے پر غسل کرنے کا قائم فرمایا ہے، پچھلا باب طہارت صغریٰ سے متعلق تنظیف پر مبنی تھا، اور یہ باب طہارت کبریٰ سے متعلق ظاہری بدن کی تنظیف سے متعلق ہے۔

۱۸۸۔ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا  
سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْرَبِيِّ - وَهُوَ ابْنُ الصَّبَّاحِ - عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ  
حُصَيْنٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ اسْلَمَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَاسِدٍ۔  
حضرت قیس بن عاصم بیان کرتے ہیں:  
جب وہ مسلمان ہوئے تو آقا کریم ﷺ نے انہیں پانی اور بیری کے  
پتوں سے غسل کرنے کا حکم دیا۔

۵۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمان ہونے پر غسل کرنے کا حکم فرمایا۔

۲۔ اطراف:

ابوداؤد: ۳۵۵، ترمذی: ۶۰۵، ابن خزیمہ: ۶۵۳-۶۵۵، ابن حبان: ۲۳۴، ابن الجارود: ۱۴، احد: ۲۰۶۳۵، السنن الکبریٰ ۱۹۳، تحفۃ

الاشراف: ۱۱۱۰۰۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے تین کے حالات گذر چکے ہیں، باقی تین کے درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ عمرو بن علی: راجع: ۴ ۲۔ یحییٰ: ایضاً ۳۔ سفیان: راجع: ۳۷

۴۔ الاغربین الصباح:

آپ کا نام الاغربین الصباح تسمی منقری کوئی ہے، آپ روادۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صالح راوی ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ خلیفہ بن حصین:

آپ کا نام خلیفہ بن حصین بن قیس بن عاصم تسمی منقری کوئی ہے، آپ روادے کے تیسرے طبقہ سے ثقہ تابعی راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ (۱)

۶۔ قیس بن عاصم: (۲)

نام و نسب:

قیس نام ابوعلی کنیت، نسب نامہ یہ ہے، قیس بن عاصم بن خالد بن منقر بن عبید بن مقعس بن عمر بن کعب بن سعد زید مناة بن تميم منقری۔

قیس اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں بڑے وقار و تمکنت سے رہتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی جاہلی زندگی کا حال بتایا کہ میں نے اس زمانہ میں بھی کوئی برا کام نہیں کیا اور نہ کبھی کسی تہمت سے مہتم ہوا، ہمیشہ فوجی سواروں میں یا پنچایت کی مجلسوں میں یا مجرموں کی حمایت میں رہتا تھا۔ (۳)

البتہ لازمہ امارت شراب بہت پیتے تھے، ایک دن بد مستی کی حالت میں اپنی لڑکی کے پیٹ کی شکنوں پر ہاتھ ڈال دیا، اور ماں باپ کو نہایت فحش گالیاں دیں، شب ماہ تھی، چاند دیکھ کر اور ترنگ بڑھی اور اول فول بکنے لگے، اور مدہوشی کے عالم میں بادہ فروش کو ایک خطیر رقم دے ڈالی، جب نشہ ہرن ہوا تو لوگوں نے بد مستی کے واقعات سنائے انہیں سن کر اس قدر نادام اور شرمسار ہوئے کہ اس دن سے توبہ کر لی، اور پھر کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا، اشعار ذیل اس واقعہ کی یادگار ہیں: (۴)

رایت الخمر صالحہ و فیہا

خصال تفسد الرجل الحلیما

”میں شراب کو اچھی چیز سمجھتا تھا، لیکن اس میں بعض ایسے اوصاف ہیں جو حلیم اور سنجیدہ آدمی کے اخلاق بگاڑ دیتے ہیں“

ملا واللہ اشربہا صحیحاً

ولا اشفی بها ابداً سقیماً

”خدا کی قسم اب کبھی نہ اس کو صحت کی حالت میں پیوں گا اور نہ بیماری میں دوا کے لیے استعمال کروں گا“

اسلام:

۹ھ میں تميم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، آپ نے فرمایا یہ بادیہ نشینوں کے سردار ہیں، کچھ دنوں کے بعد امارت صدقہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ (۵)

غزوات:

قبول اسلام کے بعد غالباً سب سے اول غزوہ حنین میں شریک ہوئے، اس غزوہ میں فوج کے اس حصہ میں تھے جس نے پہلے بنو ہوازن کو پسپا کر دیا تھا، لیکن پھر مال غنیمت کی لوٹ مار میں شکست کھا گیا تھا۔ (۶)

۱۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۳۱۳ ii۔ التقات، ج ۴، ص ۶۰۹ ۲۔ سیر الصحابة، ج ۲ (صغار صحابہ: دوم)، ص ۱۴۵-۱۴۷ ۳۔ اصابع ج ۵ ص ۲۵۸

۴۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۴۰ ۵۔ ابن سعد ج ۷، قول ص ۴۳ سنہ کی تعیین اسد الغابہ سے کی گئی ہے ۶۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۶



وصیت اور وفات:

بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی، ہیں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، جب زندگی سے مایوسی ہو گئی تو لڑکوں کو بلا کر حسب ذیل وصیت کی:

”میرے بچو جب میں اس دنیا سے گزر جاؤں تو جو تم میں سب سے بڑا ہوا سے سردار بنانا اور اپنے بزرگوں کا صحیح جانشین اور نمونہ بننے کی کوشش کرنا، اپنے چھوٹے کو سردار نہ بنانا، ورنہ تمہارے ہم چشم تم پر نکتہ چینی کریں گے، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، مال کی اصلاح و حفاظت مد نظر رکھنا، اس سے شرفاء کی شان بڑھتی ہے اور کمینوں سے استغفار ہوتا ہے، اپنے اونٹوں کو بے محل نہ صرف کرنا، لیکن بر محل صرف کرنے میں بخل بھی نہ کرنا، کم اصلوں سے شادی نہ کرنا، ممکن ہے اس سے وقتی مسرت حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہیں زیادہ نقصان رساں ہوگی، اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح تمہاری دشمن ہوگی، مجھ کو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا، جہاں بکر بن وائل کا گزر ہو سکے، زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ میرے اختلاف اور جھگڑے رہ چکے ہیں، اس لیے خطرہ ہے کہ وہ انتقام میں میری قبر کھود ڈالیں گے، اور تم اس کے انتقام میں ان کی دنیا اور وہ تمہاری آخرت برباد کریں گے، پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا، اور کہا اس کو توڑ دیا، توڑ دیا، پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیے، اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا، یہ مشاہدہ کرنے کے بعد کہا کہ اتحاد و اتفاق اور تشنت و اختلاف میں تمہاری حالت اسی تیر کی طرح ہے، یعنی اگر متفرق رہو گے تو ہر شخص زیر کرے گا، اور اگر مل کر رہو گے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (۱)

اولاد:

وفات کے بعد ۳ لڑکے یادگار چھوڑے، ہزاروں کی تعداد میں مولیٰ تھے، جو صحرا نشینوں کی سب سے بڑی دولت ہے۔ (۲)

فضل و کمال:

گو قیس بہت آخر میں مشرف باسلام ہوئے، تاہم چند احادیث ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، ان کے لڑکے لکیم اور اخف نے ان سے روایت کی ہے، (۳) شاعر بھی تھے، کلام کا نمونہ اوپر گزر چکا ہے۔

اخلاق:

نہایت عاقل و فرزانہ، حلیم الطبع اور فیاض تھے، جاہلیت کی حمیت میں اپنی لڑکی زندہ دفن کر دی تھی، زمانہ اسلام میں اس کا کفارہ ادا کیا۔ (۴)

حلم:

طبیعت میں حلم غالب تھا، ایک مرتبہ آپ کے بھتیجے نے ان کے ایک لڑکے کو مار ڈالا، لوگ اس کو پکڑ کے مع مقتول لاش کے قیس کے پاس لائے، قیس نے بھتیجے کی اس شقاوت پر کوئی انتقام نہیں لیا، بلکہ بحیثیت بزرگ کے اس کو نصیحت کرنے لگے کہ تم نے کتنا برا کام کیا، خدا اور رسول کے گنہگار ہوئے، اپنے پیچھے بھائی کو قتل کر کے قطع رحم کیا، خود اپنے تیر سے زخمی کر کے اپنا جتھہ کمزور کیا، یہ نصیحتیں کر کے دوسرے بیٹے سے کہا، اس کی مشکلیں کھول دو اور اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر، اور مقتول لڑکے کی ماں کو اپنے پاس سے دیت ادا کی۔ (۵)

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۱، ۶۱۲ ۲۔ اصابہ ج ۵ ص ۲۵۹ ۳۔ تہذیب الکمال ص ۳۱۷ ۴۔ اصابہ ج ۵ ص ۲۵۹ ۵۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۰

تعمیل فرمان نبوی ﷺ

قیس نہایت دولت مند تھے، لیکن بہت سمجھ بوجھ کر خرچ کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے اپنی دولت کے متعلق چند سوالات کئے، آپ ﷺ نے فرمایا، تم کو اپنا مال پسند ہے یا اپنے موالی کا، عرض کی اپنا مال، فرمایا تمہارا مال تو وہی ہے جس کو کھاپی کر ختم کر دو، پہن اوڑھ کر پرانا کر دو، دے لے کر برابر کر دو ورنہ وہ تمہارے موالی کا ہے، عرض کیا اگر زندہ رہا تو اونٹ کے گلے اپنی زندگی ہی میں ختم کر دوں گا، چنانچہ بڑا حصہ زندگی میں ختم کر دیا۔ (۱)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت ثلاثیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ ثلاثیات کے اعتبار سے یہ سترویں (۷۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ مسلسل تیسری روایت ثلاثیات میں سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے، دوسرے اور آخری راوی بصری اور باقی کوئی ہیں۔

☆ سند میں ”وہو ابن الصباح“ سے اس قاعدہ کی رعایت وارد ہے کہ شیخ نے نسبت ذکر نہیں کیا تھا، بلکہ راوی نے نسبت ذکر کیا ہے۔

☆ حضرت قیس بن عاصم سے سنن النسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ حضرت قیس بن عاصم قلیل الروایۃ صحابی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ اداء روایت خبرنا ایک دفعہ، حدیثا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اسلم: وہ مسلمان ہوئے۔ فامر النبی ﷺ: بنی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا۔

ان یغتسل: غسل کرنا۔ یہ کہ وہ غسل کرے ماء: پانی

سدر: بیری۔ مراد ہے بیرے کے پتے جو میل کچیل دور کرنے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔

نوٹ:

مسائل و نصائح اور خلاصہ اگلے باب کے بعد لکھے جائیں گے۔

## باب ۱۷۷: تَقْدِیمُ غُسلِ الْکَافِرِ

اِذَا ارَادَ اَنْ یُسَلِّمَ

جب کافر مسلمان ہونے کا

ارادہ کرے تو غسل کرے

اس باب میں اس بات کا بیان ہے، کہ کافر جب مسلمان ہونے کا ارادہ کرے، تو پہلے غسل کرے، بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔ اس باب میں امام نسائی نے ایک حدیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے، پچھلے باب میں کافر کے مسلمان ہونے کے بعد غسل کرنے کے استحباب کا بیان تھا۔ اس باب میں مسلمان ہونے سے قبل غسل کرنے کا بیان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت ثمامہ بن اثال مسجد نبوی کے قریب تالاب پر تشریف لے گئے، وہاں غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور گواہی دی: میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے بڑھ کر مجھے ناپسند نہیں تھا، مگر اب مجھے تمام چہروں سے زیادہ آپ ﷺ کا چہرہ انور محبوب ہے۔ میں عمرہ مبارک کی سعادت کے لئے جا رہا تھا، جبکہ آپ ﷺ کے جانثار مجھے پکڑ لائے ہیں، اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے انہیں مبارک دی اور عمرہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

امام نسائی فرماتے ہیں: یہ روایت مختصر ہے۔

۱۸۹۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ ثُمَامَةَ بْنَ أَثَالِ الْخَنْفِيَّ انْطَلَقَ إِلَى نَجْلِ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهَكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ كُلِّهَا إِلَيَّ وَإِنْ خِيَلْتُكَ أَخَذْتَنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَغْتَسِرَ وَيُحْتَصِرَ.

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوانوں کے ساتھ مطابقت درج ذیل کلمات میں ہے:

حضرت ثمامہ بن اثال خنفی نے تالاب میں غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔

۲۔ اطراف:

نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۲۵۶

تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں، ان چاروں کے حالات گزر چکے ہیں۔

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱۔ ۲۔ الليث: راجع: ۳۵۔ ۳۔ سعید بن ابی سعید: راجع: ۱۱۷۔ ۴۔ ابو ہریرہ: راجع: ۱۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

خصوصیات سند:

یہ روایت رباعیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ رباعیات امام نسائی کی اعلیٰ ترین سند ہے۔

☆ رباعیات کے اعتبار سے یہ دسویں (۱۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سنن نسائی میں اس سے پہلے درج ذیل روایات رباعیات ہیں: ۶، ۱۲، ۱۹، ۳۵، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۷۶، ۱۳۸

☆ فیوض الزاہمی فی شرح سنن نسائی جلد ثانی کی یہ دوسری روایت رباعیات ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے سارے راوی ایسے ہیں، جن سے اصحاب سنیہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بقلانی، دوسرے مصری اور باقی دو مدنی ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رواۃ مکثرین سبعہ کے سرخیل ہیں، آپ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا، عن اور مع ایک ایک دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔ لغات:

انطلق:	وہ گیا۔ وہ تشریف لے گے	نجل:	چھوٹا تالاب
قریب:	نزدیک	اغتسل:	اس نے غسل کیا
دخل:	وہ داخل ہوا	اشہد:	اس نے گواہی دی
وحده:	وہ واحد یکتا ہے	عبدہ:	اس کا بندہ
ما کان علی الارض بر زمین پر نہ تھا		وجه:	چہرہ
البغض:	انتہائی ناپسند	احب:	مجھے محبوب ترین ہے
خیلک:	آپ کے مجاہد۔ آپ کے سوار	اخلاقتی:	مجھے پکڑ لائے ہیں
انا ارید:	میں ارادہ ہے	ماذا تری؟:	آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟
بشرہ:	آپ ﷺ نے انہیں خوشخبری دی	ان یعتمر:	عمرہ کرنا

۷۔ مسائل و نصائح:

نعمۃ الباری، ج ۲، ص ۲۵۷-۲۶۱

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء:

• علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے، امام احمد بن حنبل اور ابو ثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا، آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لائے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المنذر نے کہا ہے: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے، اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا، جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو، اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: ثمامہ کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ ثمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے، پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی، اسی لئے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے، کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے، خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے، لہذا امام شافعی، امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا، پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی ہیں، اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔ (۱)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو، اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔ (۲)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

۱۔ شرح ابن بطلال ج ۴ ص ۱۴۳-۱۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ ۲۔ الدر المختار و رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۶-۲۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے

خدام۔ (۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد  
مشرک محض ناپاک ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ  
عامہم هذا (۳)  
ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں ”لا یقربوا“ اگرچہ صورتاً نہی کا صیغہ ہے لیکن معنی نفی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام، مشرکین کے احکام کے متعارف ہیں۔  
علامہ علاء الدین ہکلفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نہی تکوینی ہے تکلفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنہی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال نو ہجری تھا، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔ (۴)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں نہی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ”لا یقربوا“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:  
اتبوا طوعا و کرہاً (۵)  
تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا اور امر تکلفی کی مثال: ”اقیموا الصلوۃ“ (۶) تم نماز کو قائم کرو اور امر تکلفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ”لا یقربوا“ کا صیغہ اگرچہ صورتاً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنی نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے، کیونکہ یہ منقول نہیں

۱۔ عمدہ القاری ج ۴، ص ۳۴۹

۲۔ مسند احمد ج ۳، ص ۳۳۹۔ ج ۳، ص ۳۹۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۲۲۱-۱۲۹۴۹۔ ج ۲۳، ص ۳۸۷-۱۸، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، مصنف

عبدالرزاق: ۱۹۳۵۷-۹۹۸۲ ۳۔ التوبہ: ۲۸ ۴۔ صحیح البخاری: ۱۶۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۴۷ ۵۔ لحم السجدہ: ۱۱ ۶۔ البقرہ: ۴۳

ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔ (۱)  
نبی ﷺ کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا  
علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی ﷺ نے اس چیز کو جان لیا اس لئے آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا نبی ﷺ صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے ثمامہ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے آپ کو دیا جائے گا اور نبی ﷺ کے اصحاب فدیہ لینے کو پسند کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے پھر نبی ﷺ ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابو طلحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔ (۲)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنائے یا اس سے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے اور نبی ﷺ نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (۳)  
اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا پھر آپ نے اس کو کھول دیا اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتمًا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں۔ (۴)

۱۔ رد المحتار مع الدر المختار ج ۹ ص ۲۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۲۔ مصنف عبدالرزاق: ۹۸۶۵ صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳ صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷ کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ

۳۔ شرح الکرمانی ج ۳ ص ۱۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت

۴۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ



مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہؓ نبی ﷺ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبدالرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے لہذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے علم میں مصنف عبدالرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہؓ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا، نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا، پھر مسجد میں داخل ہوا، پھر کہا ”اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ“۔ (۱)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا کہ آپ نے (نور نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے لہذا ان کی شرح بھی صحیح ہے البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبدالرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب کہ صحیح مسلم: ۶۴۱ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد ثمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے ثمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے کیا علامہ عینی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر راجح ہیں، لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا، وہ بنو حنفیہ کے ایک شخص کو گرفتار کر



کے لے آئے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے، اے محمد اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے، اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے مل جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں تو شکر گزار پر احسان کریں گے آپ نے اس کو چھوڑ دیا، پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہ چکا ہوں آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا، پس اس نے غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہو گیا، پھر کہا: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ“ اے محمد پہلے مجھے بروئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کی قسم پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کی قسم پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ (۱)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

☆ شرح صحیح مسلم، ج ۵، ص ۴۷۷

طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں بلکہ خدشہ کفر ہے

اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے یہ کہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں تو وہ اس میں تاخیر نہ کرے اور اس کو فوراً کلمہ پڑھا دے، عام طور پر لوگ اس شخص کو کسی عالم دین کے پاس لے جا کر کلمہ پڑھواتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ اس کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اتنی دیر اس کے کفر پر راضی ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اور اگر بالفرض وہ اس وقفہ میں مر گیا تو العیاذ باللہ کفر پر مرے گا۔ اس لیے جو شخص اسلام کا طالب ہو اس کو فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہئے اور بعد میں اس کو غسل کرنے کا حکم دیں اور اس کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔

۸۔ خلاصہ:

☆ امام نسائی رحمہ اللہ علیہ کا مذکورہ دو احادیث مبارکہ سے استدلال یہ ہے کہ جب کافر مسلمان ہو تو اس پر غسل کرنا واجب ہے، البتہ اگر وہ قبل از اسلام بھی غسل کرے، تو وہ کفایت کر جائے گا۔

☆ امام نسائی کی روایت کردہ حدیث مبارکہ مختصر ہے، جبکہ امام بخاری و امام مسلم نے اس روایت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۱۔ صحیح البخاری: ۴۳۷۲ صحیح مسلم: ۱۷۶۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا، وہ بنو خنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے، جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا، پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے، اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے، اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے، اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے، آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے، آپ نے اس کو چھوڑ دیا، پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں، آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو، وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا، پس اس نے غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہو گیا، پھر کہا: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ، یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لئے جا رہا تھا، اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ (۱)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔ (۲)

- ☆ اسلام لانے والے شخص پر غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے، اس بارے میں فقہاء کرام کی آراء درج ذیل ہیں:
- ۱۔ امام مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک اسلام لانے والے پر غسل واجب ہے۔ یہ ایک قول ہے۔
- ۲۔ فقہاء احناف امام شافعی، امام مالک (دوسرا قول) اور امام احمد بن حنبل (دوسرا قول) کے نزدیک اگر وہ شخص اسلام لانے سے پہلے جنبی تھا، تو اس پر غسل کرنا واجب ہے، ورنہ مستحب ہے۔

اس قول کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک بعد اسلام غسل کرنا مستحب ہے۔

- ☆ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، یا کہ نہیں، اس بارے میں فقہاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

- ۱۔ فقہاء احناف کے نزدیک اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں، باقی کافر داخل نہیں ہو سکتے۔
- ۲۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔
- ۳۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک کافر مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

☆ حدیث نمبر ۱۸۸: سے ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو تو وہ غسل کرے، تاکہ حالت کفر کی نحوست اس سے زائل ہو۔

- ☆ غسل کرتے وقت جسم کی صفائی کے لیے صابن اور شامپو وغیرہ استعمال کرے۔
- ☆ یہ غسل کرنا مستحب ہے، کیونکہ اگر غسل کرنا واجب ہوتا تو آقا کریم ﷺ ہر اسلام قبول کرنے والے کو غسل کرنے کا حکم دیتے۔
- ☆ حدیث نمبر ۱۸۹: سے ثابت ہوا کہ کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، کیونکہ حضرت ثمامہ بن اثال حنفی اسلام لانے سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے۔

- ☆ کافروں کو قیدی بنانا جائز ہے، ان کو باندھنا بھی جائز ہے۔
- ☆ نیک کام کی نذر یا ارادہ حالت کفر میں بھی کیا ہو تو سلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا چاہیے۔
- ☆ کافر کو بغیر فدیہ کے چھوڑنا جائز ہے۔
- ☆ جب کافر مسلمان ہو تو اسے تہذیب و تمدن بھی اسلامی اپنانا چاہیے۔

### مشرک کو دفنانے سے غسل کرنا

### باب ۱۲۸: الْغُسْلُ مِنْ مُوَارَاةِ الْمُشْرِكِ

اس باب میں غیر مسلم کو دبانے کے بعد غسل کرنے کا بیان ہے، کیونکہ اس کے جسم پر گندگی وغیرہ ہوتی ہے، جس سے اپنا جسم آلودہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے کافر و مشرک کی لاش دبانے کے بعد غسل کر لینا چاہیے، البتہ یہ غسل مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ امام نسائی نے اس مسئلہ میں ایک حدیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے، پچھلے باب میں کافر کے مسلمان ہونے پر پہلے غسل کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں مشرک کی لاش کو دبانے کے بعد غسل کرنے کا بیان ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں آقا کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور بتلایا: ابو طالب وفات پا گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور انہیں دفنا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ مشرک فوت ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: جاؤ اور انہیں دفنا دو۔ جب میں انہیں دفنا کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: غسل کرو۔

۱۹۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ نَاجِيَةَ بِنَ كَعْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ فَقَالَ "أَذْهَبُ فَوَارِدٍ" قَالَ إِنَّهُ مَاتَ مُشْرِكًا قَالَ "أَذْهَبُ فَوَارِدٍ" فَلَمَّا وَارَيْتُهُ رَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لِي "اغْتَسِلْ"

#### ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت درج ذیل جملہ میں ہے:

میں دفنا کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے غسل کرنے کا حکم دیا۔

#### ۲۔ اطراف:

تقدیم: ۷۰۸، ابوداؤد: ۳۲۱۴، ۶۳۲۲، احمد: ۷۵۹، ۱۰۹۳، السنن الکبریٰ: ۱۹۵، مسند ابو داؤد الطیالسی: ۱۲۲، ادلائل (بہقی)، ج ۲، ص ۳۳۸، ابن الجاشبہ، ج ۳، ص ۲۶۹، ابویعلیٰ: ۴۲۳، السنن الکبریٰ (بہقی)، ج ۱، ص ۳۰۴-۳۰۵، مسند زوائد عبد اللہ: ۱۰۷۴۔

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کے حالات گزر چکے ہیں، حضرت ناجیہ بن کعب کے حالات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن المثنیٰ: راجع: ۸۰ ۲۔ محمد بن جعفر: راجع: ۲۲ ۳۔ شعبہ: راجع: ۲۶

۴۔ ابواسحاق: راجع: ۴۲

۵۔ ناجیہ بن کعب: آپ کا نام ناجیہ بن کعب اسدی ہے، آپ رواقہ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، بعض نے مجہول قرار دیا ہے۔ آپ کو امام ابو حاتم، امام عجل، امام ابن حبان، امام نسائی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ قرار دیا ہے، جبکہ علامہ ابن مدنی نے مجہول اور علامہ جوزجانی نے مزموم لکھا ہے۔ امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ علی: راجع: ۹۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ اس سند سے حسن اور باقی شواہد و مشاہدات کی بناء پر صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدیات کے اعتبار سے یہ اٹھتر ویں (۷۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت ناجیہ بن کعب کو بعض نے مجہول و مذموم قرار دیا ہے۔

☆ سند کے پہلے تین راوی بصری اور آخری تین کوئی ہیں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ راشد چہارم، داماد رسول اللہ ﷺ اور اولیا کے سرخیل ہیں، آپ آقا کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔

☆ یہ حدیث مبارکہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے والد جناب ابوطالب کے بارے میں بیان کی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدیثی اور سمعت ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات

اتی: وہ آیا مات: وہ فوت ہوا اذهب: توجا فوارہ: اسے دفناؤ۔ اسے دباؤ  
مشرک بشرک کرنے والا لیاواریتہ: جب میں نے دفنایا رجعت الیہ: میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا  
اغتسل: تو غسل کر

## ۷۔ مسائل ونصائح:

جناب ابوطالب کے ایمان لانے یا نہ لانے کے بارے میں عصر حاضر کے عظیم مفسر، شارح، مؤرخ اور محقق علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہ نے سیر حاصل بحث کی ہے، ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں:

غرغره موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث:

حدیث نمبر چالیس میں ہے جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا، تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔

غرغره موت اس وقت کو کہتے ہیں، جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان اخروی معاملات کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

ولیس التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان ولا الذین یموتون وہم کفار۔ (۱)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں جو (مسل) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان کی (توبہ قبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

جب نبی ﷺ نے ابوطالب کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابوطالب نے اس وقت نبی ﷺ اور کفار قریش سے کافی باتیں کی تھیں۔

ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی، ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی۔ (۲)

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی ﷺ اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا، ابھی رسول اللہ ﷺ حبل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے مدافعت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ بنو ہاشم کا بایکاٹ کریں گے، ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شعب ابی طالب میں ابو اور بنو ہاشم تین سال تک سخت جنگی میں محصور رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیفہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ سہیلی نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں، اور بعض

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، (یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۶)۔ سعیدی (غفرلہ) اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ ﷺ کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔ (۱)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات:

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہ خدا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی

ما کان للنبی والذین امنوا ان يستغفروا للمشرکین و لو کانوا اولی قریبی من بعد ما تبین لهم اصحاب الجحیم۔ (۲)

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں یہ وہم مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر ظہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسند بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: اے چچا لا الہ الا اللہ کہو، میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے حجت پکڑوں گا، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ اس پر لا الہ الا اللہ پیش کرتے رہے، اور ابو جہل اور عبد اللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر میں ابوطالب نے کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا، میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب کی موت، ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دے دینا مستبعد ہے، علامہ واحدی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ ابوطالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں، اس تاویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہوگا، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی، یہ معنی نہیں ہوگا، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فائز میں فاسیت کے لیے ہوگی نہ کہ تعقیب کے لیے، اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس

پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابن سعد امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابوطالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی ﷺ اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو بہ اعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو، بہر حال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابوطالب کفر پر مرا اور یہی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، جس میں یہ ہے کہ ابوطالب کے مرض الموت میں نبی ﷺ نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی ﷺ نے بہ اصرار ترغیب دی، ابوطالب نے کہا بہ خدا اے بھتیجے اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر ملامت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے، انہوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اے بھتیجے تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کا کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔ (۱) اس روایت سے اور ابوطالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مومن تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند منقطع ہے، علاوہ ازیں ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، رہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے (امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا آپ نے فرمایا ہاں وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (۲)، علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ”میں نے نہیں سنا“ باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے نسب کی محبت کا نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابو جہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔ (۳)

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (۴)

حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔ (۵)

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (۶)

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳ ۲۔ دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۶ ۳۔ روح المعانی، ج ۱ ص ۳۲-۳۳

۴۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۱ ۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۴۶۰ ۶۔ الجامع الاحکام القرآن، ج ۸ ص ۲۷۲-۲۷۳



نیز قرآن مجید میں ہے:

انک لا تہدی من احببت و لكن الله یهدی من یشاء (۱)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں، حقیقہ ہدایت نہیں دیتے حقیقہ ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔)

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بکثرت احادیث کے حوالوں سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ (۲)

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (۳)

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ زجاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے بنو عبد مناف کی جماعت محمد ﷺ کی اطاعت کرو، اور ان کی تصدیق کرو تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے، ابوطالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے ہو، لیکن میں عنقریب عبدالمطلب ہاشم اور عبدمناف کی ملت پر جان دوں گا۔ (۴)

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مدویہ، اور امام بیہقی سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا لا الہ الا اللہ کہیے میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

انک لا تہدی من احببت و لكن الله یهدی من یشاء (۵)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

۱۔ قصص ۵۶:۲۸

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۲۹۲-۲۹۰

۳۔ الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۳، ص ۲۹۹

۴۔ تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۲۹۹

۵۔ قصص ۵۶:۲۸



امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی ﷺ نے ابوطالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا، امام ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے (علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱)۔

ابوطالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فیہ، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، کیا تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابوطالب اسلام لے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے اور ابوطالب کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ علماء دلیہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے، تاہم ابوطالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابوطالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یا وہ گوئی کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے علویین کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی ﷺ بھی ایذا پہنچے۔ (۱) قرآن مجید میں ہے:

وہم ینھون عنہ وینھون عنہ (۲) اور وہ لوگوں کو (انہیں ایذا پہنچانے سے) روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔ (۳) حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ (۴) اور امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار لوگوں کو نبی ﷺ کی تصدیق کرنے اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطاء اور مقاتل نے یہ کہا کہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا اور آپ کے دین کی اتباع نہیں کرتا تھا لیکن قول اول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ (۵) علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیرہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابو حاتم، امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے، کفار لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے، لیکن امام رازی نے اس تفسیر کو رد کر دیا

۱۔ روح المعانی ج ۲۰، ص ۹۷-۹۶ ۲۔ انعام ۷: ۲۶ ۳۔ الجامع الاحکام القرآن، ج ۶، ص ۴۰۸-۴۰۵

۴۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۱۴ ۵۔ تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۲۷

ہے کیونکہ تمام آیات مقدسہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی ﷺ کو ایذا رسانی سے روکنا مذموم نہیں ہے۔ (۱)

امام رازی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات ہے کہ خود ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتصرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون کتاب افلا تعقلون (۲) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انعام کی ان تین آیتوں میں ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پوچھے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابوطالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مختار ہے، بلا ضرورت اور بلا وجہ ابوطالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار قریش کی طرح ابوطالب کو برا کہنا چاہیے کیونکہ بہر حال ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کی پرورش آپ کی حفاظت اور آپ کی مدافعت کی ہے اور نسبی قرابت اور ابوطالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ کو ابوطالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابوطالب کو مسلمان کرنے کی کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کو موت آنے لگی تو اس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، آپ نے وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے کہا: اے چچا کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھیے میں قیامت کے دن اس کلمہ کی آپ کے لیے شہادت دوں گا، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ مسلسل ابوطالب پر کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ ابوطالب نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت (حضرت عبد المطلب عہد فترت میں تھے، یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، ثانیاً بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب اور رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کا موحد اور مومن ہونا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں، اس لیے ابوطالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا جائز نہیں ہے۔) پر ہے، اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہ خدا میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

کی: نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔ (۱)

اس حدیث کو امام مسلم (۲)، امام نسائی (۳)، نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز یہ حدیث مسند احمد (۴) اور دلائل النبوت (۵) میں بھی موجود ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے صبری کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کر دیتا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (۶)

اس حدیث کو امام ترمذی (۷)، اور امام احمد (۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کس عذاب کو دور کیا؟ وہ آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ (۹)

اس حدیث کو امام مسلم (۱۰)، امام احمد (۱۱)، امام بویعلیٰ (۱۲)، امام بیہقی (۱۳) نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا، نبی ﷺ کے سامنے ابوطالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (۱۴)

اس حدیث کو امام مسلم (۱۵)، امام احمد (۱۶)، اور امام بیہقی (۱۷)، نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے کم دوزخ کا عذاب ابوطالب کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (۱۸)

اس حدیث کو امام احمد (۱۹)، اور امام بیہقی (۲۰)، نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۲۸-۱۸۱، ج ۲، ص ۶۷۵-۶۷۴ ۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۰ ۳۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۴۰

۴۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۳۳ ۵۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۳۳-۳۳۲ ۶۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۰ ۷۔ جامع ترمذی، ص ۲۵۹

۸۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۳۱-۴۳۲ ۹۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۲۸ ۱۰۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۵ ۱۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۰۶، ج ۳، ص ۵۵، ۵۰، ۹

۱۲۔ مسند ابویعلیٰ موصلی، ج ۲، ص ۳۹۹-۱۲۵ ۱۳۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۳۶ ۱۴۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۲۸ ۱۵۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۵

۱۶۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۵۵، ۵۰، ۹ ۱۷۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۳۲ ۱۸۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۵ ۱۹۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۹۵ ۲۰۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۳۸

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا قیامت کے دن دوزخ میں سے سب کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دوا نگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پیتل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔ (۱) اس حدیث کو امام مسلم (۲)، امام ترمذی (۳)، اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ (۴)، حضرت ابوسعید خدری (۵) اور حضرت نعمان بن بشیر (۶) سے روایت کیا ہے امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہو گیا اس کو زمین میں کون دفنائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ، اپنے باپ کو زمین میں دفن کر دو۔ (۷)

اس حدیث مبارکہ کو امام ابو داؤد (۸)، امام ابن ابی شیبہ (۹)، امام بیہقی (۱۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوطالب فوت ہو گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: جا کر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کر کے نبی ﷺ کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔ (۱۱)

اس حدیث کو امام بیہقی (۱۲) نے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۷۱

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۵

۳۔ جامع ترمذی، ص ۳۷۳

۴۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۳۹-۴۳۲

۵۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۷۸-۱۳

۶۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۲۷۱-۲۷۲

۷۔ سنن نسائی، ج ۱، ص ۲۰۳

۸۔ سنن ابو داؤد، ج ۲، ص ۱۰۳

۹۔ المصنف ابی شیبہ، ج ۳، ص ۳۴۷

۱۰۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۴۹

۱۱۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۳۱-۱۳۰-۱۰۳، ۹۷

۱۲۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۴۸

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس جا کر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔ (۱)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت ”اور وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں“ ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا۔ اور آپ کے لائے دین سے دور رہتا تھا۔ (۲)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف

قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے عدا ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کی بڑی خواہش تھی کہ ابوطالب ایمان لے آئے، لیکن تقدیر کا لکھا پورا، ہو کر رہا، یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابوطالب کی ابولہب اور ابو جہل کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کر کے خطرہ میں ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعث رنج جتنی اہل بیت کے لیے ہے اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابوطالب کے ایمان کو ثابت بھی کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبت اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہئے۔

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ:

اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی قرآن مجید میں ہے:

لا یخفف عنهم العذاب ولا ہم ینظرون (۳)

”کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی“

تو ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پر خاتمہ ہوا تو ان کے عذاب میں کیسے تخفیف ہوگی؟ اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (۴) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مغللہ اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہو گا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت کو کم

۱۔ المصنف ابی شیبہ، ج ۳، ص ۳۲۸

۲۔ دلائل النبوة، ج ۲، ص ۳۲۱

۳۔ البخاری ج ۲، ص ۷۶۴

۴۔ البقرہ ۲: ۱۶۲

کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرمادیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ ہر زاعی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہئیں چنانچہ فرمایا:

واستشهدوا شہیدین من رجالکم۔ (۱) دو مردوں کو گواہ بناؤ۔

لیکن ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (۲)

اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون تو یہی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ ﷺ کسی کے حق میں شفاعت کر دیں پھر بھی تخفیف نہیں ہو سکتی ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات ٹال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل:

حدیث نمبر ۴۲۲ سے ۴۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے پہلے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا، ابو طالب رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سواگر بالفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابو طالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے کیونکہ کفر کے باوجود ابو طالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نبی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اور خدمت کی بناء پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابو طالب کی بہ نسبت وہ عذاب میں کمی کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابو طالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے ہے تو پھر کون سی پرورش جزیت کے برابر ہو سکتی ہے کیونکہ اولاد والدین کا جز اور حصہ ہوتی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جب کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے:

ان اشکر لی ولو الذینک (۳) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، رسول اللہ ﷺ بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا ہے جس کی مغفرت نہیں، عمر بھر معجزات دیکھے، حضور کی سیرت اور تمام احوال کو تازہ بہ تازہ دیکھتا رہا، پھر بھی حضور ﷺ کے اصرار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کو دعوت اسلام دی گئی، نہ انھوں نے انکار کیا، ثابت ہوا کہ ہر لحاظ سے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے

عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے۔ (۱)

حضرت علی المرتضیٰ کو غسل کرنے کا حکم مٹی لگنے یا دیگر ناپسندیدہ چیز لگنے کی وجہ سے تھا:

علامہ محمد بن عبد الصادی سندھی حنفی لکھتے ہیں:

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو جو غسل کرنے کا حکم دیا، وہ جسم کا مٹی آلود ہونے یا دیگر ناپسندیدہ چیزوں کے لگنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

کافر کی میت کو محفوظ کرنا جائز ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کافر کی میت کو محفوظ کرنا جائز ہے، البتہ ہ کام اس کی اپنی اولاد کرے، اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ محفوظ کرنا اہتمام کے ساتھ، تعظیم کے لیے یا پیارہ محبت کی وجہ سے نہ ہو۔ (۳)

کافر کی میت کو غسل دینا اور دفنانا جائز نہیں ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان میت کے لیے غسل، دفنانا اور جنازہ ہے۔ البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: غیر مسلم میت کے لیے غسل اور دفنانا نہیں ہے، البتہ ان کے لیے محفوظ کرنا یا دبا نا ہے۔ (۴)

## ۸۔ خلاصہ:

امام نسائی کا استدلال یہ ہے کہ کافر و مشرک کو محفوظ کرنے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

☆ جناب ابوطالب کی وفات ہجرت کے تین سال بعد ہوئی۔

☆ جمہور علماء کے نزدیک کافر و مشرک کو محفوظ کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

☆ اہل تشیع اور بعض اہل سنت کے نزدیک جناب ابوطالب کا ایمان ثابت ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان ثابت ہے۔

☆ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے، اگرچہ وہ کافر ہوں۔

☆ کافر و مشرک کی میت کو محفوظ کرنا جائز ہے، البتہ یہ کام اس کے وارث کریں۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ اعلیٰ واضح شان کے مالک تھے، کہ ان پر باپ کی نسبہ محبت کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی محبت کا غلبہ تھا۔

۱۔ شمول الاسلام، ص ۸۔ ۶

۲۔ حاشیہ سندھی، ج ۱، ص ۵۱

۳۔ زہر الربی، ج ۱، ص ۵۱

۴۔ المجموع شرح المہذب، ج ۵، ص ۱۵۳



☆ جناب ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور ﷺ کی دلجوئی کے لیے ہوئی۔

☆ جناب ابوطالب کی ابولہب اور ابوجہل کی طرح مذمت نہ کی جائے۔

مرد و عورت کی شرمگاہیں  
ملنے سے غسل کا واجب ہونا

باب ۱۲۹: وَجُوبُ الْغُسْلِ

إِذَا التَّقَى الْخِتَانَانِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مرد اور عورت کی شرمگاہیں مل جائیں، تو غسل واجب ہو جاتا ہے، باب کے عنوان میں مرد کے ختنہ کے ساتھ ساتھ عورت کے مختونہ ہونے کا بھی ذکر ہے، یہ اس لیے کہ عربوں میں عورتوں کے ختنے کا بھی رواج تھا، مرد کا ختنہ یہ ہے کہ آلہ تناسل کے حشفہ پر جوز اندکھال ہے، اسے کاٹ دیا جائے، عورت کا ختنہ یہ ہے کہ اس کی فرج کے اوپر کی باریک کھال کاٹ دی جائے۔ امام نسائی نے اس باب میں دو احادیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے۔ پچھلے باب میں مشرک کی لاش دبائے پر غسل کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں مرد و عورت کی شرمگاہیں ملنے کی صورت میں غسل کے واجب ہونے کا بیان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
جب مرد و عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر اسے تھکا دے، تو اس پر  
غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۱۹۱۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ  
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي  
رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
”إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ اجْتَهَدَ فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ“

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے:

مرد و عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر اسی صورت تھکائے گا، جب دونوں کی شرمگاہیں ملیں گے، اسی پر غسل واجب ہوگا۔

۲۔ اطراف:

بخاری: ۲۹۱، مسلم: ۸۷، ابو داؤد: ۲۱۶، ابن ماجہ: ۶۱۰، احمد: ۶۶۸۲، السنن اکبری: ۱۹۷، شیخ السنن: ۲۴۱، ابن حبان: ۱۱۸۲،

دارقطنی، ج ۲، ص ۱۱۳، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۶۳

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چھ کے حالات گذر چکے ہیں، حضرت ابو رافع کے

حالات درج کیے جاتے ہیں، اور حضرت حسن بصری کے حالات دوبارہ تفصیلی لکھے جا رہے ہیں:

۱۔ محمد بن عبد الاعلیٰ: راجع: ۵۔ ۲۔ خالد: راجع: ۴۷۔ ۳۔ شعبہ: راجع: ۲۶۔ ۴۔ قتادہ: راجع: ۳۴۔  
۵۔ الحسن:

نام و نسب:

حسن نام ابو سعید کنیت والد کام یسار تھا، علمی حالات کے لحاظ سے سرخیل علماء اور اخلاقی و روحانی فضائل کے اعتبار سے سرتاج اولیاء



تھے۔

ان کے والدین غلام تھے ان کی غلامی کے بارے میں مختلف بیانات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ ان کے والد میسان کے قیدیوں میں تھے انس بن مالک کی پھوپھی ربیع بنت نصر نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد اور والدہ دونوں بنی نجار یعنی ایک انصاری کی غلامی میں تھے انہوں نے بیوی کے مہر میں بنی سلمہ کو دے دیا تھا بنی سلمہ نے ان کو آزاد کر دیا تیسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور ان کی ماں ام المؤمنین حضرت سلمہ کی لونڈی تھیں ان اختلافات سے قطع نظر کر کے اتنا مسلم ہے کہ یہاں اور ان کی بیوی لونڈی غلام تھے اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ آخری روایت زیادہ مستند ہے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت:

حسن بصری آخری عہد فاروقی میں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال باقی رہ گئے تھے یعنی ۲۲ھ میں پیدا ہوئے ام المؤمنین ام سلمہ کی غلامی کی نسبت سے ان کو وہ شرف میسر ہوا جو کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آیا ہوگا ان کی ماں لونڈی تھیں اس لیے اکثر گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں جب وہ حسن بصری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جاتیں اور وہ زیادہ رونے لگ جاتے تو حضرت ام سلمہ ان کو بہلانے کے لیے چھاتی منہ میں دے دیتیں پھر ان کی ماں لوٹ کر دودھ پلاتیں اس طرح ان کو ام المؤمنین کی رضاعت کا شرف حاصل ہوا۔

حسن بصری حضرت ام سلمہ کے سایہ شفقت میں پلے تھے ان کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی ان کی آمد و رفت رہتی تھی ان کا خود بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک جب کہ ان کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی وہ بہ تکلف ازواج مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے تھے۔ (۱)

علمی کمالات:

حسن بصری ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ صحابہ کرام کی بڑی تعداد موجود تھی اور ایسے مقام پر ان کی نشو و نما ہوئی تھی جہاں کی گلی گلی علوم نبوی ﷺ کا مخزن تھی پھر انہیں صحبت ایسے بزرگوں کی میسر آئی جو تعلیمات اسلامی کا زندہ نمونہ اور اخلاق نبوی ﷺ کی مجسم تصویر تھے۔ اس لیے ان کا دامن علم و عمل، فضل و کمال اور زہد و ورع جملہ اخلاقی اور روحانی فضائل سے مالا مال ہو گیا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

كان الحسن جامعاً عالماً عالياً رفيعاً فقيهاً، ماموناً، عابداً، ناسكاً، كبير العلم فصيحاً جميلاً وسفياً۔ (۲)  
”حسن بصری جامع کمالات تھے عالم تھے بلند مرتبت رفیع المنزلت تھے فقیہ تھے مامون تھے عابد و زاہد تھے وسیع العلم تھے فصیح و بلیغ تھے اور حسین و جمیل تھے“

غرض وہ جملہ نعمتوں سے مالا مال تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: حافظ، علامة من بحور العلم، فقیہ النفس، كبير الشان، عديم النطير، مليح لتذكير، بليغ الموعظة، راس في انواع الخير (۳) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مشہور عالم تھے ان کی جلالت شان پر سب اتفاق ہے۔ (۴)

۱۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲ ۲۔ ایضاً ص ۱۱۵ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۲ ۴۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۱۶۱

اکابر علماء کی رائے:

اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال کا ان کی جلالت شان پر اتفاق ہے۔ امام شعبی کہتے تھے کہ میں نے اس ملک (عراق) کے کسی شخص کو بھی ان سے افضل نہیں پایا۔ قتادہ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ اس شخص (حسن بصری) کا دامن پکڑو میں نے رائے میں اس سے زیادہ کسی شخص کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں دیکھا، اعمش کہتے تھے کہ حسن حکمت کو محفوظ رکھتے تھے اور اس کو بولتے تھے، امام باقر فرماتے تھے کہ ان کی باتیں انبیاء کی باتوں کے مشابہ ہیں، غالب القطان کہتے تھے کہ اس عہد کے علماء پر حسن کو ایسی فضیلت حاصل تھی جیسے طیور میں بازو کو گوریوں پر ہوتی ہے، جو شخص اس زمانہ کے سب سے بڑے عالم کو دیکھنا چاہے اسے حسن کو دیکھنا چاہیے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ مجھے اہل بصرہ پر حسن اور محمد دوشخو کی وجہ سے رشک ہے، یونس بن عبید اللہ اور حمید الطویل کہتے تھے کہ میں نے بہت سے فقہاء کو دیکھا لیکن حسن سے زیادہ کسی کو کاملہ المروۃ نہیں پایا، عطاء بن ابی رباح لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ تم لوگ اس شخص (حسن) کی طرف مسائل میں رجوع کیا کرو وہ بہت بڑے عالم، امام اور مقتداء ہیں، امام مالک فرماتے تھے کہ تم لوگ حسن بصری سے مسائل پوچھا کرو کیونکہ انہوں نے محفوظ رکھا اور ہم نے بھلا دیا، بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر حسن نے سن شعور میں عہد صحابہ پایا ہوتا تو یہ بزرگوار رائے میں ان کے محتاج نہ ہوتے۔ (۱)

اگرچہ حسن بصری جامع العلوم تھے، لیکن ان کی زندگی زیادہ تر زہد و تقویٰ اور عبادت اور روحانی مشاغل میں بسر ہوتی تھی، اس لیے ان کے روحانی مرتبہ کے مقابلہ میں ان کے علم کی تفصیلات بہت کم ملتی ہیں، تاہم جتنے حالات ملتے ہیں وہ سرسری اندازہ لگانے کے لیے کافی ہیں، ان کو تفسیر فقہ اور حدیث جملہ مذہبی علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔

تفسیر:

مفسر کی حیثیت سے انہوں نے کوئی خاص شہرت حاصل نہیں کی، لیکن تفسیر کی تعلیم انہوں نے بڑی محنت سے حاصل کی تھی، بارہ برس کے سن میں وہ حافظ قرآن ہو گئے تھے۔ ابو بکر الہزلی کا بیان ہے کہ جب تک وہ ایک سورۃ کی تفسیر و تاویل اور شان نزول وغیرہ سے پوری واقفیت نہ حاصل کر لیتے تھے اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے (۲) اس محنت نے ان کو قرآن کا بڑا عالم بنا دیا تھا اور وہ تفسیر کا درس دیتے تھے۔ (۳)

حدیث:

حدیث میں ان کا جو درجہ ہے اس کا اندازہ حافظ ذہبی کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے کہ وہ علامہ اور علم کے سمندروں میں تھے۔ (۴) حدیث میں انہوں نے ان بزرگوں سے فیض پایا جن میں سے اکثر اس فن کے اساطین اور رکن اعظم تھے چنانچہ صحابہ میں حضرت عثمان، حضرت علی، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، انس بن مالک، جابر بن معاویہ، معقل بن یساف، بکر بن حفص، ان بن حصین اور جندب بنلی رضی اللہ عنہم سے براہ راست استفادہ کیا تھا اور عمر بن الخطاب، ابن کعب، سعد بن عبادہ، عمار بن یاسر، ثوبان، عثمان بن ابی العاص اور معقل بن سنان رضی اللہ عنہم سے بواسطہ مستفید ہوئے، صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین کی ایک بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا۔ (۵)

شائقین حدیث کا مرجعہ:

جہاں تک ان کے حالات کا پتہ چلتا ہے غالباً ان کا کوئی خاص حلقہ درس نہ تھا اور وہ اس سلسلہ کو اپنے لیے پسند نہ کرتے تھے اور حدیث

۱۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲، تذکرہ حسن بصری

۲۔ شذرات الذہب جلد اول ص ۱۳۷

۳۔ تہذیب التہذیب تذکرہ جابر بن زید

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۲

۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۴

بہ درجہ مجبوری بیان کرتے تھے چنانچہ فرماتے تھے کہ ”اگر خدا نے اہل علم سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تم لوگوں کے سب سوالات میں حدیث نہ بیان کرتا۔“ (۱)

لیکن ان کی شخصیت ایسی تھی کہ لوگ ان کا دامن نہ چھوڑتے تھے اکثر شائقین علم خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے اور جہاں وہ جاتے تھے خلق اللہ کا مرجع بن جاتے تھے۔ مکہ تک میں جو مدینہ کے بعد علم کا دوسرا مرکز تھا لوگوں کا ہجوم لگ جاتا تھا اہل مکہ آپ کو تخت پر بٹھا کر حدیثیں سنتے تھے اور مجاہد عطاء اور طاؤس جیسے اکابر علماء سننے والوں میں ہوتے تھے اور ان کی زبان پر کلمہ ہوتا تھا کہ ہم نے اس شخص کا مثل نہیں دیکھا۔ (۲)

روایت بالمعنی:

احادیث کو بالفاظ ظہار روایت کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے صرف معنی اور مطلب کے ادا ہو جانے کو کافی سمجھتے تھے عموماً ان کی روایت بالمعنی ہوتی تھیں۔ (۳) بعض الفاظ میں اختلاف اور کمی بیشی ہو جاتی تھی لیکن معنی ایک ہی رہتے تھے۔ (۴)

فقہ:

فقہ کے امام اور بصرہ کے مفتی اعظم تھے قتادہ کا بیان ہے کہ حسن حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (۵) ایوب کا بیان ہے کہ حسن سے بڑا فقیہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا ربيع بن انس کا بیان ہے کہ میں کامل دس سال تک حسن کے پاس آتا جاتا رہا اور ان سے ہمیشہ نئے نئے مسائل معلوم ہوتے تھے۔ (۶)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث و فقہ میں بعض کتابیں بھی لکھی تھیں۔

رائے اور قیاس:

اس فقہ کے لیے مجتہدانہ نظر ضروری تھی چنانچہ جن مسائل میں روایتی سند نہ ہوتی تھی اس میں رائے اور قیاس سے اجتہاد کرتے تھے ایک مرتبہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے پوچھا کہ آپ جن جن مسائل میں لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں کیا ان سب میں آپ کے پاس سماعی سند ہوتی تھی۔ فرمایا نہیں خدا کی قسم سب میں سماعی سند نہیں ہوتی لیکن ہماری رائے سائلوں کی رائے سے ان کیلئے بہتر ہوتی ہے۔ (۷)

ان کی رائے اصابت و صحت میں اصحاب رائے صحابہ کے برابر ہوتی تھی قتادہ لوگوں کو مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں نے ان کی رائے سے زیادہ کسی کی رائے کو عمر بن الخطاب کی رائے کے مشابہ نہیں دیکھا (۸) بعض ارباب علم تو یہاں تک ان کی اصابت رائے اور دقت نظر کے معترف تھے اور کہتے تھے کہ اگر حسن سن شعور میں عہد صحابہ میں ہوتے تو وہ بزرگوار رائے میں ان کے محتاج ہوتے۔ (۹)

حقیقی عالم:

آپ کے نزدیک تنہا بار علم سے کوئی شخص عالم کہلانے کا مستحق نہ ہوتا تھا بلکہ اس کے لیے بہت سی شرائط تھیں۔ ایک مرتبہ مطر الوراق نے آپ سے مسئلہ پوچھا اور عرض کیا ”فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں“ فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے تو نے فقیہ دیکھا بھی ہے اور جانتا بھی ہے کہ فقیہ کسے

۱۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۱۵ ۲۔ ایضاً ۳۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۱۵ ۴۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۱۵ ۵۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۱۸

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۵ ۷۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۰ ۸۔ ایضاً ۹۔ ابن سعد، تذکرہ حسن بصری

کہتے ہیں۔ فقیہ وہ ہے جو زاہد و متورع ہو اپنے سے بلند مرتبہ کی پرواہ نہ کرتا ہو اور اپنے سے کم رتبہ والے کا مذاق نہ اڑاتا ہو اور خدا نے اس کو جو کچھ علم عطا کیا ہے اس سے قلیل دنیاوی منفعت نہ حاصل کرتا ہو۔ (۱)

علم باطن:

گو حسن بصری علوم ظاہر میں بھی شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے تھے لیکن یہ علوم ان کے لیے سرمایہ فخر و امتیاز نہ تھے ان کا اصل اور حقیقی مقام عرفان و حقیقت کا کنگرہ تھا۔ ان کی ذات تصوف کا منبع اور علم باطن کا سرچشمہ تھی تصوف کی تمام نہریں اسی سرچشمہ سے پھوٹی ہیں۔ چنانچہ تصوف کے اکثر بڑے بڑے سلاسل آپ ہی کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک منتهی ہوتے ہیں اس طرح گویا آپ ہی کے واسطہ سے دنیا میں یہ دریائے نور رواں ہوا۔

اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کا استفادہ روحانی ثابت نہیں ہے لیکن ارباب تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ارباب طریقت کے نزدیک حسن بصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب یقینی منسوب ہیں محدثین کے نزدیک یہ انتساب ثابت نہیں ہے، لیکن شیخ احمد قسٹاشی نے اپنی کتاب عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید میں ایک تسلی بخش بحث کے ذریعہ سے اہل تصوف کی تائید کی ہے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علی سے فیض پایا۔ (۲)

سلف سے لے کر خلف تک تمام اکابر صوفیہ حضرت حسن بصری کو اس سلسلہ نورانی کا سرچشمہ اور شیخ الشیوخ مانتے ہیں ان کے اقوال سے سند لاتے ہیں صوفیہ کے تذکروں میں ان کا نام سرفہرست ہوتا ہے ان کے اقوال تعلیم تصوف کا نصاب مانے جاتے ہیں۔

شیخ فرید الدین ان الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں: ”آن پروردہ نعمت آن خورده فتوت آن کعبہ علم و عمل آن خلاصہ ورع و حلم آن برده بصاحت صدری صدر سنت حسن بصری مناقب او بسیار اسب و محامد او بے شمار۔ (۳)

شیخ علی بن عثمان ہجویری المتوفی ۴۶۵ھ (ان کے سنہ وفات میں اختلاف ہے ۴۵۶ھ سے لے کر ۴۶۵ھ تک کسی سنہ میں وفات پائی) اپنی کتاب کشف المحجوب میں فارسی میں تصوف کی سب سے قدیم کتاب ہے لکھتے ہیں: ”امام عصر فرید دہر ابوعلی الحسن بن ابی الحسن بصری دے را قدرے و خطرے بزرگ است نزدیک اہل طریقت الاشارہ بودہ است اندر علم و معاملت۔ (۴)

شیخ ابونصر سراج المتوفی ۵۰۰ھ اور شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ اکابر صوفیہ نے اپنی کتابوں میں کتاب الجمع اور عوارف المعارف میں حسن بصری کے اقوال سے استناد کیا ہے۔ (۵)

بعض اقوال اور کلمات طیبات:

بے کار اور بے فائدہ باتیں بہت کم کرتے تھے ان کی گفتگو کا بیشتر حصہ حکمت اور موعظت کے موتی ہوتے تھے۔ (۶) ان کے حکیمانہ اقوال معنویت اور بلاغت ادا کے اعتبار سے پند موعظت اور علم و حکمت کا دفتر ہیں جن سے بہت سے اخلاقی اور روحانی اسرار و حکم پر روشنی پڑتی ہے

۳۔ تذکرہ الاولیاء عطار، ج ۱، ص ۳۲۳

۲۔ اغتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۳۱ و ۱۸

۱۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۹

۴۔ کشف المحجوب، ص ۷۷-۷۸ ۵۔ کتاب الجمع، ص ۵۱-۵۶-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶

ان میں سے بعض اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) فرماتے تھے جو دوسو سے ایسے ہیں کہ پیدا ہوتے ہیں اور نکل جاتے وہ شیطان کی جانب سے ہیں ان کے ازالہ میں ذکر خدا اور تلاوت قرآن سے مدد لی جائے اور جو پیدا ہو کر قائم ہو جاتے ہیں وہ نفس کی جانب سے ہیں ان کے دور کرنے میں نماز روزہ اور ریاضت سے مدد لینی چاہئے۔

(۲) خدا جس بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو اہل و عیال کی بندشوں میں نہیں پھنساتا ہے۔

(۳) متواضع ہونے کی یہ شرط ہے کہ گھر سے باہر کسی سے بھی ملے تو اس کو اپنے سے افضل اور برتر سمجھے۔

(۴) جب بندہ گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اس سے خدا کے ساتھ اس کی قرابت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۵) ایک شخص نے آپ سے اپنے قلب کی شکایت کی فرمایا اس کو ذکر و فکر کے مقامات میں لے جایا کرو۔

(۶) مردہ کے لیے سب سے برے خود اس کے گھر والے ہوتے ہیں کہ اس پر روتے ہیں حالانکہ اس کے مقابلہ میں اس کے قرض کا ادا کرنا اس پر آسان نہیں ہوتا۔

(۷) ایک شخص کی عداوت کے بدلہ میں ہزار آدمیوں کی دوستی بھی نہ خریدو۔

(۸) طمع عالم کو رسوا کر دیتا ہے۔

(۹) انسان کا علانیہ اپنے نفس کی مذمت کرنا درحقیقت اس کی مدح ہے۔

(۱۰) اپنے بھائیوں کی عزت کرو تو ہمیشہ ان کے ساتھ تمہاری دوستی رہے گی۔

(۱۱) اگر اپنی موت کی رفتار پر ابن آدم کی نظر ہوتی تو وہ اپنے فریب امید کا دشمن ہو جاتا۔

(۱۲) جو شخص عاجزی کے لیے خدا کے سامنے صوف پہنتا ہے تو خدا اس کی نگاہ اور قلب کا نور بڑھاتا ہے اور جو پندار کے لئے پہنتا ہے وہ سر کشوں کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(۱۳) کاش میں کوئی ایسا کھانا کھا لیتا جو میرے پیٹ میں اینٹ بن جاتا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو برس تک باقی رہتی ہے۔

(۱۴) ایک مرتبہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ فقیہ ایسا ایسا کہتے ہیں فرمایا تم لوگوں نے فقیہ دیکھا بھی ہے فقیہ وہ ہوتا ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہو دین میں بصیرت رکھتا ہو خدا عز و جل کی عبادت پر مداومت کرتا ہو۔

(۱۵) خدا کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے مال و زر کو عزت دی خدا نے اس کو ذلیل کیا۔

(۱۶) عقلمند کی زبان قلب کے پیچھے ہے جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو قلب کی طرف رجوع کرتا ہے جو زبان پر آتا ہے بک جاتا ہے۔

(۱۷) دنیا درحقیقت تمہاری سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گے تو وہ تم کو اپنے اوپر اٹھائے گی اور اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تم کو ہلاک کر ڈالے گی۔

(۱۸) جب تم کسی شخص سے دشمنی کرنا چاہو تو پہلے اس پر نظر کرو اگر وہ خدا کا مطیع ہے تو اس سے بچو کیونکہ خدا اس کو بھی تمہارے قبضہ میں نہ دے گا اور تمہارے لیے اس کو تنہا نہ چھوڑے گا اور اگر وہ خدا کا نافرمان ہے تو تم کو اس کی عداوت کی ضرورت ہی نہیں اپنے نفس کو خواہ مخواہ اس کی عداوت

میں پریشان نہ کرو۔

(۱۹) جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے اس سے دوستی تم پر ضروری ہے، کیونکہ جو شخص صالح آدمی کو دوست رکھتا ہے وہ گویا خدا کو دوست رکھتا ہے۔

(۲۰) میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو اس کے برخلاف جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے یعنی پھر ایسی چیز کیوں نہ چاہی جائے جس سے دونوں چیزیں مل جائیں۔

(۲۱) اسلام یہ ہے کہ تم اپنے قلب کو خدا کے سپرد کر دو اور ہر مسلمان تمہارے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

(۲۲) محبت کا متوالا ہمیشہ مست و بے خود رہتا ہے اسے صرف محبوب کا مشاہدہ جمال ہوشیار کرتا ہے۔ (۱)

وفات:

بعض خاصان حق کو دنیا چھوڑنے سے پیشتر وصل محبوب کے اشارات مل جاتے ہیں خود قرآن نے وفات نبوی ﷺ کا اشارہ کر دیا تھا بعض آدمیوں کو عالم رویا میں حسن بصری کی وفات کا بھی اشارہ مل گیا تھا (۲) چنانچہ ان کی وفات سے چند دنوں پیشتر ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک طائر نے مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھالی مشہور معراج بن سیرین نے اس کی یہ تعبیر دی کہ حسن کا انتقال ہو جائے گا۔ (۳)

اس خواب کے چند ہی دنوں کے بعد حسن بصری مرض الموت میں مبتلا ہوئے دوران علالت فرماتے تھے ”کاش انسان نے اپنی صحت و تندرستی کے زمانہ میں بیماری کے دن کیلئے کچھ رکھ چھوڑا ہوتا وقت آخر اپنے صاحبزادے کو اپنی کتابیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا انہوں نے حکم کی تعمیل میں اس کے بعد خادم کو تنور جلانے کا حکم دیا اس نے جلایا اور چشم زدن میں علوم و فنون کا سارا دفتر جل کر خاکستر ہو گیا۔ اب اس کا وقت آ گیا تھا۔

صد کتاب و صدورق در نار کن  
جان دارا جانب دلدار کن

صرف ایک کتاب باقی رہنے دی۔ ممکن ہے یہ قرآن کے متعلقات میں رہی ہو جس کو احراماً چھوڑ دیا ہو۔

دم آخر کاتب کو بلا کر لکھوایا کہ حسن اس کی شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ان تیاریوں سے فراغت کے بعد ۱۱۲ھ میں شب جمعہ کو سفر آخرت کیا محدث ایوب اور حمید الطویل نے غسل دیا۔ (۴)

دوسرے دن بعد نماز جمعہ ”عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے اٹھا ساری خلقت جنازہ پر ٹوٹ پڑی شہر اتنا خالی ہو گیا کہ اس دن جامع بصرہ میں کوئی عصر کی نماز پڑھنے والا نہ تھا“ (۵)

حلیہ:

حضرت حسن بصری جمال معنوی کے ساتھ حسن ظاہری سے بھی آراستہ تھے صورت نہایت حسین جمیل تھے (۶) اس حسن کے ساتھ خدا نے وجاہت اور رعب بھی عطا فرمایا تھا جس مجمع میں بیٹھتے تھے سب میں ممتاز نظر آتے تھے عاصم کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بصرہ جاتے وقت

۱۔ صفوة الصفوة، ص ۴۲-۱۳۶ ۲۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۷ ۳۔ ایضاً، ص ۱۲۹ ۴۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۵۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۱۲۸ ۶۔ ابن سعد، ج ۱، ص ۱۱۵

امام شعبی سے پوچھا کہ بصرہ میں آپ کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے؟ شعبی نے کہا حسن کو میرا سلام پہنچا دینا، عاصم نے کہا میں ان کو پہنچاتا نہیں ہوں شعبی نے یہ نشان بتایا کہ بصرہ میں داخل ہونے کے بعد تم کو جو سب سے زیادہ حسین شخص نظر آئے اور تمہارے دل پر جس کا سب سے زیادہ رعب پڑے اسی کو سلام پہنچانا، اس نشان پر شعبی نے سلام پہنچایا جو ٹھیک حسن بصری کو پہنچا۔ (۱)

لباس:

اس حسن ظاہری کے ساتھ بڑے خوش لباس اور جامہ زیب تھے چنانچہ ظاہری وضع و قطع میں زیادہ تقشف کو پسند نہ کرتے بلکہ اس کو جامہ ریا سمجھتے تھے اسی لیے نہایت بیش قیمت اور خوبصورت کپڑے استعمال کرتے تھے۔ مشہور مقامات کے عمدہ کپڑے منگواتے تھے شطاء کا کتان، یمن کی چادر اور پھول دار چادریں استعمال کرتے تھے لباس میں جبہ، رداء اور عمامہ پورے کپڑے ہوتے تھے بغیر عمامہ کے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ (۲)

۶۔ ابورافع:

آپ کا نام ابورافع الصائغ مدنی ہے، آپ بصرہ رہائش پذیر ہو گئے تھے آپ نام کی بجائے ابورافع کنیت سے مشہور ہیں۔ آپ رواۃ کے دوسرے طبقہ سے ثقہ، ثابت تابعی راوی ہیں، آپ کبار تابعین میں سے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے، آئمہ کرام آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں (۳)

۷۔ ابو ہریرہ: راجع:

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے، اور آئمہ خمسہ (ترمذی کے علاوہ) نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سباعیات امام نسائی میں سے ہے
- ☆ سباعیات کے اعتبار سے یہ اتالیسویں (۳۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔ البتہ شیخ نسائی محمد بن عبد الاعلیٰ سے امام بخاری نے روایت نہیں کی۔
- ☆ سند کے پہلے پانچ راوی بصری، حضرت ابورافع مدنی بصری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدنی ہیں
- ☆ سند میں تین تابعین کرام (قنادہ۔ حسن۔ ابورافع) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ حضرت حسن بصری گروہ تابعین و صوفیاء کے سرخیل ہیں۔
- ☆ حضرت ابو ہریرہ رواۃ صحابہ کے سرخیل ہیں، آپ مکثرین سبعہ رواۃ صحابہ میں سب سے روایت کرنے والے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ رولیت، خبرنا، سمعت ایک دفعہ، حدثا و دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۴

۲۔ ابن سعد، ج ۷، تذکرہ حسن بصری

۳۔ الثقات، ج ۷، ص ۵۳۹

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۲۲



## ۶۔ لغات:

جلس: وہ ایک مرد بیٹھا

شعبہ الاربع: عورت کی چار شاخیں (مراد وہاں تھ اور دو ٹانگیں)

اجتہد: انتہائی کوشش یہ جماع سے کنایہ ہے

وجوب اس پر واجب ہوا

الغسل: غسل

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۹۲۔ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ الْجَوْزَجَانِيُّ قَالَ

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ

قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا قَعَدَ

بَيْنَ شُعْبَيْهِ الْأَرْبَعِ ثُمَّ اجْتَهَدَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ"

جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر اسے تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۱۔ مطابقت: راجع: ۱۹۱

۲۔ اطراف: ایضاً

امام نسائی فرماتے ہیں: یہ سند غلط ہے، صحیح سند اشعث، عن الحسن، طرح نقل کیا ہے، جس طرح حضرت خالد نے کیا ہے۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت عبد اللہ بن یوسف تینسی کے حالات لکھے جاتے ہیں، البتہ علامہ ابن سیرین کے حالات تفصیلی لکھے جا رہے ہیں:

۱۔ ابراہیم بن یعقوب:

راجع: ۱۷۴

۲۔ عبد اللہ بن یوسف:

آپ کا نام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف کلا میتینسی مصری (م: ۲۱۸ھ) ہے، آپ کا اصل وطن دمشق تھا بعد میں مقام تینس رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ آپ رواد کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ۔ ثابت راوی ہیں اہل علم کا آپ کی ثقاہت وعدالت پر اتفاق ہے۔ امام ابن معین اور ابو حاتم فرماتے ہیں: موطا کے راویوں میں آپ اوثق ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: موطا کے راویوں میں آپ اثبت الناس ہیں۔ امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ عیسیٰ بن یونس: راجع: ۸۔ اشعث بن عبد الملک: راجع: ۳۶



۵۔ ابن سیرین:

نام و نسب:

محمد نام ابو بکر کنیت والد کا نام سیرین تھا۔ سیرین جرجایا (عراق) کے باشندے تھے اور ٹھیڑے کا کام کرتے تھے۔ عین التمر میں ان کی دوکان تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عین التمر کے معرکہ میں اور عجمیوں کے ساتھ سیرین بھی گرفتار ہوئے اور کسی مجاہد کے حصہ میں پڑے۔ بعد میں وہ انس بن مالک کی غلامی میں تھے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ ان ہی کے حصہ میں پڑے ہوں گے۔ یا انہوں نے کسی مجاہد سے خریدا ہوگا۔ بہر حال وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی غلامی میں تھے۔ سیرین بڑے صنّاع تھے۔ کافی کماتے تھے۔ اس لیے انس نے بیس یا چالیس ہزار لے کر انہیں کچھ عرصہ کے بعد آزاد کر دیا۔ (۱)

ان کی بیوی صفیہ حضرت ابو بکر کی لونڈی تھیں۔ اور لونڈی تھیں جن کی ذات آزاد عورتوں کے لیے قابل رشک ہے۔ ان کے نکاح میں تین امہات المومنین نے ان کو سنوارا تھا اور اٹھارہ بدری صحابہ شریک نکاح تھے اور ان کے لیے دعائے خیر کی تھی۔ (۲)

پیدائش:

ان دونوں کی شخصیت سے مل کر محمد بن سیرین کی ذات وجود میں آئی۔ وہ ۳۳ھ میں تولد ہوئے (۳)

فضل و کمال:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ذات وہ تھی جن کے معمولی تربیت یافتہ علم و عمل کے وارث ہوئے۔ ابن سیرین نے انہی کے دامن علم میں تربیت پائی تھی۔ اور مدتوں ان کے ساتھ رہے تھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ اکابر صحابہ میں انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیادہ صحبت اٹھائی تھی اور ان کے اصحاب میں ان کا شمار تھا۔ (۴) تابعین میں وہ مدتوں سرتاج تابعین حضرت حسن بصری کی صحبت میں رہے۔ (۵)

ان بزرگوں کے فیض صحبت نے ابن سیرین کو پیکر علم و عمل بنا دیا۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: ”کان ثقة مامونا عالیا رفیحا اماما کثیر العلم ورعا“ (۶) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”کان فقیہا اماما عزیز العلم ثقة ثبتا علامة التفسیر راسا فی الورع“۔ (۷)

تفسیر:

انہیں جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ تفسیر حدیث فقہ اور تعبیر رویا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ (۸)

حدیث:

ابن سیرین حضرت انس کے تربیت یافتہ ابو ہریرہ کے شاگرد اور حسن بصری کے ہم جلیس تھے۔ جن میں سے ہر ایک حدیث کا رکن اعظم تھا۔ ان تینوں بزرگوں کے علاوہ انہوں نے اس فن شریف میں صحابہ میں زید بن ثابت، حذیفہ بن یمان، ابن عمر، ابن عباس، حسن بن علی، جندب بن عبد اللہ بجلی، رافع بن خدیج، سلیمان بن عامر، سمرہ بن جندب، عثمان بن ابی العاص، عمران بن حصین، کعب بن عجرہ، معاویہ، ابوداؤد، ابوسعید خدری،

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۲۱۵

۳۔ ایضاً

۲۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۰

۱۔ ابن خلکان، ج ۴، ص ۴۵۳

۸۔ تہذیب الاسماء، ج ۱، ص ۸۲

۷۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۶۷

۶۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۰

۵۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۵۱

ابوقنادہ انصاری، ابوبکرہ ثقفی، ام المومنین عائشہ صدیقہ، اور غیر صحابہ علماء میں عکرمہ، شریح، حمید بن عبد الرحمن حمیری، عبد اللہ بن شقیق، عبد الرحمن بن ابی بکرہ، قیس بن عباد، مسلم بن یسار، یونس بن جبیر، عمرو بن وہب، یحییٰ بن اسحاق حضرمی، خالد الخذاء وغیرہ ایک بڑی جماعت سے روایتیں کی ہیں۔ (۱) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو علم حدیث کا دریا بنادیا تھا۔ ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی، ابن حجر انہیں امام الحدیث لکھتے تھے۔

احتیاط:

اس وسعت علم کے باوجود وہ بڑے محتاط تھے۔ اور سماع اور روایت دونوں میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ معمولی درجہ کے اشخاص سے تحصیل علم اور اخذ حدیث خلاف احتیاط سمجھتے تھے چنانچہ فرماتے تھے کہ علم دین ہے۔ اس لیے ان کو حاصل کرنے سے پہلے اس شخص کو خوب اچھی طرح سے پرکھ لو جس سے اس کو حاصل کرنا ہے۔ (۲)

روایت میں اتنے محتاط تھے کہ احادیث کو بالفاظ ظہار روایت کرتے تھے۔ تنہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے۔ (۳) حدیث اس احتیاط سے بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز صاف کر رہے ہیں یا کسی چیز کا خوف ہے۔ (۴) انتہائی احتیاط کی بنا پر حدیثوں کو قلم بند کرنا پسند نہ تھا۔ فرماتے تھے کہ کتاب سے بچو تمہارے اگلے لوگ تمہارے اگلے لوگ کتابوں ہی سے سرگرداں اور گمراہ ہوئے۔ اگر میں کسی چیز کو کتاب بناتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کو بتاتا لیکن حدیثوں کو حفظ کرنے کے لیے اس شرط پر ان کا قلمبند کرنا جائز سمجھتے تھے کہ حفظ کرنے کے بعد وہ مٹادی جائیں۔ (۵) روایت اور کتابت حدیث کے سلسلہ میں ایک باریک نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی بات کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی باتیں مواخذہ کے لیے قلم بند کی جاتی ہیں تو وہ گفتگو کم کر دے۔ (۶) اس کا مقصد یہ ہے کہ جب معمولی باتوں میں باتیں کرنے والے مواخذہ کے خوف سے احتیاط کرنے لگتے ہیں تو حدیثوں کی کتابت میں تو بدرجہ اولیٰ احتیاط کرنی چاہئے کہ اس کی بھول چوک میں زیادہ مواخذہ ہے اور کتاب کی بھول چوک کو دوام حاصل ہو جاتا ہے۔

ان کی مرویات کا پایہ:

اس احتیاط کی بناء پر اباب فن کے نزدیک وہ بڑے صادق القول اور ان کی روایات نہایت معتبر مانی جاتی تھیں۔ ہشام بن ثابت کہتے تھے کہ میں نے انسانوں میں سب سے زیادہ سچا ابن سیرین کو پایا۔ (۷) بڑے بڑے ائمہ حدیث شائقین علم کو ان کا دامن پکڑنے کی ہدایت کرتے تھے، شعیب بن حجاب کا بیان ہے کہ شععی ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ ابن سیرین کا دامن پکڑو۔ (۸)

تلامذہ:

حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔ بعضوں کے نام یہ ہیں، امام شععی، ثابت، خالد الخذاء، داؤد بن ابی ہند، ابن عون، جریر بن حازم، ایوب، عاصم، الاحوال، قتادہ، سلیمان التیمی، مالک بن دینار، امام اوزاعی، قرہ بن خالد، ہشام بن حسان اور ابو ہلال رابسی وغیرہ۔ (۹)

فقہ:

فقہ میں بھی ان کا پایہ نہایت بلند تھا۔ وہ بالاتفاق اپنے عہد کے اکابر فقہاء میں تھے، ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی اور ابن حجر وغیرہ تمام

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۲۱۴۔ ۲۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۱۔ ۳۔ ایضاً۔ ۴۔ ایضاً۔ ۵۔ ایضاً ص ۱۴۔ ۶۔ ایضاً ص ۱۴۔

۷۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۴۳۔ ۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۸، ص ۶۸۔ ۹۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۲۱۴۔

ائمہ فقہ میں ان کی امامت کے معترف ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اب دیرین فقیہ فاضل اور متقن تھے۔ (۱)  
مہارت قضاء اور اس سے گریز:

فقہی کمال کی بناء پر انہیں قضا میں بڑی مہارت تھی۔ عثمان الہتبی کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں ابن سیرین سے زیادہ قضا کا عالم کوئی نہ تھا۔ (۲) ان کی مہارت قضا کی وجہ سے ان کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا گیا۔ یہ اس خوف سے شام بھاگ گئے پھر عرصہ کے بعد وہاں سے مدینہ واپس آئے (۳)  
فتاویٰ میں احتیاط:

مسائل اور فتاویٰ کے جواب میں اتنے محتاط تھے کہ جواب دیتے وقت شدت اختیار یا خوف سے گھبرا جاتے اور ان کی حالت بدل جاتی، اشعث کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابن سیرین کے پاس بیٹھتے تھے تو وہ باتیں بھی کرتے تھے، ہنستے بھی تھے۔ حالات بھی پوچھتے تھے لیکن جہاں ان سے فقہ کا کوئی مسئلہ یا حرام و حلال کے متعلق کچھ پوچھا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ ہنس بول رہے تھے۔ (۴) ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے ایک مسئلہ میں ابن سیرین کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ (۵)  
معاصر علماء کا اعتراف:

اس عہدے کے بڑے بڑے علماء اور ارباب کمال انہیں ان کے زمانہ کا ممتاز فاضل سمجھتے تھے۔ ابن عون کہتے تھے کہ ساری دنیا میں تین آدمیوں کا مثل نہیں مل سکتا۔ عراق میں ابن سیرین کا، حجاز میں قاسم بن محمد کا اور شام میں رجاء بن حیوۃ کا اور پھر ابن سیرین اب تینوں میں فائق تھے۔ (۶) ابن حبان لکھتے ہیں کہ محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع، فقیہ، فاضل، حافظ متقن اور معبر خواب تھے۔ (۷)  
زہد و ورع:

ان کی ذات جامع العلم و العمل تھی ان میں جس درجہ کا علم تھا اسی درجہ کا عمل بھی تھا وہ اپنے عہد کے بڑے عابد و متورع بزرگ تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں: کہ وہ کثیر العلم اور متورع تھے۔ (۸) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ اس المتورعین تھے۔ (۹) خطیب کا بیان ہے کہ وہ متورع فقہاء میں تھے۔ عجل کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو ورع میں ان سے بڑا فقیہ اور فقہ میں ان سے بڑا متورع نہیں دیکھا۔ (۱۰) فرماتے تھے کہ ورع نہایت آسان چیز ہے کسی نے پوچھا کہ وہ کیسے فرمایا جس چیز میں شک معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔ (۱۱)  
۶۔ ابو ہریرہ:

راجع: ۱

- ۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۲۱۶ ۲۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۳ ۳۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۹۴  
۴۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۳ ۵۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۲ ۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۲۱۶ ۷۔ ایضاً  
۸۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۰ ۹۔ تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۶ ۱۰۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۸۳ ۱۱۔ ابن سعد، ج ۷، ص ۱۲۲

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

☆ روایت کی فنی حیثیت:

اس روایت کی سند پر امام نسائی کا اعتراض یہ ہے کہ اصل سند اشعث عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ کی بجائے، اشعث عن الحسن عن ابی ہریرہ ہے۔ امام نسائی کا اس سند کی تصنیف سے مقصود یہ ہے کہ علامہ ابن سیرین کا حضرت ابو ہریرہ سے براہ راست سماع ثابت نہیں ہے۔ جبکہ خود امام نسائی نے جو سند ذکر کی ہے، اس پر بھی نسائی نے یہی اعتراض (حدیث نمبر ۳۳۶۱) کیا ہے کہ حضرت حسن بصری کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت نہیں ہے جبکہ دوسرے ائمہ رجال کے نزدیک ان کا سماع ثابت ہے۔

۱۔ امام مسلم کی شرط کے مطابق سماع ثابت ہے:

امام مسلم کے نزدیک اتصال سند کے لیے راوی اور مروی عنہ کے لیے معاشرت کا ایک ہونا ضروری ہے، معاشرت ایک ہونے کی صورت میں امکان سماع موجود ہے، اور اتصال کے لیے یہ کافی ہے۔  
علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

وذلك ان مسلمات ان الاسناد المعنن له حكم اتصال اذا تعاصر العنعن و من عنعن عنه، وان لم يثبت اجتماعها الا ان كان العنعن مدلسا (۱)  
ترجمہ:

امام مسلم کے نزدیک اتصال سند کی شرط یہ ہے کہ معنن اور معنن عنہ کی معاشرت ایک ہو اگرچہ دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو۔ اگرچہ ملاقات کا ثبوت نہ ہو، بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو۔  
علامہ ابن سیرین کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت ہے:

علامہ ابن سیرین کی پیدائش ۳۳ھ اور وفات ۱۱۰ھ ہے (۲) حضرت ابو ہریرہ کی وفات ۵۹ھ ہے۔ (۳) اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی وفات کے وقت علامہ محمد بن سیرین کی عمر تقریباً چھبیس سال تھی، دونوں کی معاشرت ایک ہے امکان سماع موجود ہے، امام مسلم کی شرط کے مطابق سماع ثابت ہے، اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک سماع ثابت ہے:

علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں علامہ محمد بن سیرین کا حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت ہے۔ (۴)

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۶

۱۔ فتح الباری (مقدمہ) ج ۱، ص ۹

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۲۸۵

۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۶، ص ۳۱۳

۳۔ علامہ ابن مدنی کے نزدیک سماع ثابت ہے:

علامہ ابن مدنی فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ کے قابل تعریف شاگرد چھ ہیں: حضرت ابن مسیب، حضرت ابوسلمہ، حضرت اعرج، حضرت ابوصالح، حضرت ابن سیرین اور حضرت طاؤس۔ (۱)

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن سیرین کے شیوخ میں حضرت ابو ہریرہ کا ذکر کیا ہے، اور ساتھ ہی سماع پر مزید دلائل بھی قائم کیے ہیں۔ (۲)

لہذا ان تصریحات سے واضح ہوا کہ علامہ ابن سیرین کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت ہے، اور امام مسلم کی شرط کے مطابق معاشرت ایک ہے اور سماع کا امکان موجود ہے، اس لیے سماع ثابت ہے۔

۵۔ شیخ محمد بن علی اتیوبی لولوی نجدی کے نزدیک سماع ثابت ہے:

علامہ محمد بن علی اتیوبی لولوی نجدی لکھتے ہیں:

فان عیسیٰ امام ثقہ فمغالته لغيره لا تحمل علی لخطا بل یحمل علی ان اشعت رواہ عن الحسن وابن سیرین والحاصل ان لا ولی تصحیح هذا السند لما ذکر۔

حضرت عیسیٰ بن یونس ثقہ، راوی ہیں، ان کی مخالفت کرتے ہوئے اس سند کو خطا پر محمول کرنا درست نہیں، بلکہ اس پر محمول کرنا چاہیے کہ حضرت اشعث نے یہ حدیث مبارکہ حضرت حسن بصری اور علامہ ابن سیرین دونوں سے سماع کی ہو۔ بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

۶۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ انا سویں (۷۹) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی جوز جانی، دوسرے مصری، تیسرے کوفی، چوتھے پانچویں بصری اور آخری مدنی ہیں۔

☆ یہ سند پانچ علاقوں کے راویوں کے درمیان ہے۔

☆ سند میں تین راوی (عیسیٰ، ابن سیرین، ابو ہریرہ) ایسے ہیں جن سے آئمہ صحاح ستہ براہ راست روایت کرتے ہیں۔

☆ علامہ ابن سیرین تعبیر الروایا کے امام ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ، صیغہ تجدیث دو دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۷۔ لغات:

قعد جوہ ایک مرد بیٹھا

## ۸۔ مسائل ونصائح:

چار شاخوں کا معنی:

☆ اس حدیث میں چار شاخوں کا لفظ ہے اس سے مراد دو ہاتھ اور دو پیر ہیں، یا دو رانیں اور دو پیر ہیں، یا دو ٹانگیں اور دو ہونٹ ہیں اور اقرب یہ ہے کہ اس سے دو ہاتھ اور دو پیر مراد ہیں۔

نفس دخول بلا انزال سے آیا صرف وضوء واجب ہوتا ہے یا غسل؟

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ غسل کا واجب ہونا نزول منی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ جب مرد کے آلہ کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو ان دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ ان دونوں کو انزال نہ ہو، اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، صحابہ کے ابتدائی دور میں اس میں اختلاف تھا کیونکہ ایک جماعت کا یہ مذہب تھا کہ جس نے عورت کے ساتھ جماع کیا اور اس کو انزال نہیں ہوا، اس پر وضوء نہیں ہے۔ (۱)

☆ شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی لکھتے ہیں:

جن صحابہ کا یہ موقف تھا کہ اگر انزال نہ ہو تو جماع سے غسل واجب نہیں ہوتا، وہ حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن مسعود، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابویوب انصاری، حضرت ابن عباس، حضرت النعمان بن بشیر اور حضرت زید بن ثابت اور جمہور انصاری ہیں رضی اللہ عنہم، اور فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح، ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، ہشام بن عروہ اور الاعمش ہیں اور بعض اہل الظاہر (غیر مقلدین) ہیں۔ (۲)

☆ وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نفس دخول بلا انزال سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل:

جن آثار سے ان صحابہ اور فقہاء تابعین نے استدلال کیا، وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایک مرد جماع کرتا ہے اور اس کو انزال نہیں ہوتا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ اس طرح وضوء کرے، جس طرح نماز کا وضوء کرتا ہے اور اپنے آلہ کو دھو لے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے یہ سوال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے بھی یہی حکم دیا، یحییٰ نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (۳)

☆ حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (عورت کو) تھکانے میں صرف وضوء ہے۔ (۴)

☆ حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مرد کے متعلق دریافت کیا، جو جماع کرتا ہے، پھر عورت کو تھکا دیتا

۱۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۳۶۶

۲۔ محلی بالآثار، ج ۱، ص ۲۴۹

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۹۰

۴۔ البخاری، ۲۹۲، مسلم: ۳۴۷

ہے، آپ نے فرمایا: اس پر جو چیز لگی ہے، اس کو دھو لے اور اس طرح وضو کرے، جس طرح نماز کا وضو کرتے ہیں۔ (۱)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک مرد کے پاس سے گزرے، آپ نے اس کو بلایا، وہ آپ کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ نے فرمایا: شاید ہم نے تم کو جلدی بلالیا، اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جب تمہیں جلدی بلالیا جائے یا تمہیں انزال نہ ہوا ہو تو تمہارے اوپر (صرف) وضو لازم ہے۔ (۲)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی پانی کے سبب سے ہے یعنی غسل انزال منی کے سبب سے ہے۔ (۳)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک مرد کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا، اس نے آنے میں دیر کر دی، آپ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ اس نے کہا: میں اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر رہا تھا، جب آپ کا پیغام بر آیا تو میں نے صرف غسل کیا اور کوئی کام نہیں کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانی صرف پانی کے سبب سے ہے (غسل صرف اس پر واجب ہے، جس کو انزال ہوا ہو)۔ (۴)

جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نفس دخول سے غسل واجب ہوتا ہے خواہ انزال نہ ہو۔

دوسرے صحابہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا، انہوں نے کہا: اس صورت میں غسل ہے، خواہ اس کو انزال نہ ہوا ہو۔ (۵)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جو جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو میں نے کہا: میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کیا، پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔ (۶)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو ختنوں کی جگہیں مل جائیں تو غسل کرو۔ (۷)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا، جو اپنی بیوی سے جماع کرے، پھر اس کو تھکا دے، آیا اس پر غسل ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت بیٹھی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اور یہ اس طرح کرتے ہیں، پھر ہم غسل کرتے ہیں۔ (۸)

۱۔ البخاری: ۲۹۲، مسلم: ۳۴۷، موطاً امام مالک: ۷۴-۷۳، مسند احمد، ج ۵، ص ۱۱۲

۲۔ صحیح البخاری: ۱۸۰، صحیح مسلم: ۳۴۵، سنن ابن ماجہ: ۶۰۶، مسند احمد، ج ۳، ص ۲۳-۲۱، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۸۹، شرح معانی الآثار: ۳۰۰

۳۔ صحیح مسلم: ۳۳۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰، سنن نسائی: ۱۹۹، سنن ابن ماجہ: ۶۰۷، مسند احمد، ج ۵، ص ۴۲۱-۴۲۶

۴۔ شرح معانی الآثار: ۳۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۱۵، سنن ترمذی: ۱۱۰، سنن نسائی: ۱۹۹، سنن ابن ماجہ: ۶۰۷

۵۔ شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۶۹

۶۔ سنن ترمذی: ۱۰۸، سنن ابن ماجہ: ۶۰۸، مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۲-۱۱۰-۶۸-۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۸۵، سنن بیہقی، ج ۱، ص ۱۶۴

۷۔ صحیح البخاری: ۲۹۱، صحیح مسلم: ۳۳۸، سنن ابوداؤد: ۲۱۶، سنن نسائی: ۱۹۱، موطاً امام مالک: ۷۵-۷۳-۷۲-۷۱، مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۵-۱۲۳

۸۔ صحیح مسلم: ۳۵۰

۱۱۲-۹۷-۴۷، شرح معانی الآثار: ۳۰۶



جن احادیث میں مذکور ہے کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے، وہ احتلام اور خواب مجہول ہیں:

☆ امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو، اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے، اور جن احادیث میں ہے کہ پانی پانی سے واجب ہوتا ہے، وہ احتلام پر مجہول ہیں یعنی وہ خواب میں دیکھے کہ وہ جماع کر رہا ہے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جب تک اس کو انزال نہ ہو، اس پر غسل واجب نہیں ہے، ان کے خلاف یہ احادیث ہیں: (۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے، پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے، پھر ختنہ کی جگہ کو ختنہ کی جگہ کے ساتھ چپکا دے تو تحقیق یہ ہے کہ غسل واجب ہو گیا۔ (۳)

غسل انزال سے واجب ہوتا ہے، یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، اب منسوخ ہو چکا ہے..... اب دخول بلا انزال سے بھی غسل واجب ہوتا ہے:

☆ امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ احادیث پہلی احادیث کے خلاف ہیں، اب یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون سی احادیث دوسری احادیث کے لئے ناخ ہیں، سو درج ذیل احادیث میں اس کی وضاحت ہے:

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم کہ پانی، پانی کے سبب سے ہے، (غسل ہندول منی کے سبب سے ہے) ابتداء اسلام میں تھا، جب اسلام مستحکم ہو گیا تو اس سے منع کر دیا گیا۔ (۴)

محمود بن لبید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے، پھر اس کو تھکا دیتا ہے اور انزال نہیں ہوتا؟ حضرت زید نے کہا: وہ غسل کرے گا۔ (۵)

☆ حضرت سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہتے تھے: جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے مس کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۶)

حبیب بن شہاب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سوال کیا کہ غسل کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آلہ کا سر غائب ہو جائے۔ (۷)

۱۔ شرح معانی لا آثار، ج ۱، ص ۷۱۔ ۲۔ صحیح بخاری: ۲۹۱، صحیح مسلم: ۳۲۸، شرح معانی لا آثار: ۳۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۱۶، سنن نسائی: ۳۹۱، سنن ابن ماجہ:

۶۱۰، مسند احمد، ج ۲، ص ۵۲۰۔ ۳۹۲۔ ۳۲۷۔ ۲۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۸۶۔ ۸۵، شرح السنۃ: ۲۲۲

۳۔ شرح معانی لا آثار: ۳۱۴، صحیح بخاری: ۲۹۱، صحیح مسلم: ۳۲۸، سنن نسائی: ۳۹۱، سنن ابن ماجہ: ۶۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۱

۴۔ شرح معانی لا آثار: ۳۱۶، سنن ابوداؤد: ۳۱۵۔ ۳۱۴، سنن ترمذی: ۱۱۱۔ ۱۱۰، ۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۸۸

۶۔ صحیح بخاری: ۲۹۱، صحیح مسلم: ۳۲۸، سنن نسائی: ۳۹۱، سنن ابن ماجہ: ۶۱۰، شرح معانی لا آثار: ۳۲۱

۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۷۶



یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلا حکم کہ جب جماع بغیر انزال کے ہو تو اس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے، غسل واجب نہیں ہوتا، منسوخ ہو چکا ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبید بن رفاعہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ ذکر کر رہے تھے کہ انزال سے غسل واجب ہوتا ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وہ اپنی شرم گاہ کو دھوئے اور صرف نماز کا وضو کر لے، پھر مجلس میں سے ایک شخص اٹھ کر گیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم خود جاؤ اور حضرت زید کو لے کر آؤ تاکہ تم ان پر گواہ ہو، وہ شخص زید کو لے کر آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے کہا: تم اپنی جان کے دشمن ہو اور لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہو، حضرت زید نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی طرف سے یہ فتویٰ نہیں دیا، لیکن میں نے اپنے دو چچاؤں سے یہ سنا ہے، حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان اصحاب سے کہا: اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں، پس ان میں اختلاف ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے بندو! تم بہترین لوگ ہو، اہل بدر ہو، میں تمہارے بعد اور کس سے پوچھوں گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی طرف پیغام بھیجے، پھر جو حکم بھی ہو گا وہ ظاہر ہو جائے گا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: جب ایک ختنہ کی جگہ دوسرے ختنہ کی جگہ سے تجاوز کرے گی تو غسل واجب ہو جائے گا۔ (۱) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اگر مجھے علم ہوا کہ کسی نے یہ کام کیا ہے، پھر غسل نہیں کیا تو میں اس کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ (۲)

☆ امام ابو جعفر احمد بن الطحاوی الحنفی لکھتے ہیں:

ہم نے ان آثار کو جو روایت کیا ہے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو شرم گاہوں کے ملنے اور دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال نہ ہو اور صرف وضو کرنے کا حکم ان احادیث اور آثار سے منسوخ ہو گیا۔

قیاس سے اس کا ثبوت کہ نفس دخول غسل کا موجب ہے خواہ انزال نہ ہو:

اور طریق نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرج میں جماع کرنا حدث ہے خواہ انزال نہ ہو، اب ایک قوم یہ کہتی ہے کہ یہ غلط حدث ہے اور غلط طہارت کو واجب کرتا ہے، جو غسل ہے اور دوسری قوم یہ کہتی ہے: یہ اخف حدث ہے اور یہ اخف طہارت کو واجب کرتا ہے، جو وضو ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دو شرم گاہوں کا ملنا اور دخول غلط اشیاء ہے، حتیٰ کہ ایک آدمی روزے میں یا حج میں دخول کرے، خواہ انزال نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر روزے اور حج کی قضا لازم ہوگی اور حج کی قضا کرنی لازم ہوگی اور روزے میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور اگر اس کو انزال ہو جائے، تب بھی قضا اور کفارہ ہی لازم ہوگا اور اس سے کچھ زیادہ لازم نہیں ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ انزال سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اس لئے صرف شرم گاہوں کا ملنا اور نفس دخول ہی غلط حدث ہے، اس لئے اس سے غلط طہارت واجب ہوگی اور وہ غسل ہے۔

۱۔ جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۳۱، المسند، ج ۶، ص ۴۷، صحیح مسلم: ۳۳۹

۲۔ شرح معانی الآثار: ۳۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۸۷

نظر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی اجنبی عورت کی شرم گاہ میں اپنی شرم گاہ کو داخل کر دے اور انزال سے پہلے اپنے آلہ کو نکال لے تو اس پر حد واجب ہوگی اور اگر اس کو انزال ہو جائے، پھر بھی حد واجب ہوگی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اغلظ حدث صرف نفس دخول ہے، خواہ انزال نہ ہو، اس لئے اغلظ طہارت واجب ہوگی، جو غسل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور عام فقہاء کا قول ہے۔ (۱)

دو شرم گاہوں کے ملنے سے خواہ انزال نہ ہو، وجوب غسل کے حکم میں امام مالک، امام احمد اور شافعی کی تصریح:

☆ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی لکھتے ہیں:

فقہاء کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب دو شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال نہ ہو، جیسا کہ صحیح البخاری: ۲۹۱ میں، اس کی تصریح ہے اور داؤد ظاہری کے سوا فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔ (۲)

☆ علامہ احمد بن محمد قدامہ حنبلی اور علامہ عبدالرحمان بن محمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب آلہ کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے غسل بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے، اس میں صرف داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے، اس نے کہا: اس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے۔ (۳)

☆ علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

داؤد بن علی ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے کہا ہے کہ اگر دو شرم گاہیں مل جائیں اور انزال نہ ہو تو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۴)

☆ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو، بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ کی زیر بحث حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں ہے: ”غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے“ یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کئے بغیر مباشرت کرے، تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

☆ اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عہد ہو یا نسیان اور اختیار ہو یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے، الا یہ کہ مفعول بہ غیر مکلف ہو، اگر سمجھ دار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہئے۔ (۵)

۱۔ شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۷۹۔ ۷۷ ۲۔ شرح ابن بطل، ج ۱، ص ۴۰۹ ۳۔ المغنی، ج ۱، ص ۲۶۶

۴۔ صحیح البخاری: ۲۹۱۔ الحاوی الکبیر، ج ۱، ص ۲۵۶۔ ۲۵۵۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۷۷۶۔ ۷۸۰

۵۔ شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۵۶۔ شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹

☆ ڈاکٹر وحید زہیلی لکھتے ہیں:

دوختوں والی جگہوں کا ملنا..... خواہ بغیر انزال کے ہی، یا عضو تناسل کے حشفہ یا اس کے بقدر عضو کے حصے کا اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کا حشفہ کٹا ہوا ہو، ایسی شرمگاہ میں داخل ہونا جو جماع کے قابل ہو خواہ اگلی شرمگاہ ہو یا پچھلی مرد کی ہو یا عورت کی خوشی سے ہو یا جبری سوتے وقت ہو یا جاگتے وقت ہو۔ اور شوائف اور حنابلہ کے ہاں خواہ غیر بالغ شخص کی شرمگاہ ہو لہذا اس میں تکلیف (مکلف ہونا) شرط نہیں لہذا بچے اور پاگل کے عضو تناسل داخل ہونے سے یہ دونوں جنبی ہو جائیں گے اور شوائف کے نزدیک ان پر غسل ان کے کامل ہونے پر اور وہ بچہ جو تمیز کر سکتا ہو اس کا غسل کرنا درست ہے اور اس کو اس کا حکم دیا جائے گا جیسے وضو کا حکم دیا جاتا ہے، حنابلہ دس سال کے بچے اور دس سال کی بچی پر غسل اور وضو دونوں واجب کرتے ہیں۔ اگر یہ دونوں وطی کریں اور ایسی چیز کا ارادہ کریں جو غسل پر موقوف ہو جیسی تلاوت قراءت یا ایسی چیز کا ارادہ کریں جس کے لئے وضو لازم ہو جیسے نماز اور طواف۔

☆ مالکیہ اور احناف یہ شرط قرار دیتے ہیں کہ وطی کا عمل مکلف، بالغ، عاقل نے کیا ہو لہذا غیر مکلف شخص پر غسل واجب نہیں ہوگا اور مالکیہ کے ہاں معتد قول کے مطابق قریب البلوغ اور چھوٹی لڑکی جس کے ساتھ بالغ شخص نے ہم بستری کی ہو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے احناف فرماتے ہیں کہ قریب البلوغ شخص کو غسل کر لینے تک نماز سے روکا جائے گا اور دس سالہ بچے کو تا دیا اس کا حکم دیا جائے گا۔

☆ ہم بستری میں انزال بالاتفاق شرط نہیں ہے، کیونکہ وہ حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں بلاشبہ نہانا جب واجب ہے جب پانی (منی) نکلے بالا جماع منسوخ ہے، تاہم احناف نے مردہ جانور اور بہت چھوٹی بچی سے ہم بستری کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اگر بچی کی بکارت زائل نہ ہوئی ایسی صورت میں انزال ہونے سے غسل واجب ہوگا اور اگر نہ انزال ہو اور نہ چھوٹی بچی کی بکارت وطی کرنے سے ختم ہو تو اس صورت میں نہ غسل واجب ہوگا نہ وضو صرف عضو تناسل کو دھولینا لازم ہے۔ کیونکہ ایسی وطی سلیم الطبع لوگ نہیں کرتے ہیں۔ (۱) اس کے ہاں مقصود نہیں ہوتی ہے۔

☆ مالکیہ اور شوافع کے ہاں وطی خواہ کسی حائل کے ساتھ ہو یا بغیر حائل کے وہ غسل واجب کرتی ہے، تاہم مالکیہ یہ فرماتے ہیں کہ غسل اس صورت میں واجب ہوگا کہ جب وہ اپنے عضو تناسل پر پتلا کپڑا لپیٹے اور اگر مونا کپڑا لپیٹے تو واجب نہیں ہوگا شوافع فرماتے ہیں غسل بہر حال واجب ہے خواہ عضو تناسل پر باریک کپڑا لپیٹا ہو یا مونا کپڑا ہو حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ کسی حائل کے ساتھ داخل کرنے کی صورت میں انزال نہ ہونے پر غسل واجب نہیں جیسے کوئی شخص اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ لے یا اس پر تھیلی چڑھا لے حنابلہ اور شوافع یہ شرط لگاتے ہیں کہ عضو کو اصلی شرمگاہ میں داخل کیا جائے لہذا غیر اصلی فرج میں بغیر انزال کے صرف داخل کر لینے سے غسل واجب نہیں ہوگا جیسے کوئی شخص بیجورے کی اگلی شرمگاہ میں عضو داخل کر دے کیونکہ اس صورت میں اصل فرج (شرمگاہ) کا ہونا یقینی نہیں اسی طرح اگر بیجورہ اپنی عضو تناسل نما شرمگاہ بلا انزال کسی کی اگلی یا پچھلی شرمگاہ میں داخل کر دے تو بھی بلا انزال غسل لازم نہیں ہوگا کیونکہ یہاں اصلی حشفہ کا غائب ہونا یقینی نہیں (یعنی بیجورے کے عضو تناسل کا ہونا یقینی نہیں ہے) مالکیہ وغیرہ نے یہ شرط رکھی ہے کہ یہ دخول ایسی شرمگاہ میں ہو کہ جو طاقت رکھتی ہو لہذا بلا انزال تھوڑا سا حشفہ اندر کرنے یا پورا اندر کرنے سے لیکن وہ اندر بھی ایسی شرمگاہ کے ہو جو اس کی طاقت نہ رکھے یا شرمگاہ سے نیچے نیچے کہیں ڈال دینا جیسے ران میں یا پیٹ سے رگڑنا یا شرمگاہ کے اوپر کے دونوں کناروں میں ڈالنا یا شرمگاہ کے گڑھے میں ڈالنا یا دونوں شرمگاہوں یا بغیر داخل کئے ملنا اور عورت کا دوسری عورت سے چپٹی کرنا وغیرہ ان سب امور میں بلا انزال محض عضو کے ڈالنے سے غسل لازم نہیں ہوگا۔

☆ اتقاء ختانین (دوختے کی جگہوں کے ملنے) سے غسل کے لازم ہونے کی دلیل خدا کا یہ فرمان ہے وان کتن جنبافا طهروا اور بہت سی احادیث بھی ہیں جن میں ایک حدیث یہ ہے جب دوختے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہوگا خواہ انزال نہ بھی ہو۔ (۲) اور حدیث جب مرد اس کے

۱۔ حاشیہ ابن عابدین، ج ۱، ص ۱۵۴

۲۔ بروایت امام مسلم اور ابن ماجہ از حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما یہ حدیث صحیح ہے

چار گوشوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر اس کو بھیج لے تو اس وقت اس پر غسل واجب ہے۔ (۱) اور امام مسلم اور امام احمد نے وان لم یزَل کے الفاظ نقل کئے ہیں (یعنی خواہ اس کو انزال نہ ہو) اور یہ حدیث بھی دلیل ہے جب وہ شخص عورت کے چار گوشوں کے درمیان بیٹھ جائے پھر ختنے کی جگہ ختنے کی جگہ سے مل جائے تو غسل لازم ہو جائے گا۔ (۲) ترمذی کے الفاظ ہیں: ختنے کی جگہ دوسرے ختنے کی جگہ سے تجاوز کر لے تو غسل لازم ہو جائے گا۔ اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث بے شک یہ فتویٰ جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ غسل منی نکلنے پر واجب ہے ایک رخصت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے اسلام میں دی تھی، پھر آپ نے اس کے بعد ہمیں غسل کرنے کا حکم دینا شروع کر دیا۔ اور ترمذی کی نقل کردہ حدیث جس کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے کہ الفاظ یہ ہیں کہ غسل کے منی کے نکلنے ہی پر واجب ہونے کا حکم ابتداء اسلام میں رخصت تھا پھر اس سے منع کر دیا گیا۔ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج کی روایت جو امام احمد نے نقل کی ہے کہ الماء من الماء (غسل کا حکم پانی (منی نکلنے پر ہے) منسوخ ہے، اور یہ حدیث انصار کے اس گروہ کے خلاف دلیل بھی ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ بغیر انزال داخل کرنا اور نکالنا موجب غسل نہیں کیونکہ یہ تمام احادیث التقاء ختائین کے سبب غسل واجب قرار دینے میں صریح ہیں خواہ اس شخص کو انزال ہو یا نہ ہو۔ اور صحابہ کا اس پر اجماع بھی ہے۔ التقاء ختائین سے مراد دونوں شرمگاہوں کا آمنے سامنے ہونا یا صرف ملنا نہیں بلکہ مراد ہے ایک ختنے کی جگہ کا دوسرے ختنے کی جگہ سے تجاوز کر دینا تو گویا یہ مجاز ہے اور اس سے مراد عضو کا داخل کرنا یا حشفہ کا شرمگاہ میں داخل کرنا۔ کیونکہ ختانا (دو ختنے والی جگہوں) سے مراد ختنے میں جہاں سے کھال کاٹی جاتی ہے وہ جگہ ہے، اور عورت کی ختان (ختنے کی جگہ) پیشاب کے راستے سے اوپر ہوتی ہے، اور پیشاب کی جگہ عضو تناسل داخل کرنے کی جگہ سے اوپر ہوتی ہے (یعنی ختنے کی جگہ ملنے سے مراد کنالیہ، عضو تناسل کا عورت کی اندام نہانی میں داخل کرنا ہے اصلی ختنے کی جگہ مراد نہیں ہے) حنابلہ وغیرہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مردہ عورت سے وطی کئے جانے کی صورت میں اس کو دوبارہ غسل دینا لازم ہوگا۔ (۳)

## ۸۔ خلاصہ:

- ☆ مذکورہ دو احادیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ مرد و عورت کے باہم ختنوں والی جگہ کے ملاپ سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔
- ☆ جبکہ امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔
- ☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، علامہ ابن مدینی رحمہ اللہ اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک علامہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔
- ☆ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک اتصال سند کے لئے معاشرت اور امکان سماع کافی ہے، اس شرط کے مطابق علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔
- ☆ التقاء ختائین سے مراد ہے، جب مرد کے آلہ تناسل کا حشفہ عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے۔
- ☆ نفس دخول بلا انزال بھی ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔
- ☆ جن احادیث میں انزال سے غسل واجب ہونے کا ذکر ہے، وہ منسوخ ہیں، یا ان سے خواب میں احتلام مراد ہے۔
- ☆ علماء احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔
- ☆ مرد کے آلہ تناسل کا حشفہ عورت کی فرج یا دبر، مرد کی دبر یا کسی جانور کی شرمگاہ میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جائے گا، خواہ وہ

۱۔ متفق علیہ بروایت حضرت ابو ہریرہ، نیل الاوطار، ج ۱، ص ۲۱۹، اور چار گوشوں سے مراد یا تو دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں یا دونوں رانیں ہیں بعض نے اور

۲۔ نیل الاوطار، ج ۱، ص ۲۲۱

۳۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۳۵۱-۳۵۲

بھی کچھ تفصیل بیان کی ہے۔

زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، عہد ہو یا نسیاناً، اختیاراً ہو یا جبراً۔ ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہو جائے گا۔

☆ غسل واجب ہونے کے لئے شوائع اور حنابلہ کے ہاں مکلف ہونا شرط نہیں ہے، البتہ احناف اور مالکیہ کے ہاں مکلف ہونا شرط ہے۔

☆ مکلف سے مراد ہے وہ عاقل، بالغ ہو، البتہ مالکیہ کے ہاں قریب البلوغ ہونے سے بھی غسل واجب ہوگا۔

☆ فقہاء احناف اور حنابلہ کے ہاں کسی حائل چیز سے دخول بغیر انزال کے غسل واجب نہ ہوگا، جبکہ شوائع اور مالکیہ کے ہاں وطی دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک حائل موٹا کپڑا ہونے کی صورت میں غسل واجب نہ ہوگا۔

## باب ۱۳۰: الْغُسْلُ مِنَ الْمَنِيِّ منی نکلنے سے غسل کرنا

منی وہ گاڑھالیس دار مادہ جو شدت شہوت کے وقت اچھل کر نکلتا ہے، مرد کا مادہ منی گاڑھا اور سفید جبکہ عورت کا پتلا اور پیلا ہوتا ہے، بچہ کی پیدائش اسی سے ہوتی ہے، اس کے نکلنے کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری ہوتی ہے۔ اس باب میں یہی بیان ہوا ہے کہ منی اگر اچھل کر نکلے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اس بات میں امام نسائی نے دو احادیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے۔ پچھلے باب میں جماع کی صورت میں غسل کے وجوب کا بیان تھا۔

۱۹۳۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ - قَالَ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الرَّكِيِّ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ وَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی، آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: جب تم مذی دیکھو تو آلہ تناسل کو دھولو اور نماز جیسا وضو کرو، جب پانی اچھل کر نکلے، تو غسل کرو۔

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے:

جب پانی اچھل کر نکلے، تو غسل کرو۔

۲۔ اطراف: بخاری: ۱۳۲، مسلم: ۳۰۳، ابوداؤد: ۲۰۶، ترمذی: ۱۱۴، ابن ماجہ: ۵۰۴، احمد: ۶۱۸، السنن الکبریٰ: ۱۹۹، ابن حبان: ۱۱۰۱، ۱۱۰۶

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع: ۱۔ ۲۔ علی بن حجر: راجع: ۱۳۔ ۳۔ عبیدہ بن حمید: ایضاً

۴۔ الرکین بن الربیع:

آپ کا نام ابوالربیع الرکین بن الربیع بن عملیہ فزاری کوفی (م: ۱۳۱ھ) ہے، آپ رواد کے چوتھے طبقے سے ثقہ صالح راوی ہیں، آپ کی ثقافت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، البتہ امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے۔ (۱)

۵۔ حصین بن قبیصہ: آپ کا نام حصین بن قبیصہ فزاری کوئی ہے، آپ روایت کے دوسرے طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، امام ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ علی: راجع: ۹۱

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیاتِ سند: یہ روایت خماسیاتِ امام نسائی میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ باسٹھویں (۶۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت عبیدہ بن حمید صدوق ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بغلانی، دوسرے مروزی، باقی سارے کوئی ہیں۔

☆ سند میں 'وَلِلْفِظِ لِقْتِيْهِ' سے اس قاعدہ کی رعایت کرنا ہے۔ کہ جب دو شیوخ سے یہ حدیث سماعت کی، تو الفاظ کس کے ہیں، اس میں وضاحت کر دی کہ حدیث کہ الفاظ حضرت قتیبہ بن سعید بغلانی کے ہیں۔

☆ امام نسائی نے یہ حدیث مبارکہ دو شیوخ حضرت قتیبہ اور حضرت علی بن حجر سے روایت کی ہے۔

☆ سند دو تابعین کرام (رکین، حصین) ہیں۔

☆ سند کے آخری صحابی راوی خلیفہ راشد چہارم، داماد رسول حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایتِ خبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات

کنت رجلاً مذاء: مجھے مذی بہت آتی تھی۔ رایت بتو دیکھے۔ تو محسوس کرے۔ اغسل بتو دھو

ذکرک: اپنی شرمگاہ، اپنا آلہ تناسل تو وضاً بتو وضو کر فضیخت بتو اچھالے، تو کو دکر نکالے

الماء بپانی، مراد ہے منی اغتسل بتو غسل کر

۱۹۴۔ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ زَائِدَةَ ح وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لَهُ - أَنْبَأَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ الرَّكْمِيِّ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ عَمِيلَةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَتَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَإِذَا رَأَيْتَ فَضَخَ الْمَاءِ فَاغْتَسِلْ"

حضرت علی المرتضیٰ بیان فرماتے ہیں: مجھے مذی بہت زیادہ آتی تھی، میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا: جب تم مذی دیکھو تو وضو کرو اور آلہ تناسل کو دھولو، جب تم پانی اچھل کر نکلتا دیکھو تو غسل کرو۔

۱۔ مطابقت:

راجع: ۱۹۳

۲۔ اطراف:

ایضاً

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں آٹھ راوی ہیں، جن میں سے سات کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت ابوالولید ہشام بن عبد الملک کے حالات لکھے

جاتے ہیں:

۱۔ عبید اللہ بن سعید: راجع: ۱۵ ۲۔ عبد الرحمان: راجع: ۴۹ ۳۔ زائدہ: راجع: ۹۱ ۴۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲

۵۔ ابوالولید: آپ کا نام ابوالولید ہشام بن عبد الملک باہلی طیالسی بصری (۱۳۳ھ - ۲۲۷ھ) ہے، آپ رداۃ کے نویں طبقہ سے ثقہ،

ثابت، امام، صحیح، متقن راوی ہیں، آپ نے چورانوے (۹۴) سال کی طویل عمر پائی، آپ کی ثقافت، عدالت، اتقان پر آئمہ جرح و تعدیل متفق

ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک سو سات (۱۰۷) احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ (۱)

۶۔ الرکین بن الربیع: راجع: ۱۹۳ ۷۔ حصین بن قبیصہ: ایضاً ۸۔ علی: راجع: ۹۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ اسی ویں (۸۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس باب میں یہ دوسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں حضرت زائدہ پر تحویل ہے، جو کہ سند کی مضبوطی پر دلیل ہے، البتہ بعض تحویل کو سند کی کمزوری قرار دیتے ہیں۔

☆ سند میں اخیرنا اسحاق بن ابراہیم کے بعد: واللفظ لہ۔ سے مراد ہے کہ حضرت امام نسائی نے یہ حدیث مبارکہ دو شیوخ حضرت عبید اللہ بن

سعید اور حضرت اسحاق بن ابراہیم سے سماعت کی ہے، اور حدیث کے الفاظ حضرت اسحاق بن ابراہیم سے سماعت کی ہے، اور حدیث کے الفاظ

حضرت اسحاق بن ابراہیم کے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، جید ثناء و دفعہ، انبانا ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۴۵۔ تاریخ الثقات، ص ۴۵۸



۶۔ لغات:

راجع: ۱۹۳

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۱۵۷

۸۔ خلاصہ:

ان دو احادیث مبارکہ سے امام نسائی کا استدلال یہ ہے، کہ اچھل کر منی نکلنے کی صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔

☆ ان مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں مذی اور منی کے بارے میں احکام بیان ہوئے ہیں، مذی سے وضو لازم آتا ہے، اور منی سے غسل واجب ہوتا ہے، یہ دونوں اصطلاحات بھی ہیں۔

☆ مذی اور منی کے علاوہ تیسری اصطلاح ودی ہے، ان تینوں کی تعریفات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مذی کی تعریف:

وہ لیس دار مادہ جو شہوت کے وقت بغیر شہوت کے شرمگاہ سے نکلتا ہے۔

۲۔ منی کی تعریف:

وہ گاڑھا مادہ جو شدت شہوت کے وقت شرمگاہ سے اچھل کر نکلتا ہے۔

۳۔ ودی کی تعریف:

وہ تر مادہ جو پیشاب کے بعد شرمگاہ سے نکلتا ہے۔

☆ مذی اور ودی سے وضو واجب ہوتا ہے، اور منی سے غسل واجب ہوتا ہے۔

☆ مذی، ودی اور منی کا کپڑوں اور جسم سے دھونا واجب ہے،

☆ مذکورہ بالا تینوں قسم کے مادے ناپاک ہیں۔

☆ انسان کو شرعی مسائل پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے۔

☆ منی اگر اچھل کر نہ نکلے، تو غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر نیند سے بیدار ہونے پر کپڑوں پر تری موجود پائے، تو غسل واجب ہوتا ہے۔

عورت خواب میں وہی دیکھے جو مرد

دیکھتا ہے، تو اس پر غسل واجب ہے

باب ۱۳۱: غُسلُ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي

مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ

جس طرح مرد کو حالت خواب میں مختلف وجوہات کی بناء پر احتلام ہوتا ہے، اسی طرح عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے، اس صورت میں نیند کی بیداری پر اگر کپڑوں پر پانی لگا ہوا ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے، یہی مسئلہ اس باب میں زیر بحث ہے، اس باب میں امام نسائی نے پانچ احادیث مبارکہ سے



استناب کیا ہے، پچھلے باب میں مرد کے لیے کود کر منی نکلنے کی صورت میں غسل واجب ہونے کا بیان تھا، اس باب میں عورتوں کے لیے حالت خواب میں منی نکلنے پر غسل واجب ہونے کا بیان ہے۔

۱۹۵۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ قَالَ "إِذَا أَنْزَلَتِ الْمَاءَ فَلْتُغْتَسِلْ"۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلیم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس عورت کے بارے میں پوچھا، جو حالت خواب وہی کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر پانی (منی) نکلے تو غسل کر لے۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۲۔ اطراف:

تقدیم: ۲۰۰، مسلم: ۳۱۱، ابن ماجہ: ۶۰۱، احمد: ۵۶۴۰، السنن الکبریٰ: ۲۰۲

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو حضرت عبدہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم:

راجع: ۲

۲۔ عبدہ:

آپ کا نام ابو محمد عبدہ بن سلیمان کلابی کوفی (م: ۱۸۷ھ) ہے، بعض نے آپ کا نام عبدالرحمان بھی لکھا ہے، آپ رواد کے آٹھویں طبقہ صغار سے ثقہ، ثابت راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں (۱)

۳۔ سعید: راجع: ۳۸ ۴۔ قتادہ: راجع: ۳۴ ۵۔ انس: راجع: ۶۶

۶۔ ام سلیم:

نام و نسب:

سہلہ یار ملہ نام ام سلیم کنیت، غمیصاء اور رمیصا لقب، سلسلہ نسب یہ ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ماں کا نام ملیکہ (اصابہ ج ۸، ص ۲۴۴) بنت مالک بن عدی بن زید مناة تھا۔ آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سلمیٰ بن زید کی پوتی تھیں۔ سلمیٰ عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں اسی بناء پر ام سلیم رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ مشہور ہیں۔

نکاح:

مالک بن نضر سے نکاح ہوا۔

اسلام:

مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں، مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اور ام سلیم تبدیلی مذہب پر اصرار کرتی تھیں اس لیے دونوں کی کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا، ابو طلحہ نے جو اسی قبیلہ سے تھے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن ام سلیم کو اب بھی وہی عذر تھا یعنی ابو طلحہ مشرک تھے۔ اس لیے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتی تھیں۔

غرض ابو طلحہ نے کچھ دن غور کر کے اسلام کا اعلان کیا اور ام سلیم کے سامنے آ کر کلمہ پڑھا، حضرت انس نے حضرت انس سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ نکاح کر دو۔ ساتھ مہر معاف کر دیا اور کہا ”میرا مہر اسلام ہے“ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب و غریب مہر تھا۔ (۱)

عام حالات:

نکاح کے بعد حضرت ابو طلحہ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی اور چند ماہ کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، حضرت ام سلیم اپنے صاحبزادے (حضرت انس) لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا ”انس کو آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے لیے دعا فرمائیں“ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی۔ (۲) اسی زمانہ میں آپ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کی اور یہ مجمع ان ہی کے مکان میں ہوا۔ (۳)

غزوات میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت جوش سے حصہ لیا۔ صحیح و مسلم میں ہے۔ (۴)

کان رسول اللہ ﷺ یغزو بام سلیم و نسوة من الانصار مع اذا عز فیسقین الماء و یداوین الجرحی  
”آنحضرت ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔“

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے جے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں، صحیح بخاری میں حضرت انس سے منقول ہے کہ ”میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ مشک بھر بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، مشک خالی ہو جاتی تھی تو وہ پھر جا کر بھر لاتی تھیں۔ (۵)

۵ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس موقع پر حضرت ام سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں۔

۷ھ میں خیبر کا واقعہ ہوا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اس میں شریک تھیں، آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ سے نکاح کیا تو حضرت

۱۔ اصابہ بحوالہ ابن سعد

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۵۲، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۴۴

۵۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۵

۳۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۵۸۱

۳۔ مسلم، ج ۲، ص ۱۰۳

ام سلیم ہی نے حضرت صفیہ کو آنحضرت کے لیے سنوارا تھا۔ (۱)

غزوہ حنین میں وہ ایک خنجر ہاتھ میں لیے تھیں۔ حضرت ابو طلحہ نے دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ام سلیم خنجر لیے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا کرو گی؟ بولیں ”اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس کا پیت چاک کروں گی“ آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرائے حضرت ام سلیم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مکہ کے قریب جو لوگ فرار ہو گئے ہیں ان کے قتل کا حکم دیجیے ارشاد ہوا ”خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔“ (۲)

وفات:

حضرت ام سلیم کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہیں، لیکن قرینہ یہ ہے کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی ہے۔

اولاد:

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا انہوں نے دو نکاح کیے تھے پہلے شوہر سے حضرت انس پیدا ہوئے، حضرت ابو طلحہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ابو عمیر اور عبد اللہ، ابو عمیر صغیر سنی میں فوت ہو گئے اور عبد اللہ سے نسل چلی۔

فضل و کمال:

حضرت ام سلیم سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کو حضرت ابن عباس، زید بن ثابت، ابوسلمہ، اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے لوگ مسائل دریافت کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے ان ہی کو حکم مانا۔ (۳)

ان کو مسائل پوچھنے میں کوئی عار نہ تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھیں اور کہا یا رسول اللہ ﷺ خدا حق بات سے نہیں شرماتا کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہے، ام المومنین حضرت ام سلمہ یہ سن رہی تھیں، بے ساختہ ہنس پڑیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی فضیحت کی؟ بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ ورنہ بچے ماں کے ہم شکل کیوں ہوتے ہیں۔ (۴)

اخلاق:

حضرت ام سلیم میں بڑے بڑے فضائل اخلاق جمع تھے، جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اپنے شوہر سے صرف اس بنا پر علیحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے، حضرت ابو طلحہ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اس وجہ سے رد کر دیا کہ وہ مشرک تھے اس موقع پر انہوں نے ابو طلحہ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی وہ سننے کے قابل ہے مسند احمد میں ہے:

قالت يا ابا طلحه! الست تعلم ان الهالك الذي تعبد نبت من الارض قال بلى قالت افلا تستحي تعبد شجرة۔ (۵)  
”ام سلیم نے کہا ابو طلحہ! تم جانتے ہو کہ تمہارا معبود زمین سے اگا ہے؟ انہوں جواب دیا ہاں، حضرت ام سلیم بولیں تو پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے شرم نہیں آتی؟

حضرت ابو طلحہ پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۴۳۰۔ ۴۳۱

۲۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۰۳

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۴۶

۵۔ الاصابہ، ج ۸، ص ۲۲۳

۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴

آنحضرت ﷺ سے حد درجہ محبت کرتی تھیں، آپ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو آرام فرماتے تھے۔ جب بستر سے اٹھتے تو وہ آپ کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں۔ (۱)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ انھیں اور مشک کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک مس ہوا ہے۔ (۲)

آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے خاص محبت تھی، صحیح مسلم میں ہے۔ (۳)

كان النبي ﷺ لا يدخل على احد من النساء الا على ازواجه الا ام سليم فانه يدخل عليها فقیل فی ذالك فقال انی رحمهما قتل اخوها معی۔

”آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات کے علاوہ اور کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے لیکن ام سلیم مستثنیٰ تھیں لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے ان کے بھائی (حرام) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اوقات حضرت ام سلیم کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت ام سلیم نہایت صابر اور مستقل مزاج تھیں، ابوعمیران کا بہت لاڈلہ اور پیارا بیٹا تھا لیکن جب اس نے انتقال کیا تو نہایت صبر سے کام لیا اور گھر والوں کو منع کیا کہ ابوطلحہ کو اس واقعہ کی خبر نہ کریں، رات کو ابوطلحہ آئے تو ان کو کھانا کھلایا اور اطمینان سے بستر پر لیٹے، کچھ رات گزرنے پر ام سلیم نے واقعہ کا تذکرہ کیا، لیکن عجیب انداز سے بولیں اگر تم کو کوئی شخص عاریہ کوئی ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کرو گے؟ ابوطلحہ نے کہا کبھی نہیں، کہا تو اب تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیے۔ ابوطلحہ سن کر غصہ ہوئے کہ پہلے سے کیوں نہ بتلایا۔ صبح اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا، خدا نے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی۔ (۴)

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں کچھ بھیج دو، حضرت ام سلیم نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس کو دیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں، آپ مسجد میں تھے اور صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انس کو دیکھ کر فرمایا، ابوطلحہ ابوطلحہ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں کھانے کے لیے؟ کہا ہاں، آپ تمام صحابہ کو لے کر ابوطلحہ کے مکان پر تشریف لائے، ابوطلحہ دیکھ کر گھبرا گئے اور حضرت ام سلیم سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کھانا بہت قلیل ہے اور آنحضرت ﷺ ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں، حضرت ام سلیم نے نہایت استقلال سے کہا کہ ان باتوں کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہیں، آنحضرت ﷺ اندر آئے تو حضرت ام سلیم نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا، خدا کی شان اس میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ سیر ہو گئے۔ (۵)

حضرت ام سلیم کے فضائل و مناقب بہت ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی، میں نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انس کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔ (۶)

۴۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۲

۳۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۱

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۷۶

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۲۹

۶۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲۔ سیر الصحابہ، ج ۲، ص ۷۶۔ ۷۹

۵۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۱۰

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ حدیث مبارکہ سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ ایک سیویں (۸۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام رواۃ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی، دوسرے کوئی، حضرت ام سلیم مدنیہ اور باقی بھری راوی ہیں۔

☆ امام نسائی کے شیخ اسحاق ابن ابراہیم، ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں، اور بہت بڑے امام و محدث ہوئے ہیں۔ ان کی تصنیف مسند

اسحاق بن راہویہ ہے۔

☆ یہ صحابی انس کی صحابیہ (حضرت ام سلیم) سے روایت ہے۔

☆ یہ بیٹے کی ماں سے روایت ہے۔

☆ حضرت ام سلیم، حضور اکرم ﷺ کی خالہ ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ ان کے گھر اکثر چلے جاتے تھے۔

☆ حضرت ام سلیم مشہور خادم رسول ﷺ اور راوی حدیث حضرت انس بن مالک کی والدہ اور حضرت ابو طلحہ کی زوجہ ہیں۔

☆ سنن نسائی میں حضرت ام سلیم سے یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبر نا اور سالت ایک ایک بار حد ثنا اور عنعنہ دو دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

سالت: اس ایک عورت نے پوچھا۔	توی: وہ ایک عورت دیکھے۔	منامہا: اپنے خواب میں۔
مرأۃ: عورت	الرجل: مرد	انزلت: وہ ایک عورت نکالے مراد ہے دیکھے۔
الماء: پانی۔ مراد منی ہے	تغتسل: تو غسل کر۔	

۱۹۶۔ أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَلَّمَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةَ تَرَى فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ افْتَتَحْتُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ" قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا أَفْ لَكَ أَوْ تَرَى الْمَرْأَةَ ذَلِكَ فَالتَفَتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "تَرَبَّتْ يَمِينُكَ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

اگر کوئی عورت خواب میں وہ دیکھے، جو مرد دیکھتا ہے، کیا اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

۲۔ اطراف: مسلم: ۳۱۴، ابوداؤد: ۲۳۷، احمد: ۲۴۶۶۴، السنن الکبریٰ: ۲۰۳، تحفۃ الاشراف: ۱۶۶۲۷۔

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت کثیر بن عبید کے حالات تحریر کیے جاتے ہیں:

۱۔ کثیر ابن عبید:

آپ کا نام ابوالحسن کثیر بن عبید بن نمیر مذاہجی حمصی مقری (۲۵۰ھ) ہے، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی

ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں (۱)

۲۔ محمد بن حرب: راجع: ۱۷۲ ۳۔ الزبیدی: راجع: ۵۶ ۴۔ الزہری: راجع: ۱

۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۳۔ حکم روایت: یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ بیاسیویں (۸۲) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے تمام رواۃ ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ احادیث روایت کرتے ہیں۔
- ☆ البتہ حضرت کثیر بن عبید سے امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ منورہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی حمصی اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں، آپ سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

## ۶۔ لغات:

- کلمت: اس نے کلام کیا۔ جالسة: وہ ایک عورت بیٹھی۔ لا یتسحی: وہ نہیں شرماتا۔
- ارایت: آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ تری: وہ ایک عورت دیکھے۔ اقل لك: تجھ پہ افسوس۔
- فالتفت الی: آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ تربت یمینك: تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔ الشبه: مشابہت اس کی۔ یعنی بچے کی
- ۱۹۷۔ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ قَالَ "نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ" فَضَحِكْتُ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَقِيمَ يُشَبِّهُهَا الْوَلَدُ"
- حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے سوال پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا: جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں: ہاں! جب وہ پانی (منی) دیکھے۔ حضرت ام سلمہ مسکرائیں اور کہا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر بچہ کس وجہ سے ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے۔

## ۲۔ اطراف:

مسلم: ۳۱۳، سنن ترمذی: ۱۲۲، سنن نسائی: ۱۹۷، سنن ابوداؤد: ۲۳۷، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۹، سنن بیہقی، ج ۱۰، ص ۲۶۵، سنن دارمی: ۷۶۲، مسند ابوعوانہ، ج ۱، ص ۲۹۲، صحیح ابن حبان: ۱۱۶۶، مسند الشامیین: ۱۷۳۹، مسند احمد: ۲۳۶۱۰

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

- ۱۔ شعیب بن یوسف: راجع: ۴۹ ۲۔ یحییٰ: راجع: ۴۰  
 ۳۔ هشام: راجع: ۶۱ ۴۔ عمرو بن الزبیر: راجع: ۴۴  
 ۵۔ زینب بنت ام سلمہ: راجع: ۱۸۲ ۶۔ ام سلمہ: ایضاً  
 ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔

### ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تریا سویں (۸۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ سدا سیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی نسائی، دوسرے بصری اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ امام نسائی رحمہ اللہ کے شیخ حضرت شعیب بن یوسف رحمہ اللہ بھی نسائی نسبت سے مشہور ہیں، اور یہ آپ کے ہم علاقہ ہیں۔
- ☆ یہ روایت بیٹے (ہشام) کی باپ (عروہ) سے روایت ہے، اسی طرح یہ بیٹی (زینب) کی اپنی ماں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔
- ☆ اس طرح سنن نسائی کی یہ پہلی سند ہے، جس میں بیٹا باپ سے اور بیٹی ماں سے روایت کرتی ہے۔
- ☆ یہ صحابیہ (زینب) کی دوسری صحابیہ (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے۔
- ☆ اس سند میں دو صحابیہ رواۃ ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔
- ☆ آخری راویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ سند میں الفاظ روایت حدیث ایک دفعہ، صیغہ اخبار دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

### ۶۔ لغات:

- رات الماء: وہ عورت پانی دیکھے، مراد ہے منی موجود پائے
- ۱۹۸۔ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ الْخُرَّاسَانِيَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَحْتَلِمُ فِي مَنَامِهَا فَقَالَ "إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ"
- فیم یشبہها الولد: بچہ ماں کی شباهت پر کیوں ہوتا ہے؟
- حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:
- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کے بارے میں پوچھا، جسے خواب میں احتلام ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ پانی (منی) موجود پائے، تو غسل کرے۔



۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۲۔ اطراف:

ابن ماجہ: ۶۰۲، احمد: ۲۷۳۸۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۴

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ یوسف بن سعید: آپ کا نام ابو یعقوب یوسف بن سعید بن مسلم مصیصی انطاکی (م: ۲۷۱ھ) ہے، آپ رواة کے گیارہویں طبقہ سے ثقہ، حافظ، صدوق راوی ہیں، امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ حجاج: راجع: ۲۳ شعبۂ: ۳ راجع: ۲۶

۳۔ عطاء الخراسانی: آپ کا نام ابو عثمان عطاء بن ابی مسلم مسرہ خراسانی (م: ۱۳۵ھ) ہے، آپ رواة کے پانچویں طبقہ سے ثقہ صدوق راوی ہیں، البتہ تدلیس اور ارسال کرتے ہیں، امام مسلم اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ سعید بن المسیب: راجع: ۹

۶۔ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا:

نام و نسب:

خولہ نام، ام شریک کنیت قبیلہ سلیم سے تھیں، آنحضرت ﷺ کی خالہ ہوتی ہیں۔ (۳) نسب نامہ یہ ہے: خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن قحج بن ذکوان بن ثعلبہ بن یثربہ بن سلیم۔

نکاح:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے، نکاح ہوا۔

عام حالات:

مسلمان ہو کر مدینہ کو ہجرت کی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون نے وفات پائی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا نکاح کیا، اکثر پریشان رہتی تھیں صحیح بخاری میں روایت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (۴) فضل و کمال:

آنحضرت ﷺ سے پندرہ حدیثیں روایت کیں، روایان حدیث میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، بشیر بن سعید رضی اللہ عنہ، عروہ اور ربیع بن مالک رضی اللہ عنہ داخل ہیں۔

۱۔ ا۔ المعجم المشتمل، ص ۱۱۸۴ ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۹۰ ۲۔ i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۴۰۵ ii۔ تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۱۱۰

۳۔ مسند، ج ۶، ص ۲۰۹ ۴۔ بخاری، ج ۲، ص ۷۶، و تہذیب، ج ۲، ص ۲۱۵

اخلاق:

اسد الغابہ میں ہے کانت امرۃ صالحہ، وہ ایک نیک بی بی تھیں "مسند میں ہے تصوم النهار و تقوم اللیل" یعنی دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھیں۔

ابتداء زیور کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر طائف فتح ہوا تو آپ ﷺ مجھ کو فلاں عورت کا زیور دیجئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اگر خدا اس کی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ (۱)

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ اس سند سے حسن اور دیگر متابعات کی بناء پر صحیح ہے۔

### ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ چوراسویں (۸۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل پانچویں حدیث مبارکہ سداسیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت عطاء خراسانی صدوق متکلم فیہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دور راوی مصیصی، تیسرے بصری، چوتھے خراسانی اور آخری دومدنی ہیں۔
- ☆ حضرت سعید بن مسیب فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔
- ☆ آپ کی مرسل روایات اصح ترین ہیں، اور قابل قبول ہیں۔
- ☆ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے سنن نسائی میں یہ پہلی حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا، سمعت ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

### ۶۔ لغات:

سالت: میں نے پوچھا	المراة: عورت
تحتلم: اس ایک عورت کو احتلام ہوا	منامها: اپنی نیند۔ اپنا خواب
رات: اس ایک عورت نے دیکھا	الماء: پانی۔ مراد ہے منی
فلتغتسل: اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے	

### ۷۔ مسائل و نصاب:

اللہ تعالیٰ کے حیا کرنے کا معنی ہے: کسی کام کو ترک کرنا:

۱۔ اصابہ، ج ۸، ص ۷۰۔ سیر الصحابة، ج ۲، ص ۱۱۰

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ حق سے حیاء نہیں فرماتا، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ حق بیان کرنے کو ترک نہیں فرماتا، اسی طرح میں بھی اپنی حاجت کے سوال کو ترک نہیں کرتی، جس کا سوال کرنے میں عموماً عورتیں حیاء کرتی ہیں، کیونکہ عورتوں کی منی کا نازل ہونا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو مردوں کی شدید خواہش ہے، حیاء کی تاویل ہم نے ترک کرنے سے اس لئے کی ہے کہ حیاء انسان کی اس کیفیت کو کہتے ہیں، جو کسی عیب یا مذمت کے خوف سے طاری ہوتی ہے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کے لئے محال ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ حیاء فرمانے والا کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (۱)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بندہ کی دعا قبول نہ کرنے اور اس کے ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو حیاء سے تعبیر فرمایا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا ہاتھوں کے خالی لوٹانے کو ترک فرمانا، اس کا حیاء فرمانا ہے، جیسے کریم کا کسی محتاج کے لوٹانے کو ترک کرنا، اس کا حیاء کرنا ہے۔

☆ بچہ ماں یا باپ کے کس وجہ سے مشابہ ہوتا ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی منی پر اس کے بچہ کی اس کے ساتھ مشابہت سے استدلال فرمایا ہے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے جواب میں فرمایا:

پس مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، پس ان میں سے جس کا پانی بھی غالب ہو اور سابق ہو، اسی کی وجہ سے مشابہت ہوتی ہے۔ (۲)

☆ ایک اور حدیث میں فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جب عورت کو احکام ہو اور وہ پانی دیکھ لے تو کیا وہ غسل کرے گی؟

آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا: تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں اور جنگ زدہ ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو چھوڑو، عورت کی اپنے بچے کے ساتھ مشابہت اس پانی کی وجہ سے ہوتی ہے، جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ (۳)

☆ حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد:

۱۔ پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرنے میں حیاء نہیں کرنی چاہئے۔

۲۔ عورت یا مرد جس کو بھی احکام ہو اور اس کے کپڑوں پر پانی لگ جائے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور اس کی بو گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اس کی بو انڈے کی طرح ہوتی ہے،

۱۔ سنن ابوداؤد: ۱۳۸۸، سنن ترمذی: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶

۲۔ صحیح مسلم: ۳۱۱، سنن نسائی: ۲۰۰-۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۰۲، سنن ابن ماجہ: ۶۰۱

۳۔ صحیح مسلم: ۳۱۳

مرد کا پانی اچھل کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے اور اس پانی کے خروج کے وقت جسم کو لذت آتی ہے اور اس کے آلہ میں شہوت ہوتی ہے اور شہوت اور لذت سے خروج منی کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اور عورت کی منی کے خروج کے بعد اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ اس کو شہوت ہو یا نہ ہو اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے جماع کی خواہش ہو۔

۴۔ اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے اور ایک چیز کے لئے اس کی نظیر کا حکم ثابت کرنا ہے اور اس میں عورت کی منی کا ثبوت ہے۔ (۱)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کے احتلام کا انکار کرنا کس وجہ سے تھا؟

مولانا تقی عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہیں:

یہ مسئلہ باب ”فیمن یستیقظ ویری بلاءاً“ میں گذر چکا ہے، لیکن وہاں ضمناً تھا، اور یہاں امام ترمذی رحمہ اللہ نے قصد بیان کیا ہے، اس پر اتفاق ہے کہ عورت پر خروج ماء بشہوة سے غسل واجب ہوتا ہے، صرف ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک واجب نہیں ہوتا، ابن المنذر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ نسبت صحیح ہے تو اس کے خلاف ام سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت باب حجت ہے، ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام نخعی رحمہ اللہ کا قول اس پر محمول ہے کہ خروج الماء الی الفرج الخارج نہ ہوا ہو بلکہ صرف لذت کا احساس ہوا ہو، چنانچہ صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگر نزول ماء کا احساس ہوا، لیکن فرج خارج تک وہ نہیں پہنچا، تو اس وقت بعض احناف کے نزدیک غسل واجب ہو گیا، لیکن مختار یہ ہے کہ واجب نہیں ہوا، کیونکہ حق مرآۃ میں وجوب غسل کا مدار خروج الماء الی الفرج الخارج ہے۔

☆ حدیث باب اور بعض دوسری احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت میں بھی مادہ منویہ موجود ہوتا ہے، جس کا خروج بھی ہوتا ہے، لیکن قدیم و جدید اطباء کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ عورت میں منی بالکل نہیں ہوتی، اور اس کے لحاظ سے انزال کا مطلب محض استکمال لذت ہے، البتہ اطباء اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ عورت میں ایک خاص قسم کی رطوبت ہوتی ہے، ان میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے، لیکن در حقیقت کوئی تعارض نہیں، حقیقت یہ ہے کہ عورت کی بھی منی ہوتی ہے، البتہ وہ باہر نہیں نکلتی، بلکہ عموماً اس کا انزال رحم ہی کے اندر ہی ہوتا ہے، البتہ بعض غیر معمولی صورتوں میں یہ انزال باہر کی جانب بھی ہو جاتا ہے، حدیث باب میں اسی غیر معمولی صورت کو بیان کیا گیا ہے، اور اطباء نے جو نفی کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ منی مرآۃ مثل منی رجل نہیں ہوتی، یہ تحقیق شیخ بوعلی سینا کے قول سے مؤید ہے، جنہوں نے تصریح کی ہے کہ عورت میں منی نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا خروج باہر کی جانب نہیں ہوتا، ورنہ جہاں تک اس کے وجود کا معاملہ ہے اس میں شبہ نہیں ہے، کیونکہ میں نے خود عورت کے مستقر میں منی دیکھی ہے۔

☆ قالت ام سلمہ: اس روایت میں اس قول کا قائل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا گیا ہے، جبکہ موطا (۲) کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا گیا ہے، قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس تعارض کو اس طرح رفع کیا کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں موجود تھیں، اور دونوں نے یہ بات کہی تھی ”فلذکر کل راو مالہ یذکرہ الآخر“۔

☆ قلت لها فضحت النساء یا ام سلیم: مطلب یہ ہے کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات پوچھی جو عورتوں کی کثرت شہوت پر دال ہے، اس لئے تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا ”والکتمان فی ذلک من عادة النساء“

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ”باب فیمن یتسقیط ویبری بملأ“ میں گزرا ہے کہ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نے آپ سے یہ سوال کیا تھا تو پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا پر اعتراض کا کیا جواز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سوال کا سائل قرار دیا گیا ہے عبد اللہ بن عمر راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وعبد اللہ ضعفہ یحییٰ بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث“ لہذا اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہاں پر بھی اصل ساکنہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہوں جن کا نام ضعیف راوی کو یاد نہ رہا، اور اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ذکر کر دیا، اس کی تائید اس لئے بھی ہوتی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا متشابہ اسماء ہیں جس میں ضعیف راوی کے لئے وہم کا قوی امکان موجود ہے، واللہ اعلم۔ (۱)

☆ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اصل لغت میں تو اس لفظ یعنی قربت یمسک کا معنی کسی کے لئے ذلت و محتاجی کی بددعا کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعد میں یہ لفظ عربوں کی زبان زد ہو گیا ہے تعجب اور مذمت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیتے۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ اے ام سلمہ تجھ پر تعجب کہ تو اس طرح کی بات کر رہی ہے اور تو اپنی سمجھ اور فراست سے کام نہیں لے رہی کہ عورت سے بھی منی خارج ہوتی ہے جس طرح مرد سے خارج ہوتی ہے۔ اگر عورت سے منی خارج نہیں ہوتی تو پھر بچہ کس وجہ سے عورت کے مشابہہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر مرد کی منی پہلے رحم میں چلی گئی یا وہ غالب آگئی تو بچہ مرد کے مشابہہ ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی پہلے رحم میں گئی یا وہ غالب آگئی تو بچہ عورت کے مشابہہ ہوتا ہے۔ (۲)

☆ مفتی احمد یار نعیمی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی خواب کی صورت میں بغیر تری دیکھے غسل واجب نہیں خواہ منی ہو یا مذی کیونکہ کبھی منی پتلے ہونے کی صورت میں مذی محسوس ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بیبیاں حضور ﷺ کے نکاح میں آنے والی ہوں انہیں احتلام نہیں ہوتا، یعنی رب تعالیٰ انہیں زنا کے خیال سے بھی پاک رکھتا ہے ازواج پاک کی عصمت۔

☆ سبحان اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے مقصد یہ ہے کہ احتلام کی علت یا احتلام کی وجہ منی ہے اور منی عورت میں ہے لہذا احتلام بھی عورت کو ہونا چاہئے اور منی کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی بچہ ماں کی ہم شکل ہوتا ہے جب ماں کی منی باپ کی منی پر غالب ہو ہاتھ کا خاک میں ملنا بددعا نہیں بلکہ عرب والے کبھی محبت میں بھی یہ کلمہ بولتے ہیں جیسے اردو منڈی مشنڈی، پنجابی میں رڑ جائیں اور تر جائیں وغیرہ۔

یہ اصلی حالت ہے ورنہ کبھی کمزور مرد کی منی پتلی اور کمزور ہو جاتی ہے اور طاقتور عورت کی منی سفید اور گاڑھی، بچہ ماں باپ کی مخلوط منی سے بنتا ہے جس کے اجزاء زیادہ ہوں گے بچہ اس کی جنس سے ہوگا۔ یعنی اگر عورت کی منی کے زیادہ اجزاء ہیں تو لڑکی ہوگی ورنہ لڑکا اور رحم میں جس کی منی پہلے گرے گی بچہ اس کی شکل پر ہوگا۔ (۳)

☆ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ارسطو کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے اور بچہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے بنتا ہے۔ لیکن جالینوس کا خیال یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کی منی سے بنتا ہے اور عورت کی منی نہیں ہوتی۔ ایک رطوبت ہے جو منی کے مشابہ ہے حدیث میں ہے مرد کی منی غلیظ اور بدبودار ہوتی ہے اور عورت کی منی رقیق زردی مائل ہوتی ہے تو زوجین میں سے جس کی منی غالب آ جائے بچہ اسی کی شکل پر ہوتا ہے۔ اس حدیث نے جالینوس کے خیال کی تردید کی ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے احتلام کے متعلق سوال کیا اور اس سے شرم نہ کی جس سے واضح ہوا کہ مسائل و احکام دین کے سمجھنے اور پوچھنے میں شرم کرنا مذموم ہے۔ امہات المؤمنین کو اللہ عز و جل نے حاضری خدمت سے پہلے بھی احتلام سے محفوظ رکھا اس لئے کہ احتلام میں شیطان کی مداخلت ہوتی ہے اور شیطانی مداخلتوں سے ازواج مطہرات پاک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے احتلام کے متعلق سوال کیا تو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سوال پر تعجب ہوا۔ (۱)

☆ شیخ حافظ محمد امین نجدی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب مرد اور عورت دونوں کو آ سکتا ہے۔ خواب میں جماع والا عمل بھی نظر آ سکتا ہے مگر غسل تب واجب ہوتا ہے جب منی نکلے، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اگر منی نہ نکلے تو، خواہ خواب میں اس نے مکمل جماع بھی کیا ہو، غسل واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خواب کے بغیر بلا شہوت سوتے میں منی نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، مرد ہو یا عورت۔ گویا احتلام میں غسل کا سبب منی کا نکلنا ہی ہے، چاہے منی مرد کی نکلے یا عورت کی۔ اف لك، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا علم نہ ہوگا اور ان کے تجربے سے یہ بات نہ گذری ہوگی۔ ویسے بھی عورتوں کو احتلام بہت کم ہوتا ہے، خصوصاً خواب میں منی کا نکلنا تو شاذ و نادر ہے۔

☆ تربت یمینك "تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔" معنی کے لحاظ سے تو یہ بددعا ہی ہے۔ لیکن اہل عرب یہ اور اس طرح کے دیگر محاورے، مثلاً: قاتلاه اللہ، ما أشجعہ، لا ام له، ثكلتك امك، وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ اور وہ اس سے ان کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے تھے بلکہ کسی چیز کا انکار کرنے، اس کی مذمت کرنے، اس پر رغبت دلانے یا تعجب کے لئے بولتے تھے۔ واللہ اعلم۔ (۲)

فمن این یكون الشبه، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلی دلیل دی ہے کہ اگر عورت کو انزال نہیں ہوتا اور اس کا پانی نہیں نکلتا تو بچے میں اس سے مشابہت کہاں سے آ جاتی ہے؟ جب کہ کئی بچوں کی ماؤں سے بھی بہت مشابہت ہوتی ہے۔

☆ ان روایات میں امام زہری رحمہ اللہ اور ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کے مابین اختلاف ہے کہ یہ مکالمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا؟ امام ابو داؤد کے نزدیک زہری رحمہ اللہ کی روایت راجح ہے، یعنی یہ مکالمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مابین ہوا انہوں نے اس کے شواہد بھی ذکر کئے ہیں۔ مگر قاضی عیاض کی تحقیق کے مطابق یہ مکالمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے درمیان ہوا، اس طرح ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کی روایت راجح ہوگی اور امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ (۳) تاہم علامہ نووی نے دونوں روایتوں کے مابین یوں تطبیق دی ہے کہ عین ممکن ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ہی اس موقع پر موجود ہوں اور دونوں نے تعجب کا اظہار کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (۴)

☆ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ جو انہوں نے اپنے سوال سے پہلے کہا کہ "اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شر ماتا"۔ ان کے کمال حسن ادب پر دلیل ہے، یعنی

۱۔ فیوض الباری، ج ۱، ص ۲۴۸ ۲۔ دیکھئے: شرح مسلم للنووی، ج ۳، ص ۲۸۵ ۳۔ دیکھئے: صحیح البخاری، العلم حدیث: ۱۳۰

۴۔ شرح مسلم للنووی، ج ۳، ص ۲۸۶، تحت حدیث: ۳۳۱، وعون المعبود، ج ۱، ص ۴۰۳-۴۰۴، تحت حدیث: ۳۳۷

جوابت عرفان زبان پر نہیں لائی جاتی اور مجھے اس کی شرعاً ضرورت ہے، وہ بتائی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا نہیں آڑے نہیں آتی۔ (۱)

☆ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں دلیل ہے کہ سب عورتوں کو احتلام نہیں ہوتا، اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا، بلکہ احتلام تو بعض مردوں کو بھی نہیں ہوتا، اور عورتوں کی اکثریت کو احتلام نہیں ہوتا۔ بعض نے انکار کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی وجہ ان کی صغر سنی ہے، اور خاوند کے ساتھ رہتی تھیں، کیونکہ وہ حائضہ بھی آپ ﷺ کے پاس ہی ہوئیں، آقا کریم ﷺ کی وفات تک وہ کبھی زیادہ عرصہ آپ ﷺ سے علیحدہ بھی نہ رہیں تھیں، اس لئے حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں وہ احتلام سے واقف نہ تھیں، کیونکہ اکثر عورتیں احتلام سے واقف نہیں ہوتیں، کیونکہ خاوند موجود ہوتے ہیں، جب خاوند موجود نہ ہوں تو عورتوں کو احتلام ہوتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میرے نزدیک پہلی وجہ زیادہ صحیح اور زیادہ بہتر ہے، جبکہ حضرت ام سلمہ کا پہلا خاوند فوت ہو چکا تھا، اور وہ ان مسائل کی بہت بڑی عالمہ تھیں، اس کے باوجود انہوں نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ کی طرح انکار کیا۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بعض عورتوں کو حالت بیداری میں جماع کے علاوہ منی نہیں آتی، بعض نے یہ بھی کہا ہے: کہ حضرت ام سلمہ نے جوانی میں حضرت ابو سلمہ سے شادی کی، جب وہ فوت ہو گئے، تو حضور نبی کریم ﷺ سے نکاح کر لیا، اس لئے بھی اور کثرت سے عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھی ان کو اس کا علم نہ تھا۔ (۲)

حدیث مبارکہ کے دیگر مسائل اور فوائد:

- (۱) پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرنے میں حیا نہیں کرنی چاہیے۔
- (۲) عورت یا مرد جس کو بھی احتلام ہو اور اس کے کپڑوں پر پانی لگ جائے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔
- (۳) مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور اس کی بو گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہوتی ہے اور جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو اس کی بو انڈے کی طرح ہوتی ہے مرد کا پانی اچھل کر نکلتا ہے اور اس کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے اور اس پانی کے خروج کے وقت جسم کو، لذت آتی ہے اور اس کے آلہ شہوت ہوتی ہے اور شہوت ہو یا نہ ہو اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے جماع کی خواہش ہو۔
- (۴) اس حدیث میں قیاس کا ثبوت ہے اور ایک چیز کے لیے اس کی نظیر کا حکم ثابت کرنا ہے اور اس میں عورت کی منی کا ثبوت ہے۔ (۳)

خلاصہ:

☆ مذکورہ حدیث مبارکہ سے امام نسائی کا استدلال یہ ہے کہ عورت کو حالت خواب میں اگر احتلام ہو، اور بیدار ہونے پر کپڑوں یا جسم پر منی پائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حق میں حیا نہ کرنے کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کو ترک نہیں فرماتا۔

۱۔ صحیح البخاری، قبل حدیث: ۱۳۰۔ سنن نسائی (فوائد)، ج ۱، ص ۲۲۲-۲۲۳

۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۳۵۰-۳۵۱

۳۔ نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۲۹۰



☆ حضرت ام سلیم کا ابتداء میں یہ جملہ بولنا کمال ادب حسن ہے، کہ جس بات کو تمام طور پر عورتیں زبان پر نہیں لاتیں، مجھے شرعی طور پر اس کے علم کی ضرورت ہے، اس لیے مجھے اس بارے میں بتلایا جائے۔ حضرت ام سلیم انصاریہ صحابیہ ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں: انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں، دین کی سمجھ بوجھ کے لیے انہیں حیا آڑے نہیں آتی۔ (۱)

☆ یہ مکالمہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلیم کا ہے یا حضرت ام سلمہ اور ام سلیم کا ہے؟ اس بارے میں علامہ نووی نے تطبیق یہ دی ہے: ممکن ہے دونوں امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ اس موقع پر موجود ہوں، اور دونوں نے بیک وقت اظہار تعجب کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

☆ عورت خواب میں جماع دیکھے اور فرج پر خارج منی نہ پائے، تو غسل واجب نہیں ہے، اگر بیدار ہونے پر بغیر جماع دیکھے کپڑوں پر منی کپڑوں یا جسم پر پائے، تو غسل واجب ہے۔ یہی حکم مردوں کے لیے بھی ہے۔

☆ تربت یمینک: یہ الفاظ بدعا کی مذمت کے لیے نہیں، بلکہ اظہار محبت و شفقت رعیت دلانے اور اس طرح کے دیگر الفاظ تعجب کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ یہ عربوں کے ہاں محاورۃ استعمال ہوتے ہیں۔ جن کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے، جیسا کہ ہر زبان میں اس طرح کے محاورے استعمال ہوتے ہیں۔

☆ اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ سب عورتوں کو احتلام نہیں ہوتا، بلکہ بعض کو ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ بعض مردوں کو بھی احتلام نہیں ہوتا۔

☆ میاں بیوی میں سے جس کا پانی غالب ہو، بچے کے تین نقش اس پر ہوتے ہیں، اگر مرد کا پانی غالب ہو تو بچہ دھیلیوں کے مشابہ ہوتا ہے، اور اگر عورت کا پانی غالب ہو تو بچہ ننھالیوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین کو ان کے عزت اور شرف کی وجہ سے احتلام سے محفوظ رکھا۔

☆ ام المؤمنین کے اظہار تعجب کی ایک وجہ یہ بھی ہے: کہ حضرت عائشہ صدیقہ کم عمری کی وجہ سے اور حضرت ام سلمہ کثرت عبادت کی وجہ سے اور پھر دونوں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رفاقت کی وجہ سے، اس صورت حال سے ناواقف تھیں۔

☆ حضرت ام سلیم پر امہات المؤمنین کا اظہار تعجب اس لیے تھا کہ عام طور پر عورتیں ایسے مسائل کو مردوں کے سامنے بیان نہیں کرتیں، یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ عمل عورتوں کی مردوں سے کثرت شہوت کے میلان پر دلالت کرتا ہے، جو کہ نامناسب امر ہے۔

☆ حضرت ام سلمہ کا مسکرانہ بھی اظہار تعجب اور شرم و حیا کی وجہ سے تھا۔

☆ احتلام عام طور پر ان عورتوں کو ہوتا ہے، جن کے خاوند زیادہ عرصہ تک بیویوں سے علیحدہ رہیں، اور حقوق زوجیت ادا نہ کریں۔

☆ مرد کی منی گاڑھی سفید اور عورت کی پتلی زرد ہوتی ہے۔

## باب ۱۳۲: الَّذِي يَحْتَلِمُ وَلَا يَرَى الْمَاءَ جس شخص کو احتلام ہو اور وہ منی نہ دیکھے

اس باب کے قائم کرنے سے مراد ہے کہ کوئی شخص حالت خواب میں جماع وغیرہ دیکھے، لیکن بیدار ہونے پر کپڑوں یا جسم پر منی کے اثرات نہیں دیکھتا، ایسے شخص پر غسل واجب نہ ہوگا۔ اس باب میں امام نسائی نے ایک حدیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے، پچھلے باب میں عورت پر



حالت خواب میں احتلام ہونے اور منی نکلنے کی صورت میں غسل واجب ہونے کا بیان تھا، اس باب میں مرد کے لیے حالت خواب میں احتلام ہونے اور منی نہ نکلنے کی صورت میں غسل کے واجب نہ ہونے کا بیان ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کا بیان ہے، کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: غسل منی نکلنے سے واجب ہوتا ہے۔

۱۹۹۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعَادٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے:

آپ ﷺ نے مطلقاً اصول بیان فرمادیا کہ اگر مادہ منی کا خروج ہوگا تو غسل فرض ہوگا، وگرنہ نہیں، لہذا ایسا شخص جسے احتلام ہو، لیکن منی نہ نکلے، تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔

۲۔ اطراف: ابن ماجہ: ۶۰۷، احمد: ۲۳۵۹۰، تحفۃ الاشراف: ۳۴۶۹، السنن الکبریٰ: ۲۰۵

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے تین کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ عبد الجبار بن العلاء: آپ کا نام ابو بکر عبد الجبار بن العلاء بن عبد الجبار عطار بصری مکی (م: ۲۲۸ھ) ہے، آپ روادۃ کے دسویں طبقہ صغار سے ثقہ، متقن، صالح الحدیث راوی ہیں، امام مسلم، ترمذی، اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ سفیان: راجع: ۱

۳۔ عمرو: راجع: ۱۵۴

۴۔ عبد الرحمان بن السائب:

آپ کا نام عبد الرحمان بن السائب یا السائبہ ہے، آپ روادۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ، مقبول راوی ہیں، امام نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں، (۲)

۵۔ عبد الرحمان بن سعاد:

آپ کا نام عبد الرحمان بن سعاد ہے، آپ روادۃ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ ہیں، مقبول تابعی راوی ہیں۔ امام نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۶۔ ابوایوب: راجع: ۲۰

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۲۸۵

i۔ البحر والتعذیل، ج ۶، ص ۳۲

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۴۲۸

i۔ الثقات، ج ۵، ص ۹۱

ii۔ الثقات، ج ۵، ص ۹۳

i۔ التاريخ الکبریٰ (بخاری)، ج ۳، ص ۲۹۰

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔ امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سداسیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ پچاسی ویں (۸۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ مسلسل چھٹی حدیث مبارکہ سداسیات سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ عبدالرحمان بن سعاد کو بعض نے متکلم فیہ قرار دیا ہے۔

☆ سند کے تین راویوں حضرت سفیان، عمرو بن دینار اور حضرت ابویوب انصاری سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی مکی اور آخری مدنی ہیں، جبکہ دو کی نسبت غیر معروف ہے۔

☆ سند میں تین تابعین کرام (عمرو، عبدالرحمان بن السائب، ابن سعاد) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابویوب انصاری وہ خوش قسمت ذات ہیں۔

☆ جن کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد قیام فرمایا تھا۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

الماء: پانی اس سے مراد غسل ہے الماء: پانی اس سے مراد منی ہے،

۷۔ مسائل و نصائح:

راجع: ۱۹۸

۸۔ خلاصہ:

ایضاً

باب ۱۳۳: الفصل بین ماء الرجل وماء المرأة مرد اور عورت کی منی میں فرق

اس باب میں یہ بیان ہے کہ مرد کی منی گاڑھی سفید اور عورت کی منی پتلی زرد ہوتی ہے، اس طرح مرد اور عورت کی منی کا فرق اور پہچان بیان کی گئی ہے، اس باب میں امام نسائی نے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے، پچھلے باب میں احتلام ہونے اور منی نہ دیکھنے کا بیان تھا، اس طرح یہ دونوں باب منی سے متعلق ہیں:

۲۰۰۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنْبَأَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَاءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أبيضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرٌ فَأَيُّهُمَا سَبَقَ كَانَ الشَّيْبُ"

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرد کی منی گاڑھی سفید اور عورت کی پتلی زرد ہوتی ہے، دونوں میں سے جو غالب آجائے، (بچہ) اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۱۔ مطابقت: حدیث مبارکہ کا پہلا جزء باب سے مطابقت رکھتا ہے:

مرد کی منی گاڑھی سفید اور عورت کی پتلی زرد ہوتی ہے۔ پہلے حصے میں مرد و عورت دونوں کی منی کا فرق بیان ہوا ہے۔

۲۔ اطراف: راجع: ۱۹۱، ۱۹۵، مسلم: ۳۱۱، ابن ماجہ: ۶۰۱، احمد: ۱۲۲۲۳، السنن الکبریٰ: ۲۰۶ تحفۃ الاشراف: ۱۱۸۱

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔ اسحاق بن ابراہیم: راجع: ۲ ۲۔ عبدۃ بن سلیمان: راجع: ۱۹۵ ۳۔ سعید: راجع: ۳۸

۴۔ قتادہ: راجع: ۳۴ ۵۔ انس: راجع: ۶

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ امام مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

۵۔ خصوصیات سند: یہ حدیث خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ تریسٹھویں (۶۳) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی مروزی اور باقی سارے بصری ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں، آپ مکثرین سبعہ صحابہ میں سے ہیں۔

☆ آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) روایات مروی ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، انبانا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

ماء الرجل: مرد کا پانی، مراد ہے منی غلیظ ابيض: گاڑھا سفید ماء المرأة: عورت کا پانی مراد ہے منی

رقیق اصغر: پتلا زرد سبق: وہ آگے نکلا، مراد غلبہ الشبه: مشابہت۔ مشابہ

۷۔ مسائل ونصائح: راجع: ۱۹۸

۸۔ خلاصہ: ایضاً

## حیض سے غسل کرنے کا بیان

## باب ۱۳۴: ذِکْرُ الْإِغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ

عورت کو ہر ماہ باقاعدگی سے جو خون آتا ہے، اسے حیض کہتے ہیں، یہ خون عورتوں کو اپنی اپنی عادات کے مطابق آتا ہے، اس کے آنے کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، جب یہ ماہواری کا خون ختم ہو جائے، تو عورت پر غسل پر فرض ہوتا ہے، اس باب میں اسی مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے، اس باب میں امام نسائی نے آٹھ احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ پچھلے باب میں غسل کا سبب بننے والے مادہ منی کے فرق کا بیان تھا۔ اس باب میں حیض سے غسل فرض ہونے کا بیان ہے۔

۲۰۱۔ أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَضْرَةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بَيَانُ كَرْتِي هِيَ، كَمَا أَنَّهُمْ فِي حَضْرَةِ نَبِيِّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كِي خَدْمَتِ فِي حَاضِرٍ هُوَ كَرَعْرَضَ كِيَا: أَسَ اسْتَحَاضَ (بِوَقْتِ خُونٍ) آتَا حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ مِنْ بَنِي هَبْ، حَضْرَةِ أَكْرَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَنْ سَ فَرَمَا: يَهِ اِيك رَگ (كَ خُونٍ) هِ۔ اَسَدِ قُرَيْشٍ أَنَّهَا أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّهَا جَب تَحْتِ مَاهَوَارِي (حَيْضٍ) آئِ تَو نَمَاز چھوڑ دے، جَب مَاهَوَارِي تُسْتَحَاضُ فَزَعَمْتُ أَنَّهُ قَالَ لَهَا "إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ (حَيْضٍ) خَتَمَ هُوَ جَائِ تَو نَهَادْهُوَ كَرَنَاز پڑھو۔ فَدَعَى الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرْتُ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي۔"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کا آخری جملہ باب کے عنوان سے مطابقت رکھتا ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب حیض ختم ہو جائے تو نہادھو کر نماز پڑھو۔

۲۔ اطراف: تقدیم: ۲۱۱، ۲۱۵، ۳۳۲، ۳۵۵، ۳۶۰، ابوداؤد: ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۶، احمد: ۲۷۷۰۱، السنن الکبریٰ: ۲۰۹، تحفۃ الاشراف: ۱۸۰۱۹۔

۳۔ تعارف رجال: اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ عمران بن یزید:

آپ کا نام ابو عمر عمران بن خالد بن یزید بن مسلم بن خالد قریشی آئمہ طائی و مستقی (م: ۲۴۴ھ) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۳۔ الاوزاعی: راجع: ۱۷۴ ۴۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۲۳ ۵۔ ہشام بن عروہ: راجع: ۶۱ ۶۔ عروہ: راجع: ۴۴

۷۔ فاطمہ بنت قیس:

آپ کا نام حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش قیس بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اسدیہ ہے، آپ صحابیہ رسول ﷺ ہیں، آپ سے امام ابوداؤد اور امام نسائی روایت کرتے ہیں۔ آپ سے یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔ (۲)

۴۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند: یہ روایت سابعیات امام نسائی میں سے ہے۔

۱۔ تاریخ الثقات، ص ۶۵ ۲۔ تہذیب ابن عساکر، ج ۳، ص ۲۷ ۳۔ الثقات، ج ۵، ص ۳۰۰ ۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۵۸۴

- ☆ سماعیات کے اعتبار سے یہ چالیسویں (۴۰) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی شامی اور آخری چار مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عمران بن یزید سے روایت کرنے میں امام نسائی منفرد ہیں۔
- ☆ حضرت فاطمہ بنت قیس سے یہی ایک حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ حضرت فاطمہ سے امام نسائی کے علاوہ امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے، اور یہی حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، کلمہ تحدیث چار دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

- |   |  |
|---|--|
| اقت النبی: وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں   | ذکرت: اس ایک عورت نے بیان کیا  |
| تستحاض: اس ایک عورت کو استحاضہ کا خون آتا ہے  | زعمت: اس عورت نے گمان کیا۔ یہاں مراد ہے اس نے کہا  |
| اقبلت: شروع ہو، جاری ہو، حاضر ہو  | عرق: رگ۔ عادل نام کی رگ مراد ہے۔   |
| دعی: تو چھوڑ دے۔  | الصلوة: نماز   |
| ادبرت: ختم ہو جائے۔ مکمل ہو جائے۔   | اغسلی: تو غسل کر   |
| الدم: خون   | صلی: تو نماز پڑھ   |
| ۲۰۲۔ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرَكِي الصَّلَاةَ وَإِذَا ادْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي"۔ | حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ماہواری (حیض) کا خون آنا شروع ہو جائے، تو نماز چھوڑ دو، اور جب خون آنا رک جائے تو غسل کرو۔ |

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے۔

۲۔ اطراف: ابن ماجہ: ۲۲۶، السنن الکبریٰ: ۲۱۰، تحفہ الاشراف: ۱۶۵۱۶

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے حالات لکھے جاتے ہیں:

### ۱۔ ہشام بن عمار:

آپ کا نام ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن مسیرہ بن ابان سلمی ظفری دمشقی (۱۵۳ھ-۲۲۵ھ) ہے، آپ جامع مسجد دمشق کے خطیب

تھے۔ آپ رواۃ کے دسویں طبقہ کبار سے ثقہ، صدوق، مقری راوی ہیں۔ امام ابن معین، امام عجل، ابن حبان نے آپ کو ثقہ، امام دارقطنی، علامہ ابن حجر عسقلانی نے صدوق، امام نسائی اور ابو حاتم نے تبدیل کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: آپ کا بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ البتہ بڑھاپے سے پہلے کی روایات صحیح ہیں۔ اسی طرح آپ نے امام معروف خیاط سے روایات سنی ہیں، وہ قابل اعتماد نہیں، کیونکہ امام خیاط خود ثقہ نہیں ہیں۔ آپ نے بانوے سال کی طویل عمر پائی۔ امام بخاری اور آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)۔

۲۔ سہل بن ہاشم:

آپ کا نام (سہل بن ہاشم بن بلال حبشی واسطی بیروٹی شامی ہے، آپ رواۃ کے نویں طبقہ سے صدوق، ثقہ راوی ہیں، آپ کے بارے میں امام ابو حاتم اور امام نسائی نے لا باس بہ کے الفاظ تعدیل لکھے ہیں۔ امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۳۔ الاوزعی: راجع: ۵۶ ۴۔ الزہری: راجع: ۱

۵۔ عروہ: راجع: ۴۴ ۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ چھپاسی ویں (۸۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں

☆ سند کے تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔ البتہ حضرت ہشام روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی دمشق اور آخری تین مدنی ہیں۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ منورہ تابعین میں سے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ مکثرین سبعہ رواۃ صحابیہ ہیں، سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ، حد ثا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہو

ہے۔

۶۔ لغات:

اتركى الصلوة: تو نماز چھوڑ دے اقبلت: تجھے شروع ہو۔ ادبرت: تجھ سے ختم ہو جائے

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے: حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو سات سال سے خون جاری تھا، انہوں نے اس سے متعلق آپ آقا کریم ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے، لہذا تم غسل کرو اور نماز پڑھو۔

۲۰۳۔ أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَحْيِضْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ سَبْعَ سِنِينَ فَأَشْتَكْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَأَغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّيْ"

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں استحاضہ کے خون پر آپ نے غسل کرنے کا حکم فرمایا، چونکہ اس روایت میں غسل کرنے کا بیان ہے، اس لیے امام نسائی نے اس باب کے تحت ذکر کیا ہے، ورنہ اس کا تعلق ماہواری (حیض) کے خون سے نہیں ہے۔

۲۔ اطراف:

تقدیم: ۶۰۳، ۶۰۵، ۶۱۰، ۳۵۵ بخاری: ۳۲۷، مسلم: ۳۳۴، ابوداؤد: ۲۹۰، ترمذی: ۱۲۹، ابن ماجہ: ۶۲۶، جامع المسانید ۹۴۲، ابن جوزی: ۷۴۰، ۷۴۱، احمد: ۲۷۵۱۶، السنن الکبریٰ: ۲۱۱، تحفہ الاشراف: ۱۶۵۱۶۔

تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چھ کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان کے حالات درج کیے جاتے ہیں:

- |                   |           |                         |          |              |           |
|-------------------|-----------|-------------------------|----------|--------------|-----------|
| ۱۔ عمران بن یزید: | راجع: ۲۰۱ | ۲۔ اسماعیل بن عبد اللہ: | ایضاً    | ۳۔ الاوزاعی: | راجع: ۱۷۴ |
| ۴۔ الزہری:        | راجع: ۱   | ۵۔ عروہ:                | راجع: ۴۴ |              |           |
- ۶۔ عمرہ بنت عبدالرحمان:

آپ کا نام عمرہ بنت عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ انصاریہ مدنیہ (م: ۹۸ھ، ۱۰۶ھ، ۱۰۳ھ) ہے، آپ رواقہ کے تیسرے طبقہ سے ثقہ مدینہ تابعیہ راوی ہیں، آپ حضرت عائشہ صدیقہ کے زیر پرورش وزیر تربیت رہیں، حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرنے والوں میں آپ فائق تھیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۷۔ عائشہ: راجع: ۵

۸۔ حکم روایت: یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، آئمہ صحاح ستہ نے اسے روایت کیا ہے،

۵۔ خصوصیاتِ سند: یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ ستا سیویں (۸۷) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی دمشق اور باقی مدنی ہیں۔

☆ سند کی آخری دوراویات عورتیں ہیں، حضرت عمرہ تابعیہ ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین اور مکثر بن سبغہ رواۃ میں سے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو صد دس (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں۔

☆ یہ تابعی (عروہ) کی تابعیہ (عمرہ) سے روایت ہے، دونوں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ اور ملازمہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا ایک دفعہ، عنعنہ دو دفعہ اور حد ثنائین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

اشتکت: اس نے پوچھا

سبع سنین: سات سال

استیحیضت: بیماری کا خون آتا تھا

اغتسلی: تو غسل کر

عرق: رگ۔ عادل اس کا نام ہے

لیست بالحیضۃ: ماہواری کا خون نہیں

صلی: تو نماز پڑھ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بیوی اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بیماری کا خون آتا تھا، انہوں نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ماہواری کا خون نہیں، بلکہ بیماری کا خون ہے۔ جب تمہیں ماہواری کا خون آنا بند ہو جائے، تو غسل کرو اور نماز پڑھو، جب ماہواری کا خون شروع ہو تو نماز چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں، کبھی کبھی وہ اپنی بہن، زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں موجود تھیں، تو خون کی سرخی پانی پر غالب آ جاتی، پھر آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز (باجماعت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) ادا فرماتیں، بیماری کا خون انہیں نماز سے نہ روکتا تھا۔

۲۰۴۔ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سَلِيمَانَ بْنِ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حَمِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي النَّعْمَانُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُو مُعِيْدٍ - وَهُوَ حَفْصُ بْنُ غِيْلَانَ - عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْفَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعُمَرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَحْيِضْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ أُمِّ رَأْسِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَهِيَ أُخْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَاسْتَقْتَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَإِذَا أَدْبَرَتِ الْحَيْضَةُ فَاعْتَسِلِي وَصَلِّي وَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاتْرَكِي لَهَا الصَّلَاةَ" قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّي وَكَانَتْ تَغْتَسِلُ أَحْيَانًا فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ وَهِيَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَنَّ حُمْرَةَ الدَّمِ لَتَعْلُو الْمَاءَ وَتَخْرُجُ فَتُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُهَا ذَلِكَ مِنَ الصَّلَاةِ



## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:  
جب تمہیں ماہواری کا خون آنا بند ہو جائے، تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

## ۲۔ اطراف:

راجع: ۲۰۳

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں دس راوی ہیں، جن میں سے سات کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کے حالات درج کئے جاتے ہیں:-

۱۔ الربیع بن سلیمان: راجع: ۱۷۳ ۲۔ عبداللہ بن یوسف: راجع: ۱۹۲

## ۳۔ لہیشم بن حمید:

آپ کا نام ابو حمید لہیشم بن حمید غسانی دمشقی ہے، آپ رواۃ کے ساتویں طبقہ سے ثقہ، صدوق قدری راوی ہیں، امام عثمان رضی اللہ عنہ داری فرماتے ہیں: آپ اولین و آخرین میں بہترین عالم دین ہیں۔ آئمہ سنن اربعہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)  
۴۔ النعمان بن المنذر:

آپ کا نام ابو الوزیر النعمان بن المنذر غسانی کھنی دمشقی (م: ۱۳۲ھ) ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ثقہ، صدوق، قدری راوی ہیں، امام ابو داؤد امام نسائی رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

۵۔ الاوزاعی: راجع: ۱۷۳

۶۔ ابو معید: آپ کا نام ابو معید حفص بن غیلان ہمدانی ریمنی دمشقی شامی ہیں، آپ رواۃ کے آٹھویں طبقہ سے ثقہ، فقیہ، قدری راوی ہیں، امام نسائی رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۳)

۷۔ الزہری: راجع: ۱ ۸۔ عروۃ: راجع: ۲۳۲

۹۔ عمرہ: راجع: ۲۰۳ ۱۰۔ عائشہ: راجع: ۵

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔

ii۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۳۳۲

i۔ الثقات، ج ۹، ص ۲۳۵

ii۔ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۲۰

i۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۹۲

ii۔ تاریخ ابی زرعہ، ص ۲۳۹

i۔ تاریخ الدوری، ج ۲، ص ۱۲۲

## ۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ روایت سماعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سماعیات کے اعتبار سے یہ اٹھاسیویں (۸۸) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ سماعیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ بعض قدری راوی ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دور راوی مصری، اگلے پانچ شامی اور آخری چار مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت حدیثاً، عنعنہ وودود دفعہ اور صیغہ اخبار تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

استفتت: اس نے مسئلہ پوچھا  
مرکن: ٹب۔ پانی کا برتن  
لتعلو: غالب آ جاتا  
تغتسل: وہ ایک عورت غسل کرتی  
حمرة الام: خون کی سرخی  
مايمنعها: وہ خون اسے نہ روکتا

۲۰۵۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ  
عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَةَ عَنْ  
عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ - خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ - اسْتَحِيضَتْ سَبْعَ  
سِنِينَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ  
بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّيْ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ  
نسبتی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام حبیبہ  
رضی اللہ عنہا سات سال تک بیماری کے خون میں مبتلا رہیں، انہوں نے حضور نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ  
ماہواری کا خون نہیں ہے، بلکہ بیماری (رگ) کا خون ہے، تم غسل کر کے  
نماز پڑھا کرو۔

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس آخری جملہ میں ہے۔  
تم غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔

چونکہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا ہے، اور غسل ماہواری کے ختم ہونے پر ہوتا ہے، جیسا کہ دوسری احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح  
موجود ہے، اس لئے یہاں پر بھی مراد یہی ہے کہ ماہواری کے ختم ہونے پر غسل کرو۔

## ۲۔ اطراف: راجع: ۲۰۳

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

- ۱۔ محمد بن سلمۃ: راجع: ۲۰  
 ۲۔ ابن وہب: راجع: ۹  
 ۳۔ عمرو بن الحارث: راجع: ۷۹  
 ۴۔ ابن شہاب: راجع: ۱  
 ۵۔ عروہ: راجع: ۴۴  
 ۶۔ عمرہ: راجع: ۲۰۳  
 ۷۔ عائشہ: راجع: ۵

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سدایات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سدایات کے اعتبار سے یہ انا نویں (۸۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ سدایات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند میں حضرت عمرو بن حارث رحمہ اللہ، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ، حضرت عروہ رحمہ اللہ حدیث وفقہ میں امامت کے درجہ پر فائز ہیں۔
- ☆ سند کے اکثر راوی فقیہ ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ مروی ہے، حضرت عروہ رحمہ اللہ سے بھی یہ مسلسل چوتھی حدیث مبارکہ مروی ہے، جبکہ حضرت عروہ رحمہ اللہ اور حضرت عمرہ رحمہ اللہ سے یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

ختنہ: ہمیشہ نسبتی، زوجہ کی بہن، سالی

- ۲۰۶۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَفْتَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَقَالَ "إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ فَأَغْتَسِلِي وَصَلِّي" فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:
- حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لئے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بیماری کا خون (استحاضہ) آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رگ (عادل) کا خون ہے، تم غسل کر کے نماز پڑھو۔ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:  
تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

چونکہ غسل ماہواری کے اختتام پر ہوتا ہے، آپ ﷺ کے اس فرمان سے بھی مقصود یہی ہے، جیسا کہ سابقہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح گزری ہے۔

۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۵۰، مسلم: ۳۳۴، ابوداؤد: ۲۹۰، ترمذی: ۱۲۹، احمد: ۲۳۵۷۷، السنن الکبریٰ: ۲۰۷، تحفۃ الاشراف: ۱۶۵۸۳

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

- |              |         |           |          |
|--------------|---------|-----------|----------|
| ۱۔ قتیبہ:    | راجع: ۱ | ۲۔ اللیث: | راجع: ۳۵ |
| ۳۔ ابن شہاب: | راجع: ۱ | ۴۔ عروہ:  | راجع: ۴۴ |
| ۵۔ عائشہ:    | راجع: ۵ |           |          |

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چونسٹھویں (۶۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ اس باب میں سنداً یہ روایت عالی ہے، کیونکہ باقی روایات سداسیات اور سباعیات ہیں۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل فقیہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بخاری، دوسرے مصری اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسلسل پانچویں حدیث مبارکہ مروی ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۲۰۷۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدِّمْرِ - قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَأَيْتُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آقا کریم ﷺ سے (بیماری کے) خون کے بارے میں پوچھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان کا ثلب (نہانے کا برتن) خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ آقا کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: جتنی مدت تمہیں

مِرْكَنَهَا مَلَأَنَ دَمًا - فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكَ حِمِضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي" -

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثُءٍ عَنْ أُخْرَى وَلَمْ يَذْكُرْ جَعْفَرًا -

ماہواری آیا کرتی تھی، اتنے دن رکی رہا کرو، پھر غسل کرو۔  
امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت قتیبہ بن سعید بغلانی رحمہ اللہ نے ہمیں یہ حدیث مبارکہ دوبارہ سنائی، تو سند میں حضرت یزید بن حبیب رحمہ اللہ اور حضرت عراق بن مالک رحمہ اللہ کے درمیان حضرت جعفر بن ربیعہ رحمہ اللہ کا ذکر نہیں کیا۔

### ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:  
جتنی مدت تمہیں ماہواری آیا کرتی تھی، اتنے دن رکی رہا کرو، پھر غسل کرو۔

### ۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۵۱، مسلم: ۳۳۴، ابوداؤد: ۲۷۹، احمد: ۲۶۸۰۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۷، تحفۃ الاشراف: ۱۶۳۷۰

### ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، باقی دو کے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۱۔ ۲۔ اللیث: راجع: ۳۵۔

۳۔ یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ:

نام و نسب:

یزید نام، ابورجاء کنیت، قریش کی شاخ بنی عامر بن لوی کے غلام تھے، ان کے والد ابو حبیب (اسود) نوبی تھے، ان کا وطن و نقلہ تھا۔  
پیدائش:

یزید ۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں ان کی نشوونما ہوئی۔

فضل و کمال:

فضل و کمال کے لحاظ سے مصر کے آئمہ تابعین میں تھے۔ حافظ ذہبی انہیں امام الکبیر لکھتے ہیں۔ (۱) مصر میں ان ہی کی ذات سے ذہبی علوم کا صحیح ذوق پیدا ہوا۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جن کی ذات سے مصر میں علم ظاہر ہوا اور حلال و حرام کے مسائل کا آغاز ہوا۔ ان سے پہلے اہل مصر کا علم محض ترغیب اور ملائم و فتن تک محدود تھا۔ (۲)

حدیث:

وہ مصر کے ممتاز حفاظ حدیث میں تھے۔ علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث (۳) اور حافظ ذہبی حجتہ اور حافظ حدیث لکھتے ہیں۔ (۴)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۲۰۲ ۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۶

حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن حارث بن جزوزبیدی، ابوالطفیل، اسلم بن یزید، ابی عمران، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، خیر بن نعیم حضرمی، سدید بن قیس، عبدالرحمن بن شماسہ مہری، عبدالعزیز ابن ابی الصعبہ، عطاء بن ابی رباح، عراق بن مالک اور امام زہری وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ ان سے فیض یاب ہونے والوں میں سلیمان التیمی، محمد بن اسحاق، زید بن ابیہ، عمرو بن الحارث، عبد الحمید بن جعفر، ابن لہیعہ اور لیث بن سعد لائق ذکر ہیں۔ (۱)

فقہ:

فقہ میں انہیں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔ (۲) عمر بن عبدالعزیز نے مصر میں تین آدمیوں کو افتا کے منصب پر ممتاز کیا تھا۔ ان میں سے ایک یزید بھی تھے۔ (۳) انہی کی وجہ سے مصر میں فقہ کا مذاق پیدا ہوا۔ علمائے معاصرین کی رائے:

ان کے کمالات کے متعلق ان کے عہد کے علماء کی یہ رائے تھی۔ لیث بن سعد کہتے تھے کہ یزید ہمارے عالم اور ہمارے سردار ہیں۔ (۴) ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لیث ان کے اور عبید اللہ بن جعفر کے متعلق کہتے تھے کہ یہ دونوں ملک کے جوہر ہیں۔ عمرو بن حارث نے کسی سے سوال کیا یزید افضل ہیں یا عبداللہ بن جعفر، انہوں نے جواب دیا اگر وہ دونوں ترازو میں تولے جائیں تو کسی کا پلہ بھاری نہ ہوگا۔ (۵) احتیاط:

محتاج تابعین کی طرح وہ بھی اس قدر احتیاط کرتے تھے، کہ جب ان کے پاس سائلین کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے خانہ نشینی اختیار کر لی۔ (۶) علم کی عظمت:

علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی امیر کے آستانہ پر جانا گوارا نہیں تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی، اس کو خود یہاں بلاتے تھے۔ ایک مرتبہ ریان بن عبدالعزیز نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس آئیے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب کہلا بھیجا کہ تم خود میرے پاس آؤ میرے پاس آنا تمہارے لئے زینت اور میرا تمہارے پاس جانا تمہارے لئے عیب دار ہے۔ (۷) صاف گوئی:

امراء کو مطلق خاطر میں نہ لاتے۔ ان کے منہ پر ان کی برائیاں کرتے۔ ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے۔ حورہ بن سہیل امیر مصر آپ کی عیادت کے لئے آیا اور پوچھا جس کپڑے میں مجھ کا خون لگا ہو، اس میں نماز پڑھنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، یہ سوال سن کر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس سے گفتگو بند کر دی۔ یہ دیکھ کر حورہ اٹھ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ خلق اللہ کا خون کرتے ہو، اور مجھ سے مجھ کے خون کے متعلق پوچھتے ہو۔ (۸)

وفات:

مروان ثانی کے عہد حکومت ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ (۹)

۵۔ ایضاً

۳۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔ ۱۱۶

۳۔ ایضاً ص ۱۱۶

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۳۱۸ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۵

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۵۔ ۱۱۶ ۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۵۔ ۱۱۶ ۸۔ ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۲۰۲

۹۔ ایضاً سیر الصحابہ، ج ۳، تابعین کرام، ص ۳۳۰۔ ۳۳۲

۴۔ جعفر بن ربیعہ: راجع: ۱۷۳

۵۔ عراق بن مالک:

آپ کا نام عراق بن مالک غفاری کنانی مدنی (م: ۱۰۰ھ) ہے، آپ روادے کے تیسرے ثقہ، فاضل، تابعی راوی ہیں، آئمہ رجال آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں۔ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے خاص معتمدین میں سے تھے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۶۔ عروہ: راجع: ۴۴ ۷۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ حکم روایت:

☆ یہ روایت سابعیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ اکتالیسویں (۴۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ امام نسائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتیبہ بن سعید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ جب یہ حدیث مبارکہ سنائی، تو حضرت جعفر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ذکر

☆ نہیں کیا، اس لحاظ سے یہ حدیث مبارکہ سدا سیات میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ نوے ویں (۹۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے چار راوی مصری اور باقی تین مدنی ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسلسل چھٹی حدیث مبارکہ مروی ہے۔☆ حضرت عروہ قحطانی، سبعة مدینہ منورہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ میں سبعة روادے میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے، اور اگر سدا سیات کا اعتبار کیا جائے، تو عنعنہ

چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

مرکنھا: اس کا ٹب۔ نہانے کا برتن

رایت: میں نے دیکھا

امکنی: تور کی رہ۔ تورک جا

ملان: بھرا ہوا:

ما کانت تجسک: جتنا تو شمار کرتی تھی

قدر: برابر۔ مقدار

ii۔ تاریخ الثقات، ص ۳۳۱

i۔ البحر والتحدیل، ج ۷، ص ۳۸

مرۃ اخروی دوسری دفعہ۔ دوسری مرتبہ

۲۰۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ثَابِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَعْنِي أَنَّ أُمَّ رَأَةَ كَانَتْ تَهْرَاقُ الدَّمَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "لَتَنْظُرُ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلْتَتْرِكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَفْتَ ذَلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لَتُسْتَفْرِ ثُمَّ لَتُصَلِّ"۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ایک عورت کو کثرت سے خون آیا تھا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بیماری سے پہلے کے ماہواری والے دنوں کو شمار کرے، مہینہ میں اتنے دن نماز چھوڑ دے، جب وہ دن گزر جائیں، تو غسل کرے، پھر لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھے۔

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:  
جب ماہواری کے دن گزر جائیں، تو غسل کرے۔

۲۔ اطراف: تقدم: ۳۵۲، ۲۵۳، ابوداؤد: ۲۷۴-۲۷۸، ابن ماجہ: ۶۲۳، مؤطا: ۱۴۰، احمد: ۲۶۵۷۲، السنن الکبریٰ: ۲۱۴، تحفۃ الاشراف: ۱۸۱۵۸

۳۔ تعارف و رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گذر چکا ہے:

۱۔ قتیبہ بن سعید: راجع: ۱۔ ۲۔ مالک: راجع: ۷۔

۳۔ ثابِع: راجع: ۱۲۔ ۴۔ سلیمان بن یسار: راجع: ۱۵۶۔

۵۔ ام سلمہ: راجع: ۱۸۳۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ پینسٹھویں (۶۵) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل اور حدیث وفقہ کے امام ہیں۔

☆ سند کے تمام راویوں سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بخاری اور باقی سارے مدنی ہیں۔



- ☆ سند میں تابعی (نافع) دوسرے تابعی (سلیمان بن یسار رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں۔
- ☆ حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فقہاء سبعہ مدینہ منورہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں، اور زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔
- ☆ سند میں امام مالک رحمہ اللہ فقہ مالکی کے بانی اور امام دارالہجرۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تا ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے

## ۶۔ لغات:

كانت تهرق الام: عورت کو مسلسل خون آتا تھا

استفتت اس نے مسئلہ پوچھا

لتنظر عدد الليال والايام: وہ راتوں اور دنوں کو شمار کرے

الشهر: مہینہ

قبل ان يصبها الذي اصابها: اس بیماری کے شروع ہونے سے پہلے

لتترك: وہ ایک عورت چھوڑ دے

خلفت ذلك: یہ گزر جائے۔

لتغتسل: اسے چاہئے کہ وہ نہائے

لتستفر: اسے چاہئے کہ وہ لنگوٹ باندھے

لتصلي: اسے چاہئے کہ وہ نماز پڑھے

## ۷۔ مسائل ونصائح:

امام نسائی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا تمام احادیث کو باب ذکر الاغتسال من الحيض، یعنی حیض کے بعد غسل کے واجب ہونے، کے تحت ذکر کیا ہے، اس لئے یہاں پر غسل سے متعلق ابحاث کو ذکر کیا جا رہا ہے، استحضار سے متعلق ابحاث ”کتاب الحيض والاغتاضة“ میں آئیں گی۔

حدیث مذکور میں مستحاضہ کے نام میں آئمہ حدیث کا اختلاف:

علامہ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مستحاضہ کے نام میں اختلاف ہے، اکثرین کی روایت میں ان کا نام ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہے اور بعض نے کہا: وہ ام حبیبہ بنت جحش ہیں، امام مسلم کی روایت: ۷۴۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم شیر نسبتی ہیں، یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے نکاح میں تھیں، ان کا سات سال خون جاری رہا، اور امام ابوداؤد الطیالسی نے از ابن ذب از الزہری روایت کیا ہے کہ یہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں، جن کا خون سات سال جاری رہا۔

اور ان کو زینب کے نام میں وہم ہوا ہے، امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کریں۔ (۱)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام ابو داؤد الطیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) نے روایت کیا ہے، میں نے اس حدیث کا ان سے سماع نہیں کیا، انہوں نے از سلیمان بن کثیر از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زینب بنت جحش کا خون جاری ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے لئے غسل کرو اور حدیث بیان کی، امام ابو داؤد نے کہا: اس حدیث کو عبد الصمد نے از سلیمان بن کثیر روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرو، امام ابو داؤد نے کہا: یہ عبد الصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابو الولید کا ہے۔ (۲)

اس حدیث کو امام مسلم نے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش، جو آپ کی ہمیشہ نسبتی تھیں، کا سات سال سے خون جاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے، رگ کا خون ہے، تم غسل کر کے نماز پڑھو۔ (۳)

امام مالک نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش، جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے نکاح میں تھیں، ان کا خون جاری تھا اور وہ غسل کر کے نماز پڑھتی تھیں۔ (۴)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسی طرح یحییٰ وغیرہ نے اس حدیث کو امام مالک سے موطا میں روایت کیا ہے اور یہ امام مالک کا وہم ہے، کیونکہ حضرت زینب بنت جحش، حضرت عبدالرحمن بن عوف کے نکاح میں بالکل نہیں تھیں، وہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، پھر ان کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور جو حضرت عبدالرحمان بن عوف کے نکاح میں تھیں، وہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش تھیں، یہ تین بہنیں تھیں: حضرت زینب، حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمہ بنت جحش، جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے نکاح میں تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں کو استحاضہ آیا تھا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ صرف حضرت ام حبیبہ اور حضرت حمہ کو استحاضہ آیا تھا۔ (۵)

جس کا خون مسلسل جاری ہو، آیا وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے گی یا دو نمازوں کے لئے یا ہر روز غسل کرے گی؟

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے، آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے، تم غسل کرو اور نماز پڑھو تو وہ نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ (۶)

اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کریں۔

دوسروں نے کہا کہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل کر لیں، اور مغرب اور عشاء کے لئے غسل کر لیں، ظہر کو اس کے آخروقت میں پڑھیں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھ لیں، اسی طرح مغرب کو آخروقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیں اور صبح کے لئے ایک غسل

۱۔ سنن ابو داؤد: ۲۹۲۔ فتح الباری لابن رجب، ج ۱، ص ۵۲۴، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ۔ ۲۔ سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۳۳۔

۳۔ صحیح مسلم: ۳۳۴، الرقم المسلسل: ۷۴۰۔ ۴۔ موطا امام مالک: ۱۰۶، تنویر الحواک، ص ۸۰۔

۵۔ الاستذکار، ج ۳، ص ۲۲۸-۲۲۷۔ ۶۔ صحیح مسلم: ۳۳۴، الرقم المسلسل: ۷۳۹، سنن ابو داؤد: ۲۹۰، سنن ترمذی: ۱۲۹، سنن نسائی: ۲۰۵۔

کر لیں۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل مروی ہے اور یہ ابراہیم نخعی اور عبد اللہ بن شداد کا قول ہے۔ دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہر دن میں ایک بار غسل کر لے، جس وقت میں چاہے، اس کو معتقل بن یسار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اس کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ہر روز غسل کرے۔

فقہاء کی ایک اور جماعت نے کہا: وہ ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک کے لئے غسل کرے۔ (۱)  
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث (۲) سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے فتویٰ دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کر لیں اور حضرت ام حبیبہ کی حدیث کی مخالفت کی، اسی وجہ سے ابو محمد اشعری نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث استحاضہ کے باب میں سب سے صحیح حدیث ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہر نماز کے لئے نفلی طور پر غسل کرتی تھیں اور ابن شہاب الزہری نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ اپنی طرف سے ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں، اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے، لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ (۳)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مسلسل خون جاری ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (۴)

حفاظ نے اس حدیث میں اس زیادتی پر طعن کیا ہے، کیونکہ الزہری کے اثبات اصحاب سے یہ زیادتی ثابت نہیں ہے، تاہم اگر اس حدیث میں غسل کے امر کو استحباب پر محمول کر دیا جائے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی، اس حدیث کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل نہیں ہے، بلکہ یہ لفظ غسل ہے یعنی ہر نماز کے وقت فرج سے خون اور نجاست کو دھولیا کریں، کیونکہ نجاست کو زائل کرنا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم ہے، وہ حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ ہے، جس میں ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم ہے، لیکن دونوں حدیثوں کو جمع کرنا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں غسل کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ (۵)

☆ علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ام حبیبہ بنت جحش، حضرت زینب ام المؤمنین کی ہم شیرہ ہیں اور عبدالرحمن بن عوف کی بیوی ہیں۔ واقدی نے کہا۔ ان کا نام حبیبہ اور کنیت ام حبیب ہے، عہد نبوی میں غالباً پانچ عورتوں کو استحاضہ کی بیماری تھی جن کے نام یہ ہیں:  
ام حبیبہ بنت جحش، فاطمہ بنت ابی جحش، سہلہ بنت سہیل، سووہ بنت زمعہ

۱۔ الاستدکار، ج ۳، ص ۲۳۱-۲۳۸ ۲۔ صحیح البخاری: ۲۲۸ ۳۔ عمدۃ القاری، ج ۳، ص ۳۶۲-نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۸۲۸-۸۳۰

۴۔ سنن ابو داؤد: ۲۹۲ ۵۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۸۳۸

ام حبیبہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے لئے نماز کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا غسل کرلو۔ یعنی جب حسب عادت حیض کے دن پورے ہو جائیں۔ تو اس کے بعد غسل کرو۔ پھر ہر نماز کے لئے وضو کر کے نماز پڑھتی رہو۔

واضح ہو کہ مستحاضہ کے لئے یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ ہاں اگر وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے، تو اس میں زیادہ پاکیزگی ہے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ اپنی خوشی سے ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں اس کی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرتی تھیں۔ ہاں اگر ہر نماز کے لئے غسل کیا جائے جیسا ام حبیبہ کرتی تھیں تو حرج نہیں بلکہ مستحب ہے اور حدیث ابوداؤد میں ہر نماز کے لئے غسل کی جو ہدایت ہے وہ ندب و استحباب پر محمول ہے و وجوب پر نہیں، چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

ان اغتسلت لكل صلوٰۃ فواحوط لها وان توضأت لكل صلوٰۃ اجزأھا۔ یعنی مستحاضہ اگر نماز کے لئے غسل کرے تو احوط ہے اور اگر صرف وضو کرے تو کافی ہے۔ (۱)

☆ شیخ سید احمد رضا بخوری دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تشریح: پہلے باب الاستحاضہ میں بھی حضرت فاطمہ بنت ابی حیش کے لئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ”انما ذلك عرق و ليس بالحیضة“ (یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے) گزر چکا اور استحاضہ کی تشریح بھی ہو چکی ہے، یہاں امام بخاری دوسری حدیث دربارہ حضرت ام حبیبہ جیش لائے ہیں۔ جیش کی تین صاحبزادیاں تھیں، حضرت زینب ام المومنین حمہ اور ام حبیبہ کہا گیا کہ یہ سب استحاضہ میں مبتلا تھیں، امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے کہ بعض امہات المومنین بھی مستحاضہ تھیں تو غالباً وہ حضرت زینب ہی تھیں یوں عام طور سے علماء نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ کی استحاضہ والی عورتوں کی تعداد دس تک لکھی ہے مگر محقق عینی نے اپنی وسعت علم و نظر کے تحت گیارہ گنوائی ہیں، ملاحظہ ہو۔ (۲)

حدیث الباب میں ذکر ہوا کہ حضرت ام حبیبہ کو سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی، اس سے ابن القاسم نے استدلال کیا کہ مستحاضہ پر نمازوں کی قضا نہیں اگر وہ حیض کے دھوکہ میں ان کو ترک کر دے کیونکہ حضور ﷺ نے اتنی بڑی مدت کی نمازوں کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا، لیکن حافظ نے لکھا کہ اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ سات سال کی مدت کا ذکر تو ضرور ہوا ہے مگر اس کا کیا ثبوت کہ حضور ﷺ سے سوال کرنے کے وقت سے پہلے یہ مدت گزر چکی تھی۔ (۳)

یعنی ممکن ہے بلکہ صحابیات کے دینی اہتمام کے تحت یہی اغلب ہے کہ سوال استحاضہ کی شکایت شروع ہونے پر ہی ہو گیا ہو گا لہذا ترک صلوٰۃ اور قضا نہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بحث و نظر: حدیث الباب میں ذکر ہوا کہ حضرت ام حبیبہ (حالت استحاضہ میں) ہر نماز کے وقت غسل کیا کرتی تھیں اس پر حافظ نے لکھا کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے ان کے لئے حکم غسل مطلق تھا تکرار پر کوئی دلالت نہ تھی (جس کی تعمیل ایک دفعہ حیض ختم ہونے اور استحاضہ شروع ہونے پر ہو چکی) اس لئے شاید انہوں نے کسی قرینہ سے ہر نماز کے وقت غسل کا حکم سمجھ لیا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ حکم نبوی تو نہ تھا، مگر انہوں نے خود ہی اس کا التزام کر لیا، یہی جمہور کا مذہب بھی ہے کہ بجز متحیرہ کے کسی مستحاضہ پر ہر نماز کے وقت غسل واجب نہیں ہے البتہ وضو ہر نماز کے لئے واجب ہے

باقی ابوداؤد میں جو حدیث مرفوع سلیمان بن کثیر کی روایات سے حکم غسل کی مروی ہے اس میں حفاظ حدیث نے کلام کیا ہے اگرچہ دوسری حدیث ابو داؤد، یحییٰ بن ابی کثیر والی سے بھی حکم غسل ہر نماز کے لئے ثابت ہوتا ہے، لہذا دونوں روایتوں کو جمع کرنے کے لئے حکم غسل کو استحباب پر محمول کرنا ہوگا، امام طحاوی نے حدیث ام حبیبہ کو حدیث فاطمہ بنت ابی جیش سے منسوخ قرار دیا، جس میں صرف وضو کا حکم ہے غسل کا نہیں، تاہم ہمارے نزدیک دونوں طرح کی احادیث میں جمع و تطبیق ہی بہتر ہے یعنی حدیث ام حبیبہ میں امر کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

ارشاد انور: حضرت نے فرمایا: علامہ شوکانی نے استفاضہ کے ہر نماز کے لئے غسل پر نکیر کی ہے اس کو تکلیف مالا یطاق قرار دیا، اور اس کو بدعت تک کہہ دیا ہے نیز دعوے کر گئے کہ اس کی اصل صحیح شرع میں نہیں ہے مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ اس جملہ کا مرفوع ہونا یہاں (بخاری سے) تو ثابت نہیں ہوتا لیکن ابوداؤد نے اس کے مرفوع ہونے کو ثابت کیا ہے، جس میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہی ان کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم فرمایا تھا، حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی تصحیح کر دی ہے اس کے بعد حضرت نے مندرجہ ذیل افادہ کیا۔

علامہ شوکانی وابن تیمیہ کا فرق مراتب:

علامہ شوکانی اور شیخ عبد الوہاب نجدی کبھی کبھی تیز کلامی کرتے ہیں جس کا ان کو حق نہیں ہے کیونکہ وہ سرسری نظر والے ہیں، دقیق النظر نہیں ہیں، موٹی سمجھ والے ہیں البتہ حافظ ابن تیمیہ اگر تیز کلامی کرتے ہیں تو وہ برداشت کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ بڑے پایہ کے شخص ہیں، (یہ بھی فرمایا کہ معذور کے مسائل کبیری شرح منیہ میں تفصیل سے ہیں، البتہ ایک ضروری بات چھوٹ گئی ہے اس کو ققیہ میں دیکھا جائے۔)

صاحب تحفہ وصاحب مرعاة کا ذکر خیر:

اس موقع پر ہم نے تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ کیا کہ علامہ شوکانی کی اس اہم غلطی کا کچھ ذکر کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے یہاں علامہ نووی کی عبارت ذیل نقل کر دی، صرف ایک غسل وقت انقطاع حیض جمہور علماء سلف و خلف کے نزدیک واجب ہے یہی حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباس و حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے اور امام مالک ابو حنیفہ و احمد کا مذہب ہے لیکن ابن عمر ابن زبیر عطاء سے نقل ہے کہ وہ غسل کو ہر نماز کے وقت واجب کہتے تھے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اصل عدم وجوب ہے دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام سے صرف ایک ہی مرتبہ کے لئے امر غسل صحت کے ساتھ مروی ہے، باقی ابوداؤد و بیہقی وغیرہما کی مرویہ احادیث میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور بیہقی وغیرہما کی مرویہ احادیث میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور اس بارے میں صرف بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے ام حبیبہ کو غسل کا حکم دیا اور ہر وقت نماز پر غسل کیا کرتی تھیں، اس کے بعد امام نووی نے امام شافعی کا قول نقل کیا کہ وہ خود ہی تطوعاً غسل کیا کرتی تھیں۔ حضور نے ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا یہ لکھ کر صاحب تحفہ نے لکھا کہ میں کہتا ہوں بعض لوگوں نے جمع کی صورت اختیار کی کہ احادیث غسل لکل صلوٰۃ کو استحباب پر محمول کیا، واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کو چونکہ امر غسل لکل صلوٰۃ والی احادیث صحت کے ساتھ نہ پہنچیں، انہوں نے حضرت ام حبیبہ کو غیر مامور قرار دے دیا اس پر اعتماد کر کے امام نووی نے بھی احادیث امر غسل لکل صلوٰۃ کو غیر ثابت قرار دے دیا، صاحب تحفہ نے اسی تحقیق کو نقل کرنے پر اکتفا کیا تا کہ علامہ شوکانی کی بات بے وزن نہ ہو سکے حالانکہ حق و انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ حافظ ابن حجر کی تصحیح اور حافظ ابن حزم کی تقریر و تحقیق کو بھی

سامنے کرتے اور اس کا حوالہ دینے کے بعد اپنی رائے قائم کرتے، ایک طرف عدم ثبوت والی بات لکھتے ہیں، اور دوسری طرف دے الفاظ میں جمع کی بات بھی نقل کرتے ہیں حالانکہ غیر ثابت کو ثابت کے ساتھ جمع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن حزم کا درجہ فن حدیث میں علامہ نووی سے فائق ہے بقول حضرت شاہ صاحب نووی کا شمار صرف مقیدین میں ہے، محققین میں نہیں، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صاحب تحفہ کی شرح کا درجہ تحقیق کے لحاظ سے کیا ہے، اور وہ اکابر حنفیہ کے بارے میں جو تیز کلامی کرتے ہیں، اس کا ان کو کیا حق پہنچتا ہے۔ یہی بات آج ہم صفائی کے ساتھ ان کے تلمیذ خاص صاحب مرعات کے بارے میں عرض کرتے ہیں، جن کی تیز لسانی کے نمونے سے پہلے پیش بھی کئے ہیں، درحقیقت حضرت شاہ صاحب نے یہ بات نہایت ہی قیمتی فرمائی ہے، کہ حافظ ابن تیمیہ ایسے محققین و مدققین کی تیز کلامی تو برداشت کی جاسکتی ہے لیکن علامہ شوکانی و شیخ عبد الوہاب نجدی کا حد سے آگے بڑھنا زیب نہیں دیتا، یہی رائے ہم نے صاحب تحفہ و صاحب مرعاة کے بارے میں بھی قائم کی ہے اور الحمد للہ علی وجہ البصیرۃ کی ہے جس کی تفصیل بحث و نظر میں آتی رہتی ہیں اور انوار الباری کی تکمیل تک پورے حقائق سامنے ہو کر تمام تلخیصات کے پردے چاک ہو جائیں گے، انشاء اللہ بہ نستعین۔ (۱)

☆ شیخ حافظ محمد امین نجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فوائد مسائل:

(۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی علامت ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آرہا ہو تو جماع نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض ختم ہو جائے یعنی یہ خون آنا بند ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔ (۲) استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے چونکہ وہ بیماری ہے لہذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب ہوتا ہے۔ (۳) ”عرق“ کے معنی رگ ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے اس سے یہ خون آتا ہے۔

فوائد مسائل:

(۱) مستحاضہ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں البتہ افضل اور مستحب ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے یہ بات سمجھی ہے تبھی وہ استحباباً اور افضلیت کو پانے کی خاطر ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں نیز اس بات کی تائید دیگر احادیث سے ہوتی ہے جبکہ بعض کا یہ کہنا کہ انھیں حدیث کے معنی و مراد سمجھنے میں غلطی لگی ہوگی درست نہیں کیونکہ یہ موقف بے دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔ (۲) استحاضہ والی عورت کو لنگوٹ وغیرہ باندھ کر مسجد میں جانا جائز ہے تاکہ خون نیچے گرے نہ کپڑے خراب ہوں۔ (۳) حضرت ام حبیبہ کا ٹب میں غسل کرنا خون کی رنگت دیکھ کر یہ معلوم کرنے کے لیے تھا کہ حیض بند ہوا یا نہیں ورنہ ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنا طہارت کے خلاف ہے۔

فوائد مسائل:

(۱) ”خون سے بھرا ہوا“ اس سے مراد پانی ہے جس میں خون شامل ہونے کی وجہ سے رنگت خون جیسی تھی ورنہ وہ پانی ہی ہوتا تھا۔ مقصد

۱۔ انوار الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۰، ص ۴۷۱-۴۷۳



یہ ہے کہ انہیں بہت خون (استحاضہ) آتا تھا۔ (۲) ”تمہیں حیض آیا کرتا تھا“ گویا پہلے انہیں صرف حیض آتا تھا بعد میں بیماری شروع ہوئی۔ مطلب ہے پہلے جتنے دن حیض آیا کرتا اتنے دن حیض شمار کر داس کے بعد غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھا کرو۔ (۳) استحاضہ کے لیے غسل کرنا مستحب اور افضل ہے ضروری نہیں۔

فوائد مسائل:

(۱) ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت معنا صحیح ہے کیونکہ دیگر احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے نیز حدیث کے بعض حصے کے شواہد کا خود محقق کتاب نے بھی اعتراف کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت بھی اس کی شاہد بنتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الحيض، حدیث: ۳۳۳) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الفقهية مسند احمد: ۴۴-۱۲۳) (۲) جس عورت کو پہلے باقاعدگی سے حیض آتا تھا بعد میں استحاضہ شروع ہوا تو وہ انہی دنوں کو حیض شمار کرے جن دنوں میں اسے پہلے حیض آتا تھا، انہی دنوں میں نماز چھوڑے۔ اس کے علاوہ باقی دنوں میں خون آنے کے باوجود نماز وغیرہ پڑھتی رہے البتہ حیض کے دن ختم ہونے پر وہ غسل کرے، مزید غسل کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اسے شروع ہی سے بے قاعدہ خون آرہا ہے تو وہ رنگ دیکھ کر حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کرے، لیکن اگر رنگ سے بھی پہچان نہ ہو تو وہ مہینے میں سے کوئی چھ یا سات دن حیض سمجھ لے یا قریبی رشتہ دار خواتین کی ماہانہ عادت کو اپنالیا کرے، پھر غسل کر کے نماز شروع کرے۔ (۳) لنگوٹ اس لیے باندھنا ہوگا کہ خون ک قطرے کپڑوں اور جسم کو خراب نہ کریں۔

۸۔ خلاصہ:

مذکورہ بالا آٹھ احادیث مبارکہ سے انا م نسائی کا استدلال یہ ہے کہ حیض کے اختتام پر غسل کرنا واجب ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہریہ میں گیارہ صحابیات کو استحاضہ کا خون آتا تھا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ام حبیبہ بنت جحش ۲۔ ام المؤمنین حضرت زینب ۳۔ حضرت اسماء بنت مہمونہ

۴۔ حضرت فاطمہ بنت ابی جحش ۵۔ حضرت حمہ بنت جحش ۶۔ حضرت سہلہ بنت سہیل

۷۔ حضرت زینب بنت جحش ۸۔ حضرت سودہ بنت زمعہ ۹۔ حضرت زینب بنت ام سلمہ

۱۰۔ حضرت اسماء بنت مرشد حارثیہ ۱۱۔ حضرت بادیہ بنت غیلان ثقفیہ (۱)

☆ استحاضہ کا خون جس رگ سے آتا ہے، عادل کہتے ہیں

☆ حیض کا خون ہر جوان عورت کے رحم سے ہر ماہ باقاعدگی سے معین دنوں میں آتا ہے اس کے دنوں کی قلیل مقدار تین دن اور کثیر دس دن ہے۔

☆ تین دن سے کم اور دس دن سے زائد آنے والا خون بیماری کا خون کہلاتا ہے۔

☆ رگ عادل جس سے استحاضہ کا خون آتا ہے، یہ رحم کے قریب ایک رگ ہے۔

☆ حضرت ام حبیبہ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا بطور استحباب و افضل تھا، ورنہ حیض سے فراغت کے بعد ایک دفعہ غسل کرنا واجب ہے، پھر ہر

نماز کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔

- ☆ استحاضہ والی عورت کو زیر پا جامہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنی چاہیے، تاکہ خون سے جائے نماز کپڑے اور بدن آلودہ نہ ہو۔
- ☆ استحاضہ والی عورت حیض کے دنوں میں غور و فکر کر کے تعین کرے، پھر غسل کر کے نماز پڑھے۔
- ☆ اگر کسی عورت کو شروع سے ہی استحاضہ آنا شروع ہو جائے، تو وہ رنگ اور دیگر علامات سے حیض اور استحاضہ میں فرق کرے، اگر ایسا بھی نہ ہو تو قریبی رشتہ دار خواتین کی ماہواری سے اندازہ کرے۔
- ☆ حیض کے دنوں کی نماز اور روزہ چھوڑ دے، استحاضہ کے دنوں میں نماز پڑھے اور روزہ رکھے گی۔ البتہ حیض کے دنوں کے روزوں کی قضا بھی کرے گی، جبکہ نمازوں کی شرعاً معافی ہے۔

### قرء سے مراد حیض ہے یا طہر؟

### باب ۱۳۵: ذِکْرُ الْأَقْرَاءِ

امام نسائی کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے، علماء احناف کا بھی یہی موقف ہے، جبکہ امام شافعی کے نزدیک قرء سے مراد طہر ہے، علماء لغت کے نزدیک قرء لفظ حیض اور طہر دونوں کے معنی پر مشتمل ہے، اور قرینہ سے اس کا معنی متعین ہوگا۔ اس باب کے قائم کرنے سے امام نسائی کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کا معنی حیض ہے، اس باب میں امام نسائی نے چار احادیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے، پچھلے باب میں حیض سے فارغ ہونے پر غسل کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں لفظ قرء سے حیض کا معنی مراد لینے کا بیان ہے، دونوں باب حیض سے متعلق ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ام حبیبہ بنت جحش زوجہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کو بیماری کا خون جاری ہوا، جس سے وہ پاک نہیں ہوتی تھیں، ان کی یہ حالت آقا کریم ﷺ کو بیان کی گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ماہواری کا خون نہیں ہے، بلکہ رحم کے زخم کا خون ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماہواری کے خون کی مقدار کو یاد کرے، ان دنوں میں نماز کے لیے غسل کرے۔

۲۰۹۔ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ بَكْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَأَنَّهَا اسْتَحِضَتْ لَا تَطْهَرُ فَذَكَرَ شَأْنَهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "إِنَّهَا لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنَّهَا رَكْضَةٌ مِنَ الرَّحِمِ فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ قُرْنِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِضُّ لَهَا فَلْتَتْرِكِ الصَّلَاةَ ثُمَّ تَنْظُرْ مَا بَعْدَ ذَلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے، کہ آقا کریم ﷺ نے لفظ "قرء" کو حیض کے معنی میں استعمال کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ قرء کا معنی حیض ہے۔

۲۔ اطراف: تقدم: ۳۵۴، احمد: ۲۶۰۲۶، السنن الکبریٰ: ۲۱۸، تحفة الاشراف: ۱۷۹۵۴

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چھ کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت ابو بکر بن محمد کے حالات لکھے جاتے ہیں:



۲۔ اسحاق بن بکر: ایضاً

۱۔ الریح بن سلیمان: راجع: ۱۷۳

۳۔ یزید بن عبد اللہ: راجع: ۹۰

۳۔ بکر بن مضر: ایضاً

۵۔ ابوبکر بن محمد:

آپ کا نام قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری خزرجی نجاری مدنی (م: ۱۲۰ھ) ہے، آپ کا نام اور کنیت ایک ہی ہے، البتہ بعض نے کہا کہ ابوبکر نام ہے اور ابومحمد کنیت ہے۔ آپ رواد کے پانچویں طبقہ سے ثقہ، عابد، تابعی راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقاہت و عدالت پر متفق ہیں، آپ مدینہ منورہ کے گورنر اور قاضی ہوئے ہیں۔ آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۶۔ عمرہ: راجع: ۲۰۳ ۷۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ حدیث مبارکہ سابعیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ بیالیسویں (۴۲) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت اسحاق بن بکر کو بعض نے صدوق قرار دیا ہے۔

☆ سند کے تین راوی مصری ہیں اور باقی چار مدنی ہیں۔

☆ سند میں تین تابعین کرام (یزید، ابوبکر، عمرہ) ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔

☆ یہ روایت بھانجا (ابوبکر) کی اپنی خالہ (عمرہ) سے روایت ہے۔

☆ سند میں دو خاتون (عمرہ، حضرت عائشہ) راویات ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ، صیغہ تہذیب دو دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغویات:

ذکر: ذکر کیا گیا

لا تطہروہ برہ پاک نہیں ہوتی تھی

استحفت: اسے بیماری کا خون آتا تھا

قراء: حیض

الرحم: رحم

رکضة: چوٹ، زخم

شانہا: ان کی حالت

عند کل صلوۃ: ہر نماز کے وقت

ما بعد ذلك: اس کے بعد

۲۱۰۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ  
الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ  
كَانَتْ تَسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ "لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ" فَأَمَرَهَا أَنْ  
تَتْرِكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ أَقْرَانِهَا وَحَيْضَتِهَا وَتَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ  
فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

۱۔ مطابقت:

اس حدیث مبارکہ میں آقا کریم ﷺ نے لفظ قرء کو حیض کے مترادف کے طور پر بیان کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرء حیض کے معنی میں ہے۔

۲۔ اطراف: راجع: ۲۰۳

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔ محمد بن المثنی:	راجع: ۸۰	۲۔ سفیان:	راجع: ۱	۳۔ الزہری:	ایضاً
۴۔ عمرہ:	راجع: ۲۰۳	۵۔ عائشہ:	راجع: ۵		

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایات خماسیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ چھیا سٹھویں (۶۶) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے راوی بصری، دوسرے کوئی، اور باقی مدنی ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ، ام المؤمنین اور مکثرین سبعہ رواہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حدثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

سالت: اس نے آپ ﷺ سے پوچھا عرق: رگ۔ رحم کی عادل رگ مراد ہے۔ امرھا: آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ کو حکم دیا

۲۱۱۔ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيبٍ حَدَّثَتْ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَتُ إِلَيْهِ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ فَإِنْ ظُرِرْتُ إِذَا أَتَاكَ قُرْوُكٍ فَلَا تُصَلِّي فَإِذَا مَرَّ قُرْوُكَ فَتَطَهَّرِي ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقُرْوِ إِلَى الْقُرْوِ « هَذَا الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ الْأَقْرَاءَ حَيْضٌ

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ مَا ذَكَرَ الْمُنْذِرُ

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے، کہ آقا ﷺ نے لفظ قرء کو چار دفعہ حیض کے معنی میں استعمال کیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ قرء کا معنی حیض ہے۔

## ۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۳۵، ۳۵۵، ۳۶۰، ابوداؤد: ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۶، السنن الکبریٰ: ۲۱۶، تحفہ الاشراف: ۱۸۰، ۱۸۱، ابن ماجہ: ۶۲۰

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں سات راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گزر چکا ہے، باقی تین کا درج کیا جاتا ہے۔

## ۱۔ عیسیٰ بن حماد:

آپ کا نام ابو موسیٰ عیسیٰ بن حماد بن مسلم عبد اللہ زغبہ صحیحی مصری (م: ۲۳۸ھ) ہے، آپ رواد کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آئمہ جرح و تعدیل آپ کی ثقافت پر متفق ہیں، آپ کے والد کا لقب بھی زغبہ تھا، آپ حضرت امام لیث کے تلامذہ ثقات میں سے آخری شاگرد ہیں، آپ نے نوے سال کی طویل عمر پائی۔ امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

راجع: ۲۰۷

۳۔ یزید بن ابی حبیب:

راجع: ۳۵

۲۔ الليث:

۴۔ بکیر بن عبد اللہ الاشج:

آپ کا نام ابو عبد اللہ بکیر بن عبد اللہ اشج قریشی مدنی مصری (م: ۱۲۰ھ) بعض نے آپ کی کنیت ابو یوسف لکھی ہے، آپ بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے آپ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، آپ کی ثقاہت پر آئمہ حدیث متفق ہیں، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ المنذر بن المغیرہ:

آپ کا نام منذر بن مغیرہ مجازی مدنی ہے، آپ رواۃ کے چھٹے طبقہ سے ہیں، آپ کو علامہ ابن حبان نے ثقہ (۲)، علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقبول (۳) اور امام ابو حاتم نے مجہول (۴) قرار دیا ہے۔ علامہ ابوالحاج جمال الدین یوسف مزی فرماتے ہیں: یحتمل ان یکون جد المنذر بن عبد اللہ الخزامی (۵) شاید یہ منذر بن عبد اللہ خزاعی کے دادا ہوں۔

امام مزی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حضرت منذر بن عبد اللہ خزاعی کے دادا ہیں، پھر ان پر مجہول ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے اسی طرح علامہ احمد بن صالح لکھتے ہیں: حضرت منذر بن مغیرہ جب سے حضرت بکیر بن عبد اللہ اشج روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔ (۶) امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۷)

۶۔ عروۃ بن الزبیر: راجع: ۴۳ ۷۔ فاطمہ بنت ابی جیش: راجع: ۲۰۱

۴۔ حکم روایت:

اس روایت کو امام نسائی نے مذکورہ سند سے سنن نسائی صغریٰ میں دو مقامات (۲۱۱، ۳۵۶) پر نقل کیا ہے، اور نقل کرنے کے بعد درج ذیل تبصرہ کیا ہے:

قد روی هذا الحديث هشام بن عروة عن عروة ولم يذكر فيه ما ذكر المنذر

امام نسائی کا سند پر اعتراض:

مذکورہ بالا عبارت سے امام نسائی کا مقصود یہ ہے کہ حضرت منذر بن مغیرہ نے ”عن عروۃ ان فاطمہ ابی جیش حدثت“ کہا ہے، جب کہ حضرت هشام کی سند میں عن عروۃ عن عائشہ ہے، جس کا مطلب ہے یہ حدیث مبارکہ حضرت عروۃ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے سماعت کی ہے، نہ کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش سے سماعت کی ہے، اس لیے یہ سند منقطع ہے، اور حدیث ضعیف ہے۔

ان عروۃ ادرك فاطمه، ولا يبعد ان يسمع الحديث من عائشه و من فاطمه و اما المنن فان حديث ام حبيبہ يشهد

لہ (۸)

حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت فاطمہ کا زمانہ پایا ہے، اور یہ بعید نہیں کہ انہوں نے یہ حدیث مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ دونوں

۱۔ ا۔ العلل (ابن حنبل)، ج ۱، ص ۵۲ ۱۱۔ تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۱۱۶ ۲۔ التقات، ج ۷، ص ۲۸۰

۳۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۸۰ ۴۔ الجرح والتعديل، ج ۸، ص ۲۳۲ ۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۹۰

۶۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبى، ج ۴، ص ۲۸۲ ۷۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۲۸۰ ۸۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبى، ج ۴، ص ۲۵۷

سے سنی ہو، اور متن کے شواہد حضرت ام حبیبہ کی حدیث مبارکہ میں ہیں، لہذا یہ سند متصل ہوئی۔  
امام ابوداؤد کے نزدیک مذکورہ سند کا متصل اور حدیث کا صحیح ہونا:

امام ابوداؤد نے مذکورہ سند کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ دو مقامات (۲۸۶، ۲۸۰) پر روایت کی ہے، دونوں مقامات پر سند یا حضرت عروہ کے حضرت فاطمہ سے سماع پر کوئی بحث نہیں کی، بلکہ دونوں مقامات پر اس سند اور متن کے دیگر شواہد و متابعات ذکر کیے ہیں، جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک یہ سند متصل اور حدیث مبارکہ صحیح ہے۔  
امام مسلم کی شرائط پر مذکورہ سند کا متصل ہونا:

امام مسلم کے نزدیک اتصال سند کے لیے راوی اور مروی عنہ کی معاشرت کا ایک ہونا کافی ہے، اگرچہ ملاقات ثابت نہ ہو (۱) مذکورہ سند میں حضرت عروہ اور حضرت فاطمہ کا زمانہ ایک ہے، اس لیے امکان سماع موجود ہے لہذا یہ سند متصل ہے۔  
شواہد و متابعات کی وجہ سے حدیث مذکور کا صحیح ہونا:

مذکورہ حدیث مبارکہ کے شواہد اور متابعات کثیر ہیں، جنہیں آئمہ صحاح ستہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دیگر کثیر آئمہ حدیث نے نقل کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی نجدی نے بھی مذکورہ حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے (۲) لہذا مذکورہ بالا دلائل، شواہد اور متابعات کی بناء پر یہ حدیث مبارکہ سنداً متصل اور متناً صحیح ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سابعیات امام نسائی میں سے ہے

- ☆ سابعیات کے اعتبار سے یہ تنالیسویں (۴۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت منذر بن مغیرہ علامہ ابن حبان اور احمد ابن صالح نے ثقہ، علامہ بن حجر عسقلانی نے مقبول اور امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے، علامہ مزی کارحمان اس طرف ہے کہ آپ ثقہ ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے تین راوی مصری، چوتھے مدنی مصری اور آخری تین مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ زبیر فقہاء سبعہ مدینہ منورہ تابعین میں سے ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر تا ایک دفعہ، کلمہ تحدیث دو دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

انت رسول الله: وہ آقا کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں

فستنکت اليه الدم: انہوں نے آقا کریم سے خون آنے کی بات عرض کی

فانظري: تم غور و فکر کرو۔ قروك: تمہارے ماہواری کے دن۔ تمہارا حیض

موجہ گزر گیا۔ مراد ہے حیض کے دن گزر جائیں فتطهري: تو غسل کر

القرء: ماہواری۔ حیض

۲۱۲۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ وَوَكَيْعٌ  
وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ  
قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ  
قَالَ "لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ  
فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّيْ"

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے:

حضرت فاطمہ بنت حبیش آقا کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور  
عرض کیا: میں بیماری کے خون سے کبھی پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ  
دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے، حیض کا نہیں ہے۔ جب  
تمہیں ماہواری کا خون آئے، تو نماز چھوڑ دو، اور جب ختم ہو جائے، تو  
خون دھو کر نماز پڑھو۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ذیل ہے:

آقا کریم نے بیماری اور ماہواری کے خون کی وضاحت فرمائی ہے، باب بھی ماہواری کے خون سے متعلق ہے، اس حدیث مبارکہ میں  
حضور انور ﷺ نے ماہواری کے خون کے لیے لفظ "حیض" کا استعمال فرمایا ہے۔

۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۵۹، بخاری: ۲۲۸، ۳۰۶، ۳۲۰، ۳۲۵، ۳۳۱، مسلم: ۳۳۳، ترمذی: ۱۲۵، ابن ماجہ: ۶۲۱، دارقطنی: ج ۱، ص ۲۰۶، ابن ابی  
شیبہ، ج ۱، ص ۱۲۵، ابوعانہ، ج ۱، ص ۳۱۹، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۳۲۲، احمد: ۲۵۶۲۲، السنن الکبریٰ: ۲۱۷، تحفۃ الاشراف: ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴

- ☆ حضرت اسحاق بن ابراہیم بن ابراہیم ابن راہویہ نے یہ حدیث مبارکہ تین شیوخ حضرت عبدہ، کعب اور ابو معاویہ سے سماعت کی ہے۔
  - ☆ یہ بیٹے (ہشام) کی اپنے باپ (عروہ) سے روایت ہے۔
  - ☆ حضرت عروہ بن زبیر فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔
  - ☆ یہ بھانجے (عروہ) کی اپنی خالہ (حضرت عائشہ) سے روایت ہے۔
  - ☆ سند میں الفاظ روایت حدیث ایک دفعہ، خبرنا، اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔
  - ☆ حدیث نمبر ۲۱۱ پر امام نسائی کا اعتراض یہ ہے کہ یہ روایت عن عروہ عن عائشہ نفی حضرت عروہ کا حضرت فاطمہ سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے، لہذا یہ سند منقطع ہے اور حدیث ضعیف ہے، علامہ ابن حزم، امام ابو داؤد اور امام مسلم کے نزدیک حضرت عروہ کا حضرت فاطمہ سے سماع ثابت ہے، اس روایت کی سند متصل ہے اور یہ حدیث مبارکہ کثیر شواہد اور متابعات کی بناء سند امتنا صحیح ہے۔

## ۶۔ لغات:

جاءت: وہ ایک عورت آئی لا اظہر: میں پاک نہیں ہوتی اخادع الصلوة؟: کیا میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟  
 فاغسلی غسک الدم بتواپنا خون دھو۔ مراد ہے کپڑے دھواور غسل کر

۷۔ مسائل و نصائح:

اس باب میں مذکورہ احادیث کی اکثر تشریحات و توضیحات حدیث نمبر ۱۳۴ اور حدیث نمبر ۲۰۹ کے ضمن میں گزر چکی ہیں، باقی چند ایک حسب ذیل ہے:

حیض اور استحاضہ کا معنی:

حدیث مذکور ہے: ”استحاض“ اس کا معنی ہے: حیض کی مدت گزرنے کے بعد میرا خون مسلسل جاری رہتا ہے یعنی وہ مستحاضہ تھیں، حیض  
حیض اس خون کہتے ہیں جو رحم سے نکلتا ہے اور رحم وہ جگہ ہے جہاں جماع کیا جاتا ہے اور جس سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے اور استحاضہ وہ خون ہے جو  
حیض کی کم از کم مدت سے کم دنوں میں آئے یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے زیادہ دنوں میں آئے، یعنی تین دن سے کم آئے یا دس دن سے  
زیادہ آئے۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ نے حیض ختم ہونے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے  
اس حدیث میں مذکور ہے: اور جب حیض چلا جائے تو تم اپنے جسم سے خون صاف کرنا، پھر نماز پڑھنا، اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اس  
میں نبی ﷺ نے غسل کا ذکر نہیں کیا اور حیض ختم ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس روایت میں غسل کا ذکر نہیں ہے  
لیکن دوسری صحیح روایت میں غسل کا ذکر ہے، وہ روایت حسب ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: بے شک حیض کے بعد میرا خون جاری رہتا ہے، آپ نے فرمایا: یہ رگ (کا خون) پس تم غسل کر دو پھر نماز پڑھو، پس وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں (۱)

۱۔ صحیح مسلم: ۳۳۳، الرقم ۱، مسلسل: ۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۵، سنن ترمذی: ۱۲۹، سنن نسائی: (۲۰۵)

اور احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، لہذا اس حدیث میں بھی یہی معنی مراد کہ جب حیض چلا جائے تو تم غسل کرو پھر نماز پڑھو۔  
حائضہ عورت کو پیش آنے والے دیگر مسائل:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حیثم نے نبی ﷺ سے سوال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے پیش آمدہ مسئلہ میں عالم دین سے براہ راست سوال کر سکتی ہیں۔

(۲) جو عورت حائضہ ہو، اس کا ایام حیض میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، خواہ نماز فرض ہو یا نفل ہو، نہ اس کا طواف کرنا جائز ہے، نہ نماز جنازہ پڑھنا، نہ سجدہ تلاوت کرنا نہ سجدہ شکر کرنا۔

(۳) جب کسی عورت کا حیض منقطع ہو جائے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اسی وقت غسل کر کے اس وقت کی نماز پڑھے اور پھر اس کے لیے نماز اور روزے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور وہ طاہرات کے حکم میں ہے۔

(۴) بعض فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر پیشاب اور پاخانے کے راستوں کے علاوہ بھی جسم کے کسی حصہ سے خون نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ نبی ﷺ نے استحاضہ میں وضو ٹوٹنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ رگ سے خون نکلا ہے، لیکن وہ پیشاب کے راستے سے نکلا ہے اور پیشاب کے راستہ سے جو خون نکلے، اس سے وضو ٹوٹنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۵) بعض احادیث میں مذکور ہے کہ وہ نماز کے لیے وضو کرے اس میں فقہاء احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ مستحاضہ ہو یا کوئی اور صاحب عذر مثلاً جس کے پیشاب کے قطرات ہر وقت نکلتے رہتے ہیں یا جسم کے زخم سے ہر وقت خون بہتا رہتا ہے، آیا وہ ہر نماز کے لیے ایک وضو کرے یا ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضو کرے، فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے لیے ایک وضو کرے اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے ایک وضو کرے اور اس پورے وقت میں فرائض اور نوافل اور تلاوت قرآن کر سکتا ہے، بہ طریقہ کسی اور وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے اور جب دوسری نماز کا وقت آجائے گا تو پھر اس کو دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ (۱)

فائدہ:

مستحاضہ کے لیے ہر نماز کے وقت غسل کی حدیث کو حافظ ابن حجر نے قوی قرار دیا ہے اور اسے قابل حجت قرار دیتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے والوں کا تعاقب کیا ہے اور آخر میں حدیث عکرمہ اور اس کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے اس امر کو استحباب پر محمول کیا ہے، یعنی استحاضہ میں مبتلا عورت کے لیے ہر نماز کے لیے غسل کرنا افضل تو ہے واجب نہیں تا کہ دیگر روایات سے اختلاف پیدا ہو۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (۲)

فائدہ:

اس سے پہلی تین روایات میں (قرء) حیض کے معنی میں آیا ہے۔ اور یہی امام نسائی کا مقصود ہے۔ امام شافعی نے (قرء) سے طہر مراد لیا ہے۔ لغت کے لحاظ سے یہ لفظ دونوں معانی میں استعمال ہوا ہوتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے دونوں میں سے کوئی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ محققین کا یہی موقف ہے۔



۸۔ خلاصہ:

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے امام نسائی کا استدلال یہ ہے کہ لفظ ”قرء“ کا معنی حیض بیان کیا ہے، آقا کریم ﷺ نے اس لفظ کو حیض کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

☆ لفظ ”قرء“ کا معنی حیض اور طہر دونوں مشترک ہیں، البتہ قرینہ سے معنی کا تعین ہوگا، علماء احناف کے نزدیک طلاق کے باب میں اس کا معنی حیض ہے، جبکہ علماء شوافع کے ہاں اس کا معنی طہر ہے۔

☆ عورت کو حیض کی حالت میں نماز معاف ہے، جبکہ استحاضہ کی حالت میں نماز پڑھنا فرض ہے۔

☆ حالت حیض میں عورت کے لیے نماز پڑھنا، قرآن پڑھنا طواف کرنا، نماز جنازہ پڑھنا، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر ادا کرنا ناجائز نہیں ہے۔

☆ امام شافعی کے نزدیک استحاضہ والی عورت اور اسی طرح کے دوسرے شرعی معذور ہر نماز کے لیے علیحدہ وضو کریں، جبکہ علماء احناف کے

نزدیک ہر نماز کے وقت کے لیے علیحدہ وضو کریں گے، پھر اس وقت فرائض، نوافل اور دیگر عبادات اس وضو کے ساتھ بجالانا جائز ہے۔

☆ استحاضہ عورت اور اسی کی مثل دوسرے شرعی معذوریں کے لیے ہر نماز کے وقت کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

☆ حائضہ عورت کیلئے ماہواری سے فارغ ہونے پر غسل کرنا واجب ہے۔

☆ حضرت ام حبیبہ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا استحباب پر محمول ہے۔

☆ مسلسل استحاضہ والی عورت غور و فکر کر کے حیض کے دنوں کا تعین کرے گی۔

☆ آقا کریم ﷺ کا ہر نماز یا دو نمازوں کے لیے ایک غسل کا حکم بھی استحباب پر محمول ہے، کیونکہ دوسری حدیث مبارکہ میں آقا کریم ﷺ

نے حیض سے فارغ ہونے پر غسل اور پھر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

### استحاضہ والی عورت کا غسل کرنا

### باب ۱۳۶: ذِکْرُ اغْتِسَالِ الْمُسْتَحَاضَةِ

اس باب میں ایسی عورت کے غسل کرنے کا بیان ہے جسے بیماری کا خون مسلسل جاری ہو، آقا کریم ﷺ نے ایسی عورت کو ظہر اور عصر کے

لیے ایک غسل، مغرب اور عشاء کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے علیحدہ غسل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم استحباب پر محمول ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسی

عورت کے لیے صرف وضو کرنے کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے، اس لیے یہ ایک اختیاری اور استحبابی عمل ہے، امام نسائی نے اس باب میں ایک حدیث

مبارکہ سے استنباط کیا ہے، پچھلے باب میں لفظ قرء سے حیض مراد ہونے کا بیان تھا۔ اس باب میں استحاضہ والی عورت کے غسل کرنے کا بیان ہے،

دونوں ابواب میں مناسبت یہ ہے کہ حیض سے غسل واجب ہوتا ہے، اور استحاضہ سے غسل مستحب ہوتا ہے، یعنی دونوں کا تعلق غسل سے ہے۔

۲۱۳۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَمْرَأَةً مُسْتَحَاضَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهَا إِنَّهُ عِرْقٌ عَائِدٌ فَأَمَرَتْ أَنْ تُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهَا غُسْلًا وَاحِدًا وَتُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهَا غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا وَاحِدًا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

آقا کریم کے زمانہ حیات (طاہری) میں ایک عورت کو بیماری کا خون آتا تھا، اسے بتلایا گیا: یہ سرکش رگ کا خون ہے، پھر اسے طہر کوتا ظہر کوتا خیر سے اور عصر کے جلدی پڑھنے اور دونوں کے لیے ایک غسل کرنے کا حکم دیا گیا، مغرب کوتا خیر سے اور عشاء کو جلدی پڑھنے کا اور دونوں کے لیے ایک غسل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر فجر کی نماز کے لیے علیحدہ غسل کرنے کا حکم دیا گیا۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے استحاضہ والی عورت کو غسل کرنے کا حکم دیا۔

۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۵۸، ابوداؤد: ۲۹۴، ابن ماجہ: ۶۲۱، احمد: ۲۵۴۴۶، سنن بیہقی: ج ۱، ص ۳۵۲، طحاوی: ج ۱، ص ۳۵۲، تحفہ الاشراف: ۱۴۷۹۵،

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے۔

۱۔ محمد بن بشار: راجع: ۲۷ ۲۔ محمد: راجع: ۲۲ ۳۔ شعبہ: راجع: ۲۶ ۴۔ عبدالرحمان بن القاسم: راجع: ۱۶۶

۵۔ القاسم بن محمد: ایضا ۶۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح مرفوع ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

یہ روایت سدا سیات امام نسائی میں سے ہے۔

☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ اکانویں (۹۱) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔

☆ سند کے پہلے تین راوی مصری اور آخری تین مدنی ہیں۔

☆ یہ سند حضرت عائشہ صدیقہ کی مرویات سے اصح الاسانید میں سے ہے۔

☆ یہ بیٹے (عبدالرحمان) کی اپنے باپ (القاسم) سے روایت ہے،

☆ اسی طرح یہ (القاسم) کی اپنی پھوپھی (حضرت عائشہ صدیقہ) سے روایت ہے۔

☆ حضرت قاسم بن محمد فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔

☆ سند میں الفاظ اداء روایت اخیرنا ایک دفعہ، حد ثادو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

عهد رسول الله ﷺ حضور کریم ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری  
عرق عائد: سرکش رگ۔ ایسی رگ جس سے مسلسل خون بہے  
امرت: اس ایک عورت کو حکم دیا گیا۔

ان تو خر: تو جلدی کر  
صلوة الصبح: فجر کی نماز  
غسلا واحدا: ایک غسل

## ۷۔ مسائل و نصائح:

☆ سرکش رگ سے مراد مسلسل خون بہنا ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

عرق عائد کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب نہایہ نے لکھا ہے: اس سے مراد عورت کا وہ خون ہے، جو اس کی عادت کے برعکس مسلسل جاری ہوتا ہے، بعض نے کہا ہے: اس سے مراد وہ خون ہے جو رکتا نہیں ہے۔ (۱)

☆ حدیث مذکور مرفوع حدیث ہے:

علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالبہاوی سندھی حنفی لکھتے ہیں:

امرت: سے مراد حضور اکرم ﷺ کا حکم دینا ہے (۲)

علامہ جلال الدین عبدالرحمان سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

و کیعظ حکم الرفع فی الصواب نحو من السنۃ من صحابی

کذا امرنا و کذا کننا نری فی عمدہ او عن اضافہ عری (۳)

جب صحابی یہ کہے کہ یہ سنت سے ہے، ہمیں اس طرح حکم دیا گیا، ہم نے ایسا دیکھا، آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایسا ہوتا تھا، یا اسی طرح کے دیگر الفاظ استعمال کرے، تو ان تمام صورتوں میں روایت کا حکم مرفوع ہوگا۔

☆ عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا:

علامہ ابو محمد محمود بن احمد بدرالدین عینی رحمہ اللہ حنفی لکھتے ہیں:

۲۔ حاشیہ سندھی: ج ۱، ص ۵۵

۱۔ زہرا الزلی، ج ۱، ص ۵۵

۳۔ ذخیرہ العقبیٰ فی شرح المجتبى، ج ۴، ص ۲۸۸

اس حدیث مبارکہ میں آقا کریم ﷺ نے ایک غسل کے ساتھ دو نمازوں کو جمع کی اجازت عنایت فرمائی ہے، یہ اسی طرح ہے، جیسے مسافر کو دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کی رخصت دی گئی ہے، اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک تیمم سے دو فرض نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ دونوں میں علت ایک ہے، اور شرعی ضرورت بھی ہے، امام ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری اور امام زہری کا بھی یہی مسلک ہے۔ (۱)

☆ حافظ محمد امین سلفی نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فوائد مسائل:

(۱) اسے کہا گیا، ”ظاہر ہے کہنے والے رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ کیونکہ آپ کے دور میں صحابہ کرام آپ ہی سے مسئلہ پوچھا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔  
(۲) ”سرکش رگ“ چونکہ استحاضہ شروع ہو جائے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتا اس لیے رگ کو سرکش کہا گیا ہے۔ بعض نے اس کے معنی ”نہ رکنے والی“ کیے ہیں، یہ معنی بھی درست ہیں۔

(۳) اس حدیث میں مستحاضہ عورت کو ایک دن میں تین غسل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے مگر یہ مستحب اور اختیاری چیز ہے واجب نہیں کیونکہ بعض روایات میں یہ لفظ بھی ہیں: ”اگر تو طاقت رکھے۔“ (۲) ورنہ واجب تو صرف وضو ہے۔

(۴) ایک نماز کو مؤخر کرنا اور دوسری کو جلدی پڑھنا، یہ جمع صوری، یعنی پہلی نماز اپنے آخری وقت میں اور دوسری نماز اپنے اول وقت میں اس طرح دونوں نمازیں اپنے اصل وقت ہی میں پڑھی جائیں گی۔ صرف ظاہر اجمع کی گئی ہیں۔

۸۔ خلاصہ:

اس حدیث مبارکہ سے امام نسائی کا استدلال یہ ہے کہ استحاضہ والی عورت دو نمازوں کے لیے غسل کرے گی، اور یہ امر مستحب ہے، کیونکہ اس سے پہلے احادیث مبارکہ گزر چکی ہیں، جن میں استحاضہ والی عورت کو حیض کے بعد غسل اور پھر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کا حکم تھا۔  
☆ یہ روایت سند امر فروع کے حکم میں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ نے علی عہد رسول اللہ ﷺ اور امت کے الفاظ استعمال کئے ہیں، علماء اصول کے نزدیک جب صحابی یا صحابیہ اس طرح کے الفاظ استعمال کریں، تو روایت کا حکم مرفوع کا ہوتا ہے۔

☆ رگ عاذل سے مراد وہ رگ ہے، جس سے مسلسل خون بہتا ہے، اور رکتا نہیں ہے۔

☆ مذکورہ عورت کو ایک دن میں تین دفعہ غسل کرنے کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

☆ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جمع صوری ہے، یعنی ظہر آخری وقت میں اور عصر پہلے وقت میں، پھر مغرب آخری وقت میں اور عشاء اول وقت میں پڑھنی چاہئے، اس طرح دونوں نمازیں اپنے اصل وقت میں ادا ہوں گی۔

☆ ایک تیمم کے ساتھ بھی دو نمازیں مذکورہ ہمت پر پڑھنا جائز ہے، کیونکہ وہاں پر بھی یہی علت دشواری ہے، اسی طرح مسافر کو بھی اس کی اجازت ہے۔

## باب ۱۳۷: الاغتسال من النفاس

## نفاس کے بعد غسل کرنا

نفاس: وہ خون ہے، جو بچہ کی پیدائش کے بعد عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے، اس کی قلیل مدت کی حد نہیں ہے، البتہ کثیر مدت چالیس دن ہے، عورتوں کی اپنی عادات کے مطابق جب یہ خون آنا بند ہو جائے، تو غسل کرنا فرض ہے، اس باب میں امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے، پچھلے باب میں مستحاضہ عورت کے غسل کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں نفاس والی عورت کے غسل کرنے کا بیان ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو ذوالحلیفہ کے مقام پر نفاس کا خون آیا، تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں غسل کرنے اور احرام باندھنے کا کہو۔

۲۱۴۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فِي حَدِيثِ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ لَفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ "مُرْهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَهْلَ"

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ اور باب کے عنوان میں بظاہر تفاوت ہے، اس میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نفاس غسل کا حکم وصفائی کے لئے دیا، تاکہ حالت احرام میں نظافت حاصل ہو، یہی مطلوب ہے، جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت نفاس میں بھی غسل کا حکم دیا ہے، نفاس کے بعد بدرجہ اولیٰ یہ حکم ثابت ہوگا۔ غالباً امام نسائی کا اس باب کو قائم کرنے کا یہی مقصد ہے۔

۲۔ اطراف: تقدم: ۳۸۹، ۲۷۶، ۲۷۷، مسلم: ۱۲۱۰، ابن ماجہ: ۲۹۱۳، احمد: ۲۷۱۵۲، السنن الکبریٰ: ۲۱۹، تحفۃ الاشراف: ۲۶۰۰

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ راویوں کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت محمد بن قدامہ کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن قدامہ: آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن قدامہ بن عیین بن مسور قریشی مصیسی (م: ۲۵۰ھ) ہے، آپ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے ثقہ راوی ہیں، اہل علم آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۲۔ جریر: راجع: ۲۔ ۳۔ یحییٰ بن سعید: راجع: ۲۳۔

۴۔ جعفر بن محمد: راجع: ۱۸۲۔ ۵۔ محمد بن علی: راجع: ۹۵۔

۶۔ جابر بن عبد اللہ: راجع: ۳۵۔

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔

۱۔ المعجم الموشل، ص ۹۳۳۔ ۲۔ العلل، ج ۳، ص ۱۲۸۔

## ۵۔ خصوصیاتِ سند:

- ☆ یہ روایت سداسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔
- ☆ سداسیات کے اعتبار سے یہ بانویں (۹۲) حدیث مبارکہ ہے، سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
- ☆ سند میں دو راوی امام جعفر صادق رحمہ اللہ اور امام محمد باقر رحمہ اللہ آئمہ اطہار میں سے ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی مصیصی، دوسرے کوئی اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ شیخ محمد بن قدامہ سے امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمہما اللہ، جبکہ باقی رواۃ سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں، البتہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ روایت نہیں کرتے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مکثرین سبعہ رواۃ میں سے ہیں، آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

نفس: اسے نفاس کا خون جاری ہو گیا  
ذوالحلیفہ: مقام کا نام جہاں سے اہل مدینہ احرام باندھتے ہیں، یہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب مکہ مکرمہ ہے  
مرہا: اس کو کہو، اسے حکم دو  
تھل: وہ تلبیہ کہے، مراد ہے احرام باندھے

## ۷۔ مسائل و نصائح:

- ☆ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو غسل کرنے کا حکم بطور نظافت تھا۔
- علامہ ابوالحسن محمد بن عبد اللہ ہادی سندھی رحمہ اللہ حنفی لکھتے ہیں:

یہ غسل احرام کی حرمت کی وجہ سے بطور نظافت تھا، اور یہ نفاس سے فارغ ہو کر غسل واجب نہ تھا، کیونکہ غسل واجب نفاس سے فراغت کے بعد ہوتا ہے، اور اس وقت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نفاس شروع تھا، اس صورت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جس وقت آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا، اس وقت تو نفاس شروع ہوا تھا۔ (۱)

حیض والی عورت کے احرام میں مذاہب:

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے اور ان کا احرام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ آئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ غیر مقلدین کو واجب قرار دیتے ہیں، حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کے تمام افعال کرے گی۔ البتہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اصنعی ما یصنع الحاج غیر ان لا تطوفی ”طواف کے سوا حج کے سارے افعال کرو۔“ (۲)

☆ حیض ونفاس والی عورت قرآن کے علاوہ ذکر اذکار کر سکتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر موسیٰ شاہین لکھتے ہیں:

حج کے اعمال ذکر و اذکار اور تلبیہ و دعاؤں پر مشتمل ہیں، اس لئے حیض ونفاس والی عورتوں کو یہ منع نہیں ہے، یہی حکم جنبی کا بھی ہے، البتہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، کچھ اس کی اجازت دیتے ہیں، اور کچھ اس سے منع کرتے ہیں۔ علامہ طبری، ابن منذر اور امام ابو داؤد کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے، ان حضرات کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: **آقا کریم ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، کیونکہ ذکر عام ہے، وہ قرآن اور غیر قرآن سب کو شامل ہے، اس لئے جائز ہے، امام مالک اور امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی ہے، جبکہ جمہور علماء تلاوت قرآن مجید کے عدم جواز کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: آقا کریم ﷺ ہر حال میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے، سوائے حالت جنابت کے۔ (۱) اس حدیث مبارکہ کو آئمہ سنن اربعہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔**

☆ حیض اور نفاس والی عورتوں کی ناپاکی جنبی سے زیادہ ہے۔ (۲)

☆ امام نسائی پر علامہ سندھی کا اعتراض اور اس کا جواب:

علامہ سندھی **رحمہ اللہ** نے امام نسائی **رحمہ اللہ** پر یہ اعتراض کیا ہے کہ باب کے عنوان اور حدیث مبارکہ میں کوئی مطابقت نہیں ہے، کیونکہ باب کا عنوان ہے نفاس سے غسل کرنا اور حدیث مبارکہ میں صفائی حاصل کرنے کیلئے غسل کرنے کا بیان ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شیخ محمد بن علی اتیوبی لولوی نجدی **رحمہ اللہ** لکھتے ہیں: میرے نزدیک علامہ سندھی کا اعتراض درست نہیں ہے، کیونکہ علامہ نسائی نے باب کا عنوان: نفاس کے ختم ہونے پر غسل کرنا، قائم کیا، بلکہ یہ عنوان قائم کیا ہے، نفاس سے غسل کرنا، اس عبارت میں اگرچہ علامہ سندھی کے اعتراض کی بھی گنجائش ہے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اسے عام سمجھا جائے، کیونکہ غسل کا واجب ہونا، نفاس کی ناپاکی کی وجہ سے ہے، وہ چاہے نفاس کی حالت میں نظافت کے لئے ہو **ﷺ**، یا نفاس کے ختم ہونے پر پاکی حاصل کرنے کے لئے ہو، اس صورت میں نظافت کا حکم نص سے ثابت ہوگا، اور اسی سے پاکی کا حکم نفاس ختم ہونے پر ہوگا، کیونکہ جب نفاس کی حالت میں غسل کرنا واجب ہوگا، تو ختم ہونے پر بدرجہ اولیٰ یہ حکم واجب ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہاں پر علت خون کا ناپاک ہونا ہے، جیسا کہ ماہواری کا خون ہے۔ (۳)

☆ شیخ محمد بن علی اتیوبی لولوی نجدی **رحمہ اللہ** کا حالت نفاس میں غسل کو واجب کہنا آئمہ اربعہ کے نزدیک درست نہیں ہے:

مذکورہ بالا بحث میں شیخ محمد بن علی اتیوبی نے حالت نفاس میں غسل کو واجب لکھا ہے، جو کہ جمہور علماء کے موقف اور آئمہ اربعہ کے موقف کے برعکس ہے۔

اس بارے میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی **رحمہ اللہ** لکھتے ہیں:

☆ حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے، اور ان کا احرام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، آئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ (۴)

۸۔ خلاصہ:

اس باب کے قائم کرنے اور حدیث مبارکہ سے امام نسائی **رحمہ اللہ** کا استدلال یہ ہے، کہ نفاس کی حالت میں بھی نظافت حاصل کرنے کے

۱۔ ترمذی: ۱۴۶۔ ۲۔ فتح المنعم شرح صحیح مسلم، ج ۵، ص ۱۷۱۔

۳۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح سنن البیہقی، ج ۴، ص ۲۹۷-۲۹۸۔ ۴۔ شرح مسلم نووی، ج ۱، ص ۳۸۵۔



لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

☆ مذکورہ باب اور حدیث سے غسل کا استحباب مراد لینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ امام نسائی نے اس سے پہلا باب بھی مستحاضہ کے لئے غسل کے استحباب کا ذکر کیا ہے۔

☆ مذکورہ حدیث میں غسل کا حکم بطور استحباب ہے۔

☆ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو ذوالحلیفہ سے نفاس کا خون شروع ہوا، اس کا سب حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت تھی، ذوالحلیفہ اہل مدینہ کامیقات اور مدینہ منورہ سے چھ میل جانب مکہ مکرمہ ہے، مقام شجرہ بھی ذوالحلیفہ میں ہی ہے، مقام بیداء بھی ذوالحلیفہ کی ایک جانب میں واقع ہے، ممکن ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ولادت کے وقت مقام بیداء میں لوگوں سے دور ہوں، اور آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں تشریف فرما تھے، آپ نے یہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض احادیث مبارکہ میں مقام شجرہ اور مقام بیداء کا ذکر ہے (۱)

☆ آئمہ اربعہ کے نزدیک حیض و نفاس والی عورت کا احرام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

☆ علماء ظاہر، غیر مقلدین اور نجدی علماء کے نزدیک یہ غسل واجب ہے ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث مبارکہ ہے۔

☆ حیض و نفاس والی عورت اور جنبی مرد کے لئے تلاوت قرآن مجید کے علاوہ باقی ذکر اذکار جائز ہیں، بعض علماء قرآن مجید کی تلاوت کے بھی قائل ہیں۔

☆ حیض و نفاس والی عورت حج اور عمرہ کے تمام افعال کرے گی، البتہ طواف اور اس کی دو رکعتیں ادا نہیں کرے گی، وہ حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے گی۔

☆ حیض و نفاس والی عورت کے لئے تلبیہ کہنا، دعا کرنا اور سعی کرنا جائز ہے۔

☆ نفاس سے فارغ ہونے پر عورت کے لئے غسل کرنا فرض ہے۔

☆ حیض اور نفاس کا خون پلید ہے۔

☆ مذکورہ حدیث میں غسل کا حکم بطور استحباب ہے۔

☆ عورتوں کو شوہروں یا ولیوں کے ذریعہ تبلیغ کرنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بتلائیں۔

## باب ۱۳۸: الْفَرْقُ بَيْنَ دَمِ الْحَيْضِ وَالْإِسْتِحَاضَةِ

### ماہواری اور بیماری کے خون کا فرق

ماہواری کا خون سیاہی مائل اور بیماری کا خون سرخی مائل ہوتا ہے، عربی زبان میں ماہواری کو حیض اور بیماری کے خون کو استحاضہ کہتے ہیں، اس باب میں ماہواری اور بیماری کے خون کا فرق اور پہچان بیان کی گئی ہے، اس باب میں امام نسائی نے پانچ احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے، پچھلے باب میں نفاس کے خون کی وجہ سے غسل کرنے کا بیان تھا، اور اس باب میں ماہواری اور بیماری کے خون کے فرق کو بیان کیا گیا ہے، پچھلا باب نفاس کے

۱۔ فتح الممنع، ج ۵، ص ۱۷۰



خون سے متعلق تھا، اور یہ حیض اور استحاضہ کے خون سے متعلق ہے، یہ تینوں خون عورت کو آتے ہیں، یہ دونوں باب عورت کے خون سے متعلق ہیں۔

۲۱۵۔ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ - وَهُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ - عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَعَاظُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ - فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدٌ يَعْرِفُ - فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخِرُ فَتَوَضَّئِي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ"

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہیں بیماری کا خون آتا تھا، آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: مہواری کا خون سیاہ ہوتا ہے، جو پہچانا جاتا ہے، (جب یہ خون آئے) تو نماز چھوڑ دو، جب دوسری رنگت کا خون آئے، تو وضو کرو، کیونکہ وہ رگ کا خون ہے۔

۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

مہواری کا خون سیاہ ہوتا ہے۔

۲۔ اطراف: راجع: ۲۰۱

۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، جن میں سے پانچ کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ محمد بن المثنی: راجع: ۸۰ ۲۔ ابن ابی عدی: راجع: ۱۷۵

۳۔ محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص:

آپ کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص لیشی مدنی (م: ۱۴۵ھ) ہے، آپ رواد کے چھٹے طبقہ سے صدوق، صالح الحدیث، متکلم فیہ راوی ہیں، علامہ ابن حبان رضی اللہ عنہ نے ثقات میں شمار کیا ہے، آئمہ صحاح ستہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

۴۔ ابن شہاب: راجع: ۱ ۵۔ عروہ بن الزبیر: راجع: ۲۴

۶۔ فاطمہ بنت ابی حبیش: راجع: ۲۰۱

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد و متابعات کی بناء پر صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت سدا سیات امام نسائی رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔

۱۔ احوال الرجال، ص ۲۴۴ ii۔ اکمال، ج ۶، ص ۲۴۴

- ☆ سدا سیات کے اعتبار سے یہ تراویں (۹۳) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ یہ مسلسل تیسری حدیث مبارکہ سدا سیات میں سے ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ محمد بن عمرو بن علقمہ متکلم فیہ راوی ہیں، جبکہ علامہ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقہ اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صدوق دہمی قرار دیا ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ایسے ہیں، جن سے آئمہ صحاح ستہ روایت کرتے ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے دور راوی بصری اور باقی مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔
- ☆ امام مسلم رحمہ اللہ، ابو داؤد رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت خبرنا، حد ثنا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

اسود: سیاہ، کالا      يعرف: وہ پہچانا جاتا ہے، یعنی معروف ہے

امسکی: تورک جا      توضی: توضوکر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کو بیماری کا خون آتا تھا، آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ماہواری کا خون کالا ہوتا ہے، جو پہچانا جاتا ہے، جب یہ خون آئے، تو نماز چھوڑ دو، جب دوسرا خون آئے، تو وضو کرو اور نماز پڑھو۔

۲۱۶۔ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ هَذَا مِنْ كِتَابِهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ مِنْ حِفْظِهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ دَمَ الْخَيْضِ دَمٌ أَسْوَدُ يَعْرِفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْآخِرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّيْ"

امام محمد بن شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمیں پہلی روایت (۲۱۵) حضرت ابن عدی رحمہ اللہ نے کتاب سے بیان فرمائی، جبکہ یہ دوسری روایت (۲۱۶) آپ نے زبانی بیان فرمائی۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو بہت سارے راویوں نے بیان کیا ہے، لیکن امام ابن ابی عدی رحمہ اللہ والے الفاظ کسی اور راوی نے ذکر نہیں کئے۔

۱۔ مطابقت: راجع: ۲۱۵

۲۔ اطراف: ایضاً

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں چھ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گذر چکا ہے:

- ۱۔ محمد بن المثنیٰ: راجع: ۸۰۔ ۲۔ ابن ابی عدی: راجع: ۱۷۵۔ ۳۔ محمد بن عمرو: راجع: ۲۱۵۔  
 ۴۔ ابن شہاب: راجع: ۱۔ ۵۔ عروہ: راجع: ۲۴۔ ۶۔ عائشہ: راجع: ۵۔  
 ۲۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ دیگر شواہد و متابعات کی بناء پر صحیح ہے، البتہ دونوں روایات پر امام نسائی رحمہ اللہ کے دو اعتراضات ہیں:  
 امام نسائی رحمہ اللہ کا سند و متن پر اعتراض اور اس کا جواب:  
 شیخ محمد بن علی اتیوبی لولوی نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ابن ابی عدی رحمہ اللہ کی روایت پر امام نسائی رحمہ اللہ کے دو اعتراض ہیں:

۱۔ پہلا اعتراض: امام نسائی رحمہ اللہ کا پہلا اعتراض سند پر ہے کہ حدیث نمبر ۲۱۵ میں حضرت عروہ رحمہ اللہ براہ راست حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، جب کہ دوسری حدیث نمبر ۲۱۶ میں حضرت عروہ رحمہ اللہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا فاطمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں، یعنی حضرت عروہ رحمہ اللہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ ہے اس لئے سند میں اضطراب ہے، چونکہ امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت عروہ رحمہ اللہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں، اس لئے سند منقطع ہے۔

۱۔ اعتراض کا جواب: حضرت عروہ رحمہ اللہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں سے سماع ثابت ہے، اس کی مکمل بحث حدیث نمبر ۲۱۲ کے تحت گذر چکی ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض: امام نسائی رحمہ اللہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے، کہ باقی راویوں سے جو حدیث مروی ہے، اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فاذا قبلت الحيضة فدعى الصلوة، واذا ادبرت فاغسلي عنك اثر الام، وتوضي

دوسری روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فاذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الام واصلی۔

جب کہ ان دونوں روایات کے برعکس علامہ ابن ابی عدی کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

ان دم الحيض دم اسود يعرف

اس طرح شیخ ابن ابی عدی کے الفاظ غریب المتن ہیں۔

اعتراض کا جواب: پہلی روایت میں اور حضرت ابن ابی عدی رحمہ اللہ کی روایت میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ

روایت بالمعنی ہے، دونوں روایتوں کے الفاظ مختلف ہیں اور مفہوم ایک ہی ہے، پہلی روایت میں اقبلت الحيضة اور دوسری روایت میں وہی

کو نہا اسود تعرف ایک ہی مفہوم کو واضح کر رہے ہیں، اور وہ حیض کی پہچان ہے، جو دونوں جملوں میں موجود ہے۔ (۱)

## ۵۔ خصوصیات سند:

- ☆ یہ روایت سماعیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہیں۔
- ☆ سماعیات کے اعتبار سے یہ چورانویں (۹۴) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ محمد بن عمرو بن علقمہ رحمہ اللہ کو بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت میں خبرنا ایک دفعہ، حدثا دو دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

راجع: ۲۱۵

- ۲۱۷۔ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ بْنُ عَرَبِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ اسْتَحْيِضْتُ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حَبِيبٍ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عَنْكَ أَثَرَ الدَّمِ وَتَوَضَّئِي فَإِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ" قِيلَ لَهُ فَالْغُسْلُ قَالَ "ذَلِكَ لَا يَشُكُّ فِيهِ أَحَدٌ"
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:
- حضرت فاطمہ بنت ابی حبیب رضی اللہ عنہا کو بیماری کا خون آتا تھا، انہوں نے اس کے بارے میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیماری کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رگ (عاذل) کا خون ہے اور ماہواری کا خون نہیں ہے، جب ماہواری کا خون آئے تو نماز چھوڑ دو، جب ختم ہو جائے تو خون کے اثرات دھو ڈالو اور وضو کرو، کیونکہ یہ رگ کا خون ہے، ماہواری کا نہیں ہے، حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: غسل ہوگا، آپ نے فرمایا: اس میں کسی کو شک نہیں ہے۔
- امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق وتوضی (توضو کر) کے الفاظ حضرت حماد بن زید کے علاوہ کسی اور راوی نے بیان نہیں کئے، حالانکہ حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ روایت بہت سارے راویوں نے بیان کی ہے۔
- ۲۱۸۔ هِشَامٌ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ "وَتَوَضَّئِي"

## ۱۔ مطابقت:

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہواری اور بیماری کے خون کو بیان فرمایا ہے، کہ بیماری کا خون ایک رگ (عاذل) کی وجہ سے آتا ہے، اور ماہواری کا خون عورت کی عادت کے مطابق مخصوص دنوں میں آتا ہے۔

## ۲۔ اطراف:

تقدم: ۳۶۲، بخاری: ۲۲۸، مسلم: ۳۳۳، ابوداؤد: ۲۸۶، ترمذی: ۱۲۵، ابن ماجہ: ۶۲۱، احمد: ۲۷۵۱۶، ابن حبان: ۱۳۴۸، ۱۳۵۰، ۱۳۵۲،

دارمی: ۷۷۹، تحفۃ الاشراف: ۱۶۸۵۸

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گذر چکا ہے:

۱۔ یحییٰ بن حبیب بن عزل: راجع: ۷۵ ۲۔ حماد بن زید: راجع: ۳

۳۔ هشام بن عروہ: راجع: ۶۱ ۴۔ عروہ بن الزبیر: راجع: ۴۴

۵۔ عائشہ: راجع: ۵

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے، اس کے شواہد کثیر ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کے سند و متن پر اعتراض کیا ہے:حدیث مذکور پر امام نسائی رحمہ اللہ کا اعتراض اور اس کا جواب:علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثم توضی لكل صلاة: ان الفاظ بعض نے مدرج اور بعض نے حضرت عروہ رحمہ اللہ پر موقوف ہونے کا حکم لگایا ہے، ان الفاظ کے روایت کرنے میں حضرت ابو معاویہ رحمہ اللہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت حماد بن زید عن هشام کے طریق سے روایت کی ہے، اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حماد بن زید ان الفاظ کی زیادتی میں منفرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ امام دارمی نے یہی حدیث حماد بن سلمہ عن هشام اور امام سراج نے یحییٰ بن سلیم عن هشام کے طریق سے روایت کی ہے۔ (۱)

علامہ شیخ محمد بن علی اتیوبی نجدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حاصل کلام یہ ہے کہ (توضی لكل صلاة) حدیث فاطمہ میں وضو کے الفاظ حضرت هشام رحمہ اللہ کے بہت سارے شاگردوں سے مروی ہیں، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ سے، امام مسلم رحمہ اللہ سے بھی حماد بن زید رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو معاویہ رحمہ اللہ سے، امام دارمی رحمہ اللہ نے حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ سے، حضرت سراج رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن سلیم رحمہ اللہ سے اور علامہ ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابو حمزہ رحمہ اللہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ (۲)

## ۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ حدیث مبارکہ خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ اڑسٹھویں (۶۸) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

☆ سند کے پہلے دور راوی بصری اور آخری تین مدنی ہیں۔

۱۔ فتح الباری، ج ۱، ص ۳۹۱

۲۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبى، ج ۴، ص ۳۱۲

☆ سند کے آخری تین راوی فقہیہ ہیں۔

☆ سند میں الفاظ روایت اخیرنا، حدیثا ایک ایک دفعہ اور عنعنہ تین دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

اثر الدم: خون کے اثرات توضی: تو وضو کر

ذلك لا يشك فيه احد: اس بات میں کسی کو شک نہیں ہے

۲۱۸۔ أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّيْ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے، اور ماہواری کا خون نہیں ہے، جب ماہواری کا خون شروع ہو تو نماز چھوڑ دو، جب ماہواری کے دن گزر جائیں، تو خون کے اثرات دھولو اور نماز پڑھو۔

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے:

یہ رگ کا خون ہے اور ماہواری کا خون نہیں ہے

## ۲۔ اطراف: راجع: ۲۱۲

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، ان سب کا تعارف گزر چکا ہے:

۱۔ قتیبہ: راجع: ۲۔ مالک: راجع: ۷

۳۔ هشام بن عروہ: راجع: ۶۱ ۴۔ عروہ بن الزبیر: راجع: ۴۴

۵۔ عائشہ: راجع: ۵

## ۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

## ۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خمسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

- ☆ خدایات کے اعتبار سے یہ اہتر ویں (۶۹) حدیث مبارکہ ہے۔
- ☆ سند کے تمام راوی ثقہ اجل ہیں۔
- ☆ سند کے پہلے راوی بخاری اور باقی سارے مدنی ہیں۔
- ☆ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فقہ مالکی کے بانی، مؤطا کے مصنف اور امام دارالبحرۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔
- ☆ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فقہاء سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں۔
- ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رواۃ سبعہ مکثرین میں سے ہے۔
- ☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا ایک دفعہ اور عنعنہ چار دفعہ استعمال ہوا ہے۔

## ۶۔ لغات:

راجع: ۲۱۲

۲۱۹۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بِنْتَ أَبِي حَبِيشٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَطْهَرُ أَفَتُرْكُ الصَّلَاةَ قَالَ "لَا إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ" قَالَ خَالِدٌ فِيمَا قَرَأْتُ عَلَيْهِ "وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پاک نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، یہ ایک رگ کا خون ہے، (حضرت خالد بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ہشام رحمہ اللہ کے سامنے پڑھا گیا۔) یہ ماہواری کا خون ہے، جب ماہواری کے دن آئیں، تو نماز چھوڑ دیا کرو، جب وہ دن گذر جائیں، تو خون کے اثرات دھو کر نماز پڑھو۔

## ۱۔ مطابقت:

حدیث مبارکہ کی باب کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں ہے:

یہ ایک رگ کا خون ہے، اور یہ ماہواری کا خون نہیں ہے۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا فرق بیان کیا ہے۔

## ۲۔ اطراف:

راجع: ۲۱۲

## ۳۔ تعارف رجال:

اس روایت کی سند میں پانچ راوی ہیں، جن میں سے چار کا تعارف گذر چکا ہے، حضرت ابوالاشعث کے حالات لکھے جاتے ہیں:

۱۔ ابوالاشعث:

آپ کا نام ابوالاشعث احمد بن مقدم بن سلیمان بن اشعث بن اسلم عجل بصری (۱۵۶ھ-۲۵۳ء) ہے، آپ رواۃ کے دسویں طبقہ سے صدوق، ثقہ راوی ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ضعف قرار دیا ہے، امام ابو حاتم، ابن خزیمہ، امام نسائی، امام ابن عدی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہم نے صدوق، صاحب حدیث، قرار دیا ہے، جبکہ علامہ ابن حبان، ابن عبد البر اور علامہ مسلمہ بن قاسم رحمہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ نے نوے سال سے زیادہ کی عمر پائی۔ (۱)

۲۔ خالد بن الحارث: راجع: ۸۱ ۳۔ هشام بن عروہ: راجع: ۶۱

۴۔ عروہ: راجع: ۴۴ ۵۔ عائشہ: راجع: ۵

۴۔ حکم روایت:

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

۵۔ خصوصیات سند:

☆ یہ روایت خماسیات امام نسائی رحمہ اللہ میں سے ہے۔

☆ خماسیات کے اعتبار سے یہ سترویں (۷۰) حدیث مبارکہ ہے۔

☆ یہ مسلسل تیسری روایت خماسیات میں سے ہے۔

☆ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ حضرت ابوالاشعث رحمہ اللہ صدوق ہیں۔

☆ سند میں "قال خالد فیما قرأت علیہ" کا مطلب ہے کہ حضرت خالد رحمہ اللہ نے یہ حدیث مبارکہ حضرت هشام رحمہ اللہ سے دو دفعہ

روایت کی ہے۔ پہلی دفعہ لا انما ذلك عرق تک سماعت کی، دوسری دفعہ حضرت هشام رحمہ اللہ کے سامنے ویست بالحيضة سے آخر تک پڑھی گئی۔

☆ اللہ تعالیٰ ان راویوں پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، کہ انہوں نے روایات کی کیفیات تک کو بیان کیا ہے، اور اختلاف کیفیات کو بھی بیان کیا ہے۔ (۲)

☆ سند میں الفاظ روایت اخیر نا، حدثا، سمعت ایک ایک دفعہ اور عنعنہ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔

۶۔ لغات:

راجع: ۲۱۲

۷۔ مسائل ونصائح:

راجع: ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۰۸



۸۔ خلاصہ:

مذکورہ بالا پانچوں احادیث مبارکہ سے امام نسائی رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ ماہواری کے خون اور بیماری کے خون میں فرق ہوتا ہے، ماہواری کا خون سیاہ رنگت والا ہوتا ہے، اور بیماری کا خون اس کے علاوہ ہوتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۲۱۵ اور ۲۱۶ پر امام نسائی رحمہ اللہ نے دو اعتراض کئے ہیں، یہ دونوں اعتراضات اور ان کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حدیث نمبر ۲۱۵ پر امام نسائی رحمہ اللہ کے دو اعتراضات اور ان کے جوابات: امام نسائی رحمہ اللہ کا پہلا اعتراض سند پر ہے، حدیث نمبر ۲۱۵ کی سند میں حضرت عروہ براہ راست حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، جب کہ حدیث نمبر ۲۱۶ کی سند میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ ہے، امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا براہ راست حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے، اس لئے حدیث نمبر ۲۱۵ کی سند منقطع ہے۔

جواب: امام مسلم، امام ابو داؤد، علامہ ابن حزم، شیخ ناصر الدین البانی نجدی اور علامہ اتیوبی لولوی نجدی رحمہم اللہ کے نزدیک حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت ہے، کیونکہ دونوں کی معاشرت ایک ہے، اور امکان لقاء و امکان سماع موجود ہے، اس کی سند متصل ہے، یہ امام مسلم رحمہ اللہ کی متصل سند کی شرط ہے، پھر اس روایت کے شواہد اور متابعات بھی کثیر ہیں، اس لئے یہ روایت سنداً متصل اور متناً صحیح ہے۔

۲۔ اعتراض: امام نسائی رحمہ اللہ کا دوسرا اعتراض متن پر ہے، کہ حضرت ابن عدی رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور راوی نے ”ان دم الحيض دم اسود يعرف“ کے الفاظ روایت نہیں کئے، اس لئے روایت کے یہ الفاظ غریب ہیں۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ باقی راویوں کی روایت اور یہ روایت مفہوماً ایک ہی ہیں، البتہ الفاظاً فرق ہے، باقی راویوں کی روایت میں اقبلت الحيضة، ادبرت، ذهب قلمرها کے الفاظ موجود ہیں، چونکہ حیض کے دن اور اس کے خون کی پہچان عورتوں کے درمیان معروف ہے، اس لئے دونوں روایات حیض کے مسئلہ میں ایک ہی مفہوم رکھتی ہیں، اور یہ روایت بالمعنی ہے، جو محدثین کے ہاں قابل قبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆ حدیث نمبر ۲۱۷ کی سند اور متن پر بھی امام نسائی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

حدیث نمبر ۲۱۷ کی سند اور متن پر امام نسائی رحمہ اللہ کا اعتراض اور اس کا جواب: اس روایت کی سند و متن پر امام نسائی کا اعتراض یہ ہے کہ حضرت ہشام کے بہت سارے شاگردوں نے یہ روایت بیان کی ہے، لیکن حضرت حماد بن زید کے علاوہ کسی اور شاگرد نے ”و توضی“ کے الفاظ روایت نہیں کئے۔

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام نسائی کا یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت ہشام بن عروہ کے بہت سارے شاگردوں نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں، جیسا کہ امام نسائی کے علاوہ امام مسلم نے بھی حضرت حماد بن زید کے ان الفاظ کی طرف ”ترکناہ“ سے اشارہ کیا ہے، امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت ہشام کے شاگرد حضرت ابو معاذ یہ سے، امام داری نے حضرت حماد بن سلمہ سے، حضرت سراج نے حضرت یحییٰ بن سلیم سے اور علامہ ابن حبان نے حضرت ابو حمزہ سے یہی الفاظ روایت کئے ہیں۔ (۱)

☆ مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ماہواری اور بیماری کے خون میں فرق ہے، یہ فرق دو طرح ہے:

۱۔ ماہواری کا خون سیاہ ہوتا ہے، یہ ابتداء میں گاڑھا سیاہ ہوتا ہے، اور آہستہ آہستہ خون کی رنگت کا ہو جاتا ہے۔

۲۔ ماہواری کا خون مخصوص دنوں میں آتا ہے۔

☆ ماہواری کے مخصوص دنوں کے علاوہ آنے والا خون بیماری کا خون ہوتا ہے، جسے استحاضہ کا خون کہا جاتا ہے۔

☆ بیماری کا خون ایک مخصوص رگ سے آتا ہے، جس کا نام عاذل اور بعض کے نزدیک عادل ہے۔

☆ ماہواری کے خون کی پہچان عورتوں کے ہاں معروف ہے۔

☆ ماہواری کے دنوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور ان دنوں کی نماز عورتوں کو معاف ہے۔

☆ بیماری کے خون کی وجہ سے نماز کی معافی نہیں ہے، اس صورت میں ہر نماز کے وقت کے لئے تازہ وضو کیا جائے گا، البتہ امام شافعی کے نزدیک ہر نماز کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔

☆ ”واذا كان الاخر فتوضی وتصبی“ سے مراد یہ ہے کہ جب ماہواری کا خون ختم ہو جائے، تو کپڑے دھو کر، ایک دفعہ غسل کرنے کے بعد، پھر ہر نماز کے لئے غسل کی بجائے صرف وضو کرنا کافی ہے۔

☆ ”فما غسلی عنك الام ونصلی“ سے مراد ہے کہ کپڑے دھونے اور غسل کرنے کے بعد نماز پڑھو، حضرت ہشام کا قول: ذلك لا يشك فيه احد“ یعنی ماہواری کے خون کے بعد غسل کرنے میں کسی کو شک نہیں ہے، اسی امر کی وضاحت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آج مورخہ ۰۲ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۶ ستمبر ۲۰۱۵ء بعد از نماز عشاء کو ”فیوض الزاہمی فی شرح سنن النسائی“ کی دوسری جلد مکمل ہو گئی ہے، اے رب العالمین! جس طرح تو نے محض اپنے فضل و کرم سے اس ناکارہ سے دو جلدیں تحریر کروائی ہیں، اسی طرح باقی جلدوں کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ارحم الراحمین

محمد کریم خان سندرائی لاہوری عفی عنہ

جامعہ علمیہ متصل جامع مسجد حنفیہ

انوار مدینہ، ونڈ سر پارک، اچھرہ، لاہور



## جدول احادیث

## جدول احادیث جلد دوم

(حدیث نمبر ۱۰۱-۱۱۹)

رباعیات:	خماسیات:	سداسیات:	سباعیات:	ثمانیات:	تساعیات:
۱۸۹، ۱۳۸	۱۰۱، ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۲۵	۱۰۲، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹	۱۰۴، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۶	۱۰۵، ۱۲۸، ۱۵۵	۱۸۱، ۱۷۳
	۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۷	۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸	۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۹	۱۶۳، ۱۷۲	
	۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۹	۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۷	۱۳۲، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۴۷، ۱۴۸		
	۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵	۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۵	۱۵۱، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۶۶		
	۱۶۵، ۱۸۵، ۱۹۳، ۲۰۰	۱۳۶، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵	۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵		
	۲۰۶، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۲	۱۴۶، ۱۵۸، ۱۵۹	۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹		
	۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹	۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۷	۱۸۰، ۱۸۲، ۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۷		
		۱۶۸، ۱۷۰، ۱۸۳، ۱۸۴	۲۰۹، ۲۱۱		
		۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰			
		۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶			
		۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۲			
		۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷			
		۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶			

کل تعداد:

رباعیات: ۲

خماسیات: ۲۸

سداسیات: ۵۱

سباعیات: ۳۳

ثمانیات: ۵

تساعیات: ۲

کل: ۱۲۱

نوٹ: حدیث نمبر ۱۱۴ بیک وقت خماسی اور سداسی ہیں، حدیث نمبر ۲۰۷ بیک وقت سداسی اور سباعی ہیں، اس طرح مجموعی تعداد ایک سو انیس (۱۱۹) ہے۔

## اطراف الحديث

## اطراف الحديث (جلد دوم)

- ☆ اتى بإناء صغير فتوضأ... ۳۳۵
- ☆ إذا استيقظ أحدكم من منامه... ۵۵۰
- ☆ إذا أقبلت الحيضة فاتركي الصلاة... ۸۴۵
- ☆ إذا أنزلت الماء فلتغتسل ۸۲۵
- ☆ إذا توضأ العبد المؤمن... ۳۸
- ☆ إذا توضأت فأسبغ الوضوء... ۱۴۲
- ☆ إذا جلس بين شعبها الأربع... ۸۰۰
- ☆ إذا رأت الماء فلتغتسل ۸۳۲
- ☆ إذا رأيت المدي فاغسل ذكرك... ۸۲۱
- ☆ إذا رأيت المدي فتوضأ و اغسل ذكرك... ۸۲۳
- ☆ إذا قعد بين شعبها الأربع... ۸۰۸
- ☆ إذا كان دم الحيض فإنه دم أسود... ۸۸۱
- ☆ إذا مس أحدكم ذكره فليتوضأ ۵۷۲
- ☆ إذا نعى الرجل وهو في الصلاة... ۵۶۲
- ☆ إذا وجد أحدكم ذلك فليتنضح... ۵۱۳
- ☆ أرايت المرأة ترى في النوم... ۸۳۰
- ☆ أسبغوا الوضوء ۴۱۴
- ☆ ألا أخبركم بما يمحو الله به الخطايا... ۴۱۵
- ☆ أما الوضوء فإنك إذا توضأت فغسلت كفيك... ۴۴۵
- ☆ أمكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك... ۸۵۲
- ☆ إن أبا طالب مات فقال: اذهب قواره... ۷۸۷
- ☆ إن امرأة مستحاضة... ۸۷۴
- ☆ إن دم الحيض دم أسود يعرف... ۸۸۲

۷۲۳	☆ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفًا ...
۳۶۴	☆ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ ...
۱۷۵	☆ إِنْ عَثْمَانُ دَعَا الْوُضُوءَ ...
۵۲۷	☆ إِنْ الْمَلَأُكَةُ تَصْنَعُ اجْتَنَافَهَا ...
۷۶۹	☆ أَنْ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ...
۶۰۶	☆ أَنْ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ...
۸۷۰، ۸۶۷، ۸۴۴	☆ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، فَانْظُرِي إِذَا أَتَاكَ ...
۸۸۶، ۸۸۴، ۸۶۶، ۸۵۲	☆ إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ ...
۷۵۱	☆ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ جَنَابًا مَشُورِيًا ...
۸۶۴	☆ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلَكِنَّهَا رَكُضَةٌ مِنَ الرَّحِمِ ...
۸۵۰، ۸۴۸، ۸۴۷	☆ إِنْ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ ...
۲۶۵	☆ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ ...
۲۶۱	☆ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ
۴۷۴	☆ تَبْلُغُ حَلِيَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ
۷۷	☆ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَخَلَّفَتْ مَعَهُ ...
۲۸۲	☆ تَخَلَّفَ يَا مُغِيرَةُ وَامْضُوا أَيُّهَا النَّاسُ
۳۶	☆ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَغَرَفَ غُرْفَةً فَمَضْمَضَ ...
۶۴	☆ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ وَعِمَامَتَهُ ...
۷۰۵، ۶۹۸	☆ تَوَضَّعُوا مِمَّا أَنْصَجَتِ النَّارُ
۶۹۷	☆ تَوَضَّعُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ
۷۲۲، ۷۱۸، ۷۰۷، ۶۹۵، ۶۸۸، ۶۸۶، ۶۸۵، ۶۶۴	☆ تَوَضَّعُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ
۴۱۰	☆ جَاءَ أَغْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ ...
۲۹۸	☆ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِلْيَاثِمِ ...
۷۶۵	☆ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ ...
۲۶۳	☆ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهُ بِإِدَاوَةٍ ...
۸۰	☆ خَصَمْتَانِ لَا أَسْأَلُ عَنْهُمَا أَحَدًا ...

- ☆ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ ... ٢٥٢
- ☆ رَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كُنَّا مُسَافِرِينَ أَنْ لَا نَتْرَعَ ... ٢٩١
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ "تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ... ٣١
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ٥٤
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخِمَارِ وَالْخُفَّيْنِ ٥٩
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَلْبِسُهَا وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا ٢٠١
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ وَكَانَ ... ٢٢٩
- ☆ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ ... ٣٦٨
- ☆ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ... ٣٧٣
- ☆ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ... ١٥٣
- ☆ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى الظَّهْر ... ٣١٩
- ☆ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ ... ٤٦
- ☆ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ٢٤٣
- ☆ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ ... ١٠٤
- ☆ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ... ٤٧٦
- ☆ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ خُبْزًا وَلَحْمًا ... ٧٥٣
- ☆ شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ، وَأَخْرَجَ بِلَالٌ ... ٣٧٤
- ☆ فَإِنِّي أَسْتَجِي أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ وَابْنَتُهُ تَحْتِي ... ٥١٦
- ☆ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَغَسَلَ ... ٧٧٥
- ☆ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَهُ ... ٧٧٩
- ☆ فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَجَعَلْتُ ... ٦٠٤
- ☆ فَاقْرَبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا ... ٣٤١
- ☆ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ ٢٦٢
- ☆ كَانَ آخِرُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولٍ ... ٧٥٣
- ☆ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا مُسَافِرِينَ ... ٢٩٣
- ☆ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ يَمْسَحَ الْمُقِيمُ ... ٣٠٧



- ☆ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ ... ٣٥٢
- ☆ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ ... ٥٩٤
- ☆ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَتَى بِمَاءٍ .. ١٣٧
- ☆ كَانَ يُحِبُّ التَّيَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ ... ١٢٥
- ☆ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ... ٦٠٢
- ☆ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ بَغِيرِ طَهُورٍ، وَلَا صَدَقَةَ مِنْ غُلُولٍ ٤٠٠
- ☆ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَجِدَ ... ٥٣١
- ☆ لِنْتَظُرُ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي ... ٨٥٦
- ☆ لَقَدْ رَأَيْتُمُونِي مُعْتَرِضَةً بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ... ٦٠٠
- ☆ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ إِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ، فَأَمَرَهَا ... ٨٨٧
- ☆ مَا مِنْ أَمْرٍ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ حَسَنٌ وَضُوءٌ ... ٤٣٨
- ☆ مَاءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضٌ، وَمَاءُ الْمَرْأَةِ ... ٨٤٣
- ☆ مَرِضْتُ فَأَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ يَعُودَانِي ... ٣٧٦
- ☆ مَرَّهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَهْلَ ٨٧٧
- ☆ مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ... ٤٣٥
- ☆ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلَّى ... ٤٨٨، ٤٥٦
- ☆ مَنْ تَوَضَّأَ كَمَا أَمَرَ ... ٤٢٠
- ☆ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ ٨٤١
- ☆ وَكَانَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ ﷺ تَحْتِي ... ٤٩٠
- ☆ وَاللَّهِ مَا خَصَّنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِشَيْءٍ عَرَّ دُونَ النَّاسِ ... ٤١٣
- ☆ وَيَلُّ لِلْعَقَبِ مِنَ النَّارِ ٩٠
- ☆ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ؟ ... ٨٣١
- ☆ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرُهُ فِي الصَّلَاةِ؟ ... ٥٨٠
- ☆ يَتَوَضَّأُ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ ... ٥٧٨
- ☆ يَغْسِلُ مَذَاكِيرَهُ وَيَتَوَضَّأُ ٥٠٩، ٤٩٣
- ☆ يَكْفِي مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءُ ٤٩٤

# اشاریہ اسماء و رجال

## اشاریہ اسماء رجال (جلد دوم)

۶۸۳	ابراہیم بن عبد اللہ بن قارظ:
۶۸۹	ابراہیم بن یعقوب:
۶۰۷	ابراہیم التیمی:
۲۳۰	ابراہیم نخعی:
۵۵	البراء:
۷۰۶	ابن ابی طلحہ:
۶۹۶	ابن ابی عدی:
۳۴۱	ابن ابی ملیکہ:
۵۱۰	ابن ابی شیح:
۳۵۷	ابن بريدة:
۲۰۸	ابن جریج:
۸۰۹	ابن سیرین:
۷۲	ابن المغیرہ:
۲۵۷	ابو ادريس الخولانی:
۲۳۹	ابو امامۃ الباطلی:
۲۲۲	ابو ایوب انصاری:
۸۸۸	ابو الاشعث:
۷۰۶	ابو بکر بن حفص:
۷۰۶	ابو بکر بن حفص:
۲۹۷	ابو بکر بن عیاش:
۱۳۸	ابو جعفر المدنی:
۳۷۵	ابو حنیفہ:
۲۱۳	ابو جھضم:
۳۷۵	ابو حازم:

۴۹۱	ابو حصین:
۸۰۷	ابو رافع:
۷۱۸	ابوسفیان بن سعید:
۵۵۳	ابوسلمہ بن عبد الرحمن:
۱۲۶	ابوالشعثاء:
۶۹۸	ابوطحہ انصاری:
۴۴۹	ابوطحہ نعیم بن زیاد:
۴۹۱	ابوعبد الرحمن السلمی:
۳۷۳	ابوعتاب:
۴۰۰	ابوعوانہ وضاح بن عبد اللہ الواسطی:
۴۷۵	ابوما لک الاشجعی:
۸۴۹	ابومعید:
۲۶۱	ابوالنصر:
۸۲۳	ابوالولید:
۹۵	ابوہریرۃ:
۱۱۴	ابویحییٰ:
۴۴۹	ابویحییٰ سلیم بن عامر:
۱۵۷	ابی اسحاق سمیع:
۳۶۹	احمد بن حرب:
۳۶۹	الاحوص بن جواب:
۲۵۵	اسامہ بن زید:
۴۰۶	اسامہ بن عمیر:
۶۸۷	اسحاق بن بکر:
۲۹۸-۱۴۲	اسحاق بن راہویۃ:
۶۶۴	اسماعیل بن علیہ:
۲۹۰	اسماعیل بن محمد بن سعد:
۱۲۶	الاشعث:

۲۳۶

اعمش (سليمان بن مهران):

۷۷۵

الاغرب بن الصباح:

۷۱۹

ام حبيب:

۷۴۱

ام سلمة:

۸۲۵

ام سليم:

۲۳۲

امير معاوية:

۵۱۰

امية:

۲۳۶

انس بن مالك:

۵۱۰

اياس بن خليفة:

۵۶۳

ايوب بن ابی تميمه سختيانی:

۲۳۶

آدم بن ابی اياس:

۳۵۷

بريده بن حصيب:

۵۷۶

بصرة بنت صفوان:

۷۶۶

بشير بن يسار:

۶۸۷

بكر بن سواد:

۶۴

بكر بن عبد الله المزني:

۶۸۷

بكر بن مضر:

۸۶۸

بكير بن عبد الله الاشج:

۴۸

بلال:

۳۷۸

جابر بن عبد الله:

۴۳۷

جامع بن شداد:

۴۸۹

جبير بن نفير الحضرمي:

۶۸۷

جعفر بن ربيعة:

۲۴۹

جعفر بن عمرو بن امية:

۷۲۳

جعفر بن محمد المقلب به صادق:

۲۴۹

حرب بن شداد:

۶۹۸

حرمي بن عمارة بن ابی خصمة:

۶۵	حسن بصری:
۶۸۹	حسین العلم:
۸۲۲	حصین بن قبیصہ:
۲۳۲-۵۵	حفص بن غیاث:
۷۸	حمید:
۸۰۰	الحسن:
۵۴	الحسین بن عبدالرحمان الجرجانی:
۴۶	الحسین بن منصور:
۳۶۶-۴۷	الحکم:
۷۰۷	خارجہ بن زید:
۴۳۵	خالد بن الحارث الجہمی:
۴۷۵	خلف بن خلیفہ:
۷۷۶	خلیفہ بن حصین:
۸۳۳	خولہ بنت حکیم:
۲۵۴	داؤد بن قیس:
۴۵۶	ربیعہ بن یزید:
۵۱۰	روح بن القاسم:
۶۸۷	الریح بن سلیمان:
۸۲۱	الریح بن الریح:
۵۵	زائدہ:
۲۹۲	زر:
۱۵۶	زکریا بن ابی زائدہ:
۲۹۵	زحیر بن معاویہ:
۷۴۰	زینب بنت ام سلمہ:
۳۳۱	زیاد بن ایوب:
۲۵۴-۳۲	زید بن اسلم:
۷۰۹	زید بن ثابت:

۲۷۲	سعد بن ابراہیم:
۵۳۱	سعید بن المسیب:
۴۲۱	سفيان بن عبد الرحمن:
۲۸۳	سفيان بن عيينه:
۶۳	سليمان التيمي:
۲۹۳-۱۰۸	سفيان ثوري:
۵۱۴	سليمان بن يسار:
۷۶۶	سويد بن العمان:
۸۴۶	سهل بن هاشم:
۹۰	شعبة:
۵۹۵-۴۱۱	شعيب:
۲۹۲	صفوان بن عسال:
۴۴۹	ضمرة بن حبيب:
۵۸۱	طلق بن طلي:
۵۵	طلق بن غنام:
۲۹۲	عاصم:
۴۲۱	عاصم بن سفيان:
۱۳۰	عائشة:
۶۸۹	عبد الصمد بن عبد الوارث:
۳۲	عبد العزيز بن محمد:
۶۸۹	عبد الرحمن بن عمرو اللادزاعي:
۶۹۶	عبد الله بن عمرو:
۷۰۷	عبد الملك بن ابی بکر:
۳۹	عبد الله الصنابحي:
۴۷	عبد الله بن نمير:
۴۷	عبد الرحمن بن ابی ليلى:
۳۷	عبد الله بن ادريس:

۱۱۴	عبداللہ بن عمرو بن العاص:
۱۷۶	عبداللہ بن وہب:
۲۰۲	عبداللہ بن ادريس:
۲۱۴	عبداللہ بن عمر:
۳۲۶	عبدالملك بن مسيرة:
۳۴۲	عبداللہ بن عباس:
۲۴۴	عبدالرحمن بن مہدی:
۲۵۲	عبداللہ بن نافع:
۵۸۰	عبداللہ بن بدر:
۵۷۳	عبدالرحمن بن القاسم:
۲۰۵	عبید اللہ بن عمر بن حفص:
۲۱۳	عبید بن جریج:
۶۷۰	عمر بن عبدالعزیز:
۳۲	عطاء بن یسار:
۲۴۹	عمرو بن امیہ:
۱۳۸	عمارہ بن عثمان بن حنیف:
۸۷	عمرو بن وہب ثقفی:
۱۵۹	علی مرتضی:
۱۸۵	عثمان غنی:
۳۰۲	عبدالرزاق بن ہمام:
۳۰۶	عمرو بن قیس الملائی:
۳۱۴	عمرو بن یزید:
۳۳۵	عمرو بن عامر:
۳۶۹	عمار بن رزیق:
۳۷۵	عون بن ابی حنیفہ:
۳۵۷	علقمہ بن مرشد:
۳۴۰	عروہ بن الزبیر:



۴۳۶	عمر و بن منصور:
۴۴۱	عمر و بن شعیب:
۴۵۱	عمر و بن عبسہ:
۴۵۹	عمر فاروق
۴۶۷	عقبہ بن عامر جہنی:
۵۷۸	عثمان بن سعید:
۴۹۵	عمر و بن دینار:
۴۹۷	عطاء بن ابی رباح:
۵۰۱	عائش بن انس:
۵۰۱	عمار بن یاسر:
۵۱۰	عثمان بن عبداللہ:
۷۲۹	علی بن الحسین:
۷۵۳	علی بن عیاش:
۷۶۹	عقیل:
۷۷۰	عبید اللہ بن عبداللہ:
۸۰۸	عبداللہ بن یوسف:
۸۲۵	عبدة:
۸۳۳	عطاء الخراسانی:
۸۴۱	عبد الجبار بن العلاء:
۸۴۱	عبدالرحمان بن السائب:
۸۴۱	عبدالرحمان بن سعاد:
۸۴۴	عمران بن یزید:
۸۴۷	عمرہ بنت عبدالرحمان:
۸۵۵	عراک بن مالک:
۸۶۷	عیسیٰ بن حماد:
۲۴۲	العباس بن عبدالعظیم:
۳۶۹	العباس بن محمد:

۴۱۶	الطاء بن عبد الرحمن:
۸۴۴	فاطمہ بنت قیس:
۳۶۹	قاسم بن یزید الجرمی:
۴۰۳	قادة بن دعامة سدوی:
۲۳۰	قتیبہ بن سعید الثقفی:
۵۸۱	قیس بن طلق بن علی:
۷۷۶	قیس بن عاصم:
۵۹۵	القاسم بن محمد بن ابی بکر:
۳۰۲	القاسم بن خیمرة:
۱۳۹	القیس:
۲۶۵	اللیث بن سعد:
۸۳۰	کثیر ابن عبید:
۴۷	کعب بن عجرة:
۲۰۵	مالک بن انس بن مالک:
۲۹۵	مالک بن مغول:
۱۴۷	محمد بن رافع:
۱۵۴	محمد بن آدم:
۱۸۰	محمد بن مسلم المعروف ابن شهاب زہری:
۷۲۷	محمد بن علی بن حسین الملقب بہ باقر:
۷۵۱	محمد بن یوسف:
۸۷۷	محمد بن قدامة:
۸۸۱	محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص:
۶۸۶	محمد بن حرب:
۲۰۲	محمد بن العلاء:
۳۷۶	محمد بن المنکدر:
۴۵۶	محمد بن علی بن حرب المروزی:
۵۱۷	محمد بن حنفیہ:

۳۷	محمد بن عجلان:
۹۴	محمد بن زیاد:
۸۴	محمد بن سیرین:
۷۲	منیر بن شعبہ
۳۷	مجاہد بن موسیٰ:
۱۲۶	مسروق بن اجدع:
۲۶۲	موسیٰ بن عقبہ:
۲۶۴	مسلم:
۳۶۴	مجاہد بن جبیر:
۴۱۱	موسیٰ بن ابی عاکشہ:
۵۱۷	منذر:
۵۵۰	معمر بن راشد:
۵۷۶	مروان بن الحکم:
۵۸۰	ملازم:
۲۱۳	المقمری:
۸۶۸	المنذر بن المغیرہ:
۷۸۸	تاجیہ بن کعب:
۲۷۱	نافع بن جبیر:
۶۰۴	نصیر بن الفرج:
۳۲۶	النزال بن سبرہ:
۸۴۹	العمان بن المنذر:
۱۰۴	وکج:
۶۸۵	حشام بن عبد الملک:
۴۳۸	حشام بن عروہ:
۸۴۵	ہشام بن عمار:
۲۴۲	حام:
۸۱	حشیم:

۳۱	الہیثم بن ایوب طالقانی:
۸۴۹	الہیثم بن حمید:
۱۴۷	یحییٰ بن آدم:
۱۵۴	یحییٰ ابن ابی زائدہ:
۶۹۶	یحییٰ بن جعدہ:
۲۷۱	یحییٰ بن سعید:
۳۵۳	یحییٰ بن سعید القطان:
۱۴۷	یحییٰ بن سلیم:
۸۵۳	یزید بن ابی حبیب:
۷۸	یزید بن زریج:
۴۱۰	یعلیٰ:
۸۳۳	یوسف بن سعید:
۸۱	یونس بن عبید:



## مصادر ومراجع

## مصادر ومراجع

## قرآن حکیم

- ۱۔ ابراہیم بن عمر، ابوالحسن، بقاعی، علامۃ، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۲۔ ابراہیم بن محمد، ابوالسحق، الزجاج، امام، معانی القرآن واعرابه، عالم الکتب، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ ابن ابی حاتم، عبدالرحمن، ابومحمد رازی، الجرح والتعديل، مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط ۱، ۱۹۵۲
- ۴۔ ایضاً، المراسیل، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ط ۲، ۱۹۸۲
- ۵۔ ابن اثیر، عزالدین علی بن محمد، ابوالحسن الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ء
- ۶۔ ایضاً، الکامل فی التاريخ، دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۰ھ
- ۷۔ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، الاشراف علی مناقب الاشراف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۸۔ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، التواضع والنحول لابن ابی الدنیا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۹ھ
- ۹۔ ابن ابی الدنیا، ضوء الشموخ شرح کتاب الجوع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۱۰۔ ابن ابی شامہ، عبدالرحمن، ابومحمد، شہاب الدین، کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، دارالریۃ، الریاض، ط ۱، ۱۴۱۰ھ
- ۱۱۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، ابوبکر، امام، المصنف، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۱۲۔ ایضاً، المسند، دارالوطن، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۱۳۔ ایضاً، کتاب الایمان، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۳ھ
- ۱۴۔ ابن بطل، علی بن خلف، ابوالحسن قرطبی، شرح ابن بطل علی صحیح البخاری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
- ۱۵۔ ابن اثیر جزری، علی بن محمد، ابوالحسن، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۱۶۔ ایضاً، الکامل فی التاريخ، بیت الافکار الدولیۃ، الاردن۔
- ۱۷۔ ایضاً، اللباب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۱ء
- ۱۸۔ ایضاً، النہلیۃ فی غریب الحدیث، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۱۹۔ ابن اسحاق، محمد، ابن یسار، کتاب المبدأ والمبعث والمغازی (سیرۃ)، (تحقیق، ڈاکٹر حمید اللہ)، دارلنفاس، لاہور، پاکستان، ط ۱، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
- ۲۰۔ ابن تیمیہ، احمد، عبدالحلیم، مقدمۃ فی اصول التفسیر، دارالقرآن الکریم، لاہور، ط ۱، ۱۹۷۱ء
- ۲۱۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۲۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ

- ۲۳- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، ابو العباس، مجموعۃ الفتاوی: دار ابن حزم، بیروت، الطبعة ۲، ۱۴۲۲ھ
- ۲۴- ابن جوزی، عبد الرحمان بن علی، المنتظم، دار الفکر، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ
- ۲۵- ایضاً، کشف المشکل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ
- ۲۶- ایضاً، جامع المسانید، ایضاً
- ۲۷- ایضاً، ابوالفرج، احکام النساء، دار الفکر، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۶ھ
- ۲۸- ایضاً، ابوالفرج، بحر الدموع، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۹- ایضاً، ابوالفرج، صفوة الصفوة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۹ھ
- ۳۰- ایضاً، مناقب امام احمد بن حنبل، مکتبہ الخانجی، مصر، ط ۱، ۱۳۹۹ھ
- ۳۱- ایضاً، تاریخ عمر بن الخطاب، دار المعرفة، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۳۲- ایضاً، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۳۳- ایضاً، اخبار النظراف والمتمما جنین دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۷ھ
- ۳۴- ایضاً، کتاب الاذکیاء، مؤسسة الکتب الثقافیہ، الصنائع ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۳۵- ایضاً، تلخیص فہوم اهل الاثر فی عیون التاریخ والسير، شركة دار ارقم بن ابی الارقم، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۶- ایضاً، حنبلی، زاد المسیر فی علم التفسیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۳۷- ایضاً، الوفاباً حوال المصطفیٰ مائیکہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۳۸- ابن حبان، محمد، ابوحاتم البستی، المعجم وحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین، مطبوعہ دار المعرفة، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۹۹۲ء
- ۳۹- ایضاً، الثقات، دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۷۳ء
- ۴۰- ابن حبان، محمد، ابوحاتم خراسانی، صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار المعرفة، بیروت، لبنان، ط ۱، ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۵ھ
- ۴۱- ایضاً، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار المعرفة، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
- ۴۲- الاصابة فی تمیز الصحابة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۴۳- ایضاً، تلخیص الجیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۴۴- ایضاً، تہذیب التہذیب، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۴۵- ایضاً، القول المسد فی الذب عن المسند للإمام احمد، عالم الکتب، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۴ھ
- ۴۶- ایضاً، التکت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۴۷- ایضاً، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۳ء
- ۴۸- ایضاً، لسان المیزان، مطبوعہ دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ط ۱، ۱۹۶۷ء

- ٤٩- أيضاً، نزهة النظر شرح نخبة الفكر، مكتبة رحمانية، لاهور
- ٥٠- أيضاً، الكافي الشاف في تخریج احاديث الكشاف، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ١، ١٣١٨ هـ
- ٥١- أيضاً، حافظ، مختصر زوائد مسند الزرار، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، ط ٣، ١٣١٢ هـ
- ٥٢- أيضاً، المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانية، دار الباز، عباس احمد الباز، مكتة المكرمة، ط ١، ١٣٠٤ هـ
- ٥٣- أيضاً، موافقة الخبر الخبر في تخریج احاديث المختصر، مكتبة الرشد، الرياض، ط ٣، ١٣١٩ هـ
- ٥٤- ابن حجر، احمد بن محمد علی، سكي، الفتاوى الحديثة، دار احیاء التراث العربی، ط ١، ١٣١٩ هـ
- ٥٥- ابن حجر مكي، احمد، علامه، الصواعق المحرقة، مكتبة القاهرة، مصر، ١٣٨٥ هـ
- ٥٦- ابن حنبل، احمد، ابو عبد الله، العلل ومعرفة الرجال، مطبوعه دار السلفیة یومبائی، الهند، ط ١، ١٩٨٨ هـ
- ٥٧- أيضاً، المسند، بیت الافكار الدولية، عمان، اردن، ط ١، ٢٠٠٢ هـ
- ٥٨- أيضاً، نشر السنه، ملتان، سن ن
- ٥٩- ابن حمزة الحسینی، ابراهيم بن محمد الشهير، البیان والتعريف في اسباب ورود الحديث الشريف، دار المعرفة، بیروت، ط ١، ١٣٢٢ هـ
- ٦٠- ابن خزيمة، محمد بن اسحاق، ابوبکر، صحیح ابن خزيمة، مطبوعه المكتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط ٣، ١٣٢٢ هـ / ٢٠٠٣ هـ
- ٦١- أيضاً، کتاب التوحید، مكتبة الرشد، الرياض، ط ٦، ١٣١٨ هـ
- ٦٢- ابن خلدون، عبد الرحمان بن محمد، مقدمة ابن خلدون، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، ط ١، ١٣١٢ هـ
- ٦٣- ابن خلکان، احمد بن محمد، وفيات الاعیان وانباء انباء الزمان، بیروت، مصر، ١٣١٠ هـ
- ٦٤- ابن خياط، ابو عمرو، خليفة، الطبقات، مطبوعه دار طيبة الرياض، السعودية، ط ١، ١٩٨٢ هـ
- ٦٥- ابن رجب، عبد الرحمان بن احمد، ابوالفرج، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف، دار ابن کثیر، دمشق، ط ٢، ١٣١٩ هـ
- ٦٦- أيضاً، شرح علل الترمذی، عالم الكتب، بیروت، ط ٢، ١٣٠٥ هـ
- ٦٧- أيضاً، جامع العلوم والحکم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الکلم، مؤسسة الرسالة، بیروت، ١٣١٣ هـ
- ٦٨- ابن رشد، محمد بن احمد، اندلسی مالکی، هداية المجتهد، دار الفكر، بیروت -
- ٦٩- ابن زنجويه، اسماعيل بن علی، مختصر کتاب الموفقة بين اهل البيت والصحابه، دار الكتب العلمیة، بیروت، ط ١، ١٣٢٠ هـ
- ٧٠- ابن سعد، محمد، ابو عبد الله، الطبقات الکبری، مطبوعه دار صادر، بیروت، لبنان، ١٩٦٠ هـ
- ٧١- ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمان، حافظ، رسالة في وصل البلاغات الاربع في الموطاء، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ١، ١٣١٨ هـ / ١٣٣٢ هـ
- ٧٢- أيضاً، مقدمة ابن الصلاح، مؤسسة الكتب الثقافية، ط ٢، ١٣١٦ هـ
- ٧٣- ابن عباس، عبد الله، تنوير المقیاس، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن ن
- ٧٤- ابن عبد البر، یوسف بن عبد الله، ابو عمر، التمهيد لما في الموطا من المعاني والآسانيد، المكتبة التجارية مصطفی احمد الباز، مكتة المكرمة، السعودية العربیة، ١٣١٠ هـ / ١٩٩٠ هـ



- ۷۵- ایضاً، الاستاذ کار، دارالوعی، القاہرہ، مصر، ط ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۳ء
- ۷۶- ایضاً، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء
- ۷۷- ایضاً، حافظ، التمهید المانی المؤمن من المعانی والمسانید، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۷۸- ابن عدی، عبد اللہ، ابو احمد الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱۹۸۴ء
- ۷۹- ابن عربی، محمد بن عبد اللہ، ابو بکر قاضی اندلسی مالکی، القبس فی شرح موطا ابن انس، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
- ۸۰- ایضاً، عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵ھ- ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۸۱- ایضاً، تفسیر ابن عربی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
- ۸۲- ایضاً، احکام القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ
- ۸۳- ایضاً، عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۸۴- ابن عربی، ابو بکر، قاضی، العواصم من القواصم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۵ھ
- ۸۵- ابن عربی، ابو عبد اللہ محمد، الفتوحات المکیۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۸۶- ابن عساکر، عبد الصمد بن عبد الوہاب، ابوالیسمن، اتحاف الزائر واطراف المقيم السائر، دارالرقم بن ابی الارقم، بیروت
- ۸۷- ابن عساکر، علی بن حسین، ابوالقاسم، تاریخ دمشق، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ
- ۸۸- ابن عماد، عبد الحئی، ابوالفلاح حنبلی، شذرات الذهب، مصر، ۱۳۵۰ھ
- ۸۹- ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم، المعارف لابن قتیبة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۴ھ
- ۹۰- ابن قدامة، عبد اللہ بن احمد، ابو محمد حنبلی، المغنی، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۹۱- ابن قیم، محمد، شمس الدین ابو عبد اللہ جوزی، کتاب الروح، حیدرآباد، دکن، ط ۲، سن
- ۹۲- ایضاً، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابو عبد اللہ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۹۳- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین بوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۹۸۵ء
- ۹۴- ایضاً، اختصار علوم الحدیث، مکتبہ، دارالتراث، قاہرہ۔
- ۹۵- ایضاً، البدایۃ والنہایۃ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء
- ۹۶- ایضاً، السیرۃ النبویۃ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۹۷- ایضاً، الفصول فی سیرۃ الرسول: دارالتراث المدینۃ المنورۃ، ط ۱۴۱۳ھ
- ۹۸- ایضاً، مناقب الامام الشافعی، مکتبۃ الامام الشافعی، الرياض، ط ۱۴۱۲ھ
- ۹۹- ابن کثیر، احمد بن ابراہیم، ابی عبد اللہ، امام، دورتی، البغدادی، مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱۴۰۷ھ
- ۱۰۰- ابن کثیر، صلابی، علی محمد، دکتور، اسمی المطالب فی سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دمشق، ط ۱۴۲۵ھ

- ۱۰۱- ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ قزوینی، السنن، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
- ۱۰۲- ابن مدینی، علی بن عبد اللہ بن جعفر، ابوالحسن السعدی، العلل، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ط ۱۹۸۰ء
- ۱۰۳- ابن معین، یحییٰ، ابوزکریا، معرفۃ الرجال، مطبوعہ مجمع اللغة العربیہ، دمشق، ط ۱۹۸۵ء
- ۱۰۴- ابن مندہ، ہمام، الصحیفۃ الصحیحہ، (تحقیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ)، کرمانوالہ بک شاپ، لاہور، ط ۲۰۰۷ء
- ۱۰۵- ابن مندہ، عبد الوہاب بن محمد، العبدی، حافظ، الفوائد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۱۰۶- ابن مندہ، محمد بن اسحاق، حافظ، کتاب الایمان، دار الفضیلۃ، الرياض، ط ۱۴۲۱ھ
- ۱۰۷- ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۶ھ
- ۱۰۸- ایضاً، مختصر تاریخ دمشق، دار الفکر، دمشق، ط ۱۴۰۹ھ
- ۱۰۹- ابن ناصر الدین، محمد بن ابی بکر، دمشق، مجالس فی تفسیر قولہ تعالیٰ "لقد من اللہ علی المؤمنین الخ"، مؤسسۃ الریان، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۱۱۰- ابن نجیم، زین الدین، حنفی، البحر الرائق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، سن
- ۱۱۱- ابن المبارک، عبد اللہ، امام، الزہد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۱۱۲- ابن السنی، احمد بن محمد، ابوبکر، عمل الیوم واللیلۃ، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، الصناع، ط ۱۴۰۸ھ
- ۱۱۳- ابن معین، یحییٰ، ابوزکریا، تاریخ، الہدیۃ المصریۃ العامۃ، قاہرہ، ۱۹۷۸ھ
- ۱۱۴- ابن الملقن، عمر بن علی، ابی حفص، امام، غایۃ السؤل فی خصائص الرسول ﷺ، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۱۱۵- ابن ندیم، محمد بن اسحاق، ابوالفرج وراق، الفہرست، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ط ۱۹۹۰ء
- ۱۱۶- ابن النجار، محمد بن محمود، ابو عبد اللہ، الدرۃ الثمینیۃ فی اخبار المدینہ، مکتبہ دار الزمان المدینہ المنورۃ، ط ۱۴۲۲ھ
- ۱۱۷- ابن ہشام، عبد الملک، ابومحمد، السیرۃ النبویۃ، وحیدی کتب خانہ، پشاور، ط ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۳ء
- ۱۱۸- ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، سن
- ۱۱۹- ابوبکر، احمد بن عمرو، امام، دار الرلیۃ، الرياض، الآحاد والمثانی، ط ۱۴۱۱ھ
- ۱۲۰- ابو حیان، اندلسی، محمد بن یوسف، النہر الماد من البحر المحیط، دار الجنان، بیروت، ط ۱۴۰۷ھ
- ۱۲۱- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ بختانی، سنن ابوداؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۵-۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۱۲۲- ابوزرعۃ، عبد الرحمن بن عمرو، الدمشقی، تاریخ ابی زرۃ الدمشقی، مطبوعۃ جامعہ بغداد، عراق، ۱۹۷۳ء
- ۱۲۳- ابو شیبہ، محمد بن محمد، اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، مکتبہ السنۃ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ
- ۱۲۴- ابو غدۃ، عبد الفتاح، شیخ، الاسناد من الدین، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، بحلب، ط ۱۴۱۲ھ
- ۱۲۵- ابو غدۃ، عبد الفتاح، لمحات من تاریخ السنۃ وعلوم الحدیث، مطبوعۃ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۰۴ھ
- ۱۲۶- ابوالشیخ، عبد اللہ بن محمد، ابومحمد، ذکر الأقران وروایا تھتم عن بعضهم بعضاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ

- ۱۲۷- ابو الشیخ، عبد اللہ بن محمد جعفر، امام، کتاب العظمت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۱۲۸- ابوالفداء، اسماعیل بن کثیر، شافعی، حافظ، جامع المسانید والسنن، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۱۲۹- ابویوسف، احمد بن عبد اللہ، اصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۱۳۰- ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، امام، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔
- ۱۳۱- اتیوبی، علی بن آدم، لولوی، ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، دار ابن جوزی للنشر والتوزیع، قاہرہ، ط ۱۴۳۲ھ
- ۱۳۲- اثری، ابن الدبیج، عبدالرحمان بن علی، تمیز الطیب من الخبیث، دار الکتب العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
- ۱۳۳- احمد بن ادریس، مصری، شہاب الدین، الاحکام فی تمیز الفتاویٰ عن الاحکام، مکتب المطبوعات الاسلامیہ بحلب، ط ۱۴۱۶ھ
- ۱۳۴- احمد بن اسماعیل، ابوجعفر، نحاس، امام، اعراب القرآن: عالم الکتب، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۱۳۵- احمد بن حنبل، امام، الزہد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۱۳۶- ایضاً، السنۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۱۳۷- ایضاً، زوائد مسند احمد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۱۰ھ
- ۱۳۸- ایضاً، المسند، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۱۳۹- احمد بن ستیوی، الدکتور، دیوان الامام علی بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ: جمع وتعلیق، دار الفکر الجدید، مصر، ط ۱۵۲۴ھ
- ۱۴۰- احمد بن عمر، قرطبی، ابوالعباس، امام، مفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، دار ابن کثیر، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۱۴۱- احمد بن عمرو، ابوبکر، امام، کتاب الاوائل، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۲۵ھ
- ۱۴۲- احمد بن فارس، ابوالحسین، معجم المقاییس فی اللغۃ، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۱۴۳- احمد رضا، امام، حدائق بخشش، پروگریو بکس، لاہور
- ۱۴۴- ایضاً، فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔
- ۱۴۵- احمد رضا، معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبہ الحیاء، بیروت، لبنان، ۱۹۵۸ء
- ۱۴۶- احمد شہاب الدین، مصری، خفاجی، حنفی، علامۃ، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۱۴۷- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ط ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء
- ۱۴۸- الازہری، کرم شاہ، محمد پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۱۴۹- ایضاً، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء
- ۱۵۰- اسفرائینی، عبدالقادر بن طاہر، الفرق بین الفرق، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۱۵۱- اسماعیل بن عمر، عماد الدین، حافظ، شافعی، تفسیر القرآن العظیم، دار المعرفۃ، بیروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ
- ۱۵۲- اشعری، علی بن اسماعیل، ابوالحسن، الابانۃ عن اصول الدیانیۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

- ۱۵۳- ایضاً، مقالات الاسلامیین واصلاح المصلین، تحقیق محی الدین عبدالحمید، مکتبۃ النهضة المصریة۔
- ۱۵۴- اصبحانی، احمد بن موسیٰ، ابوبکر، جزء فیہ ما انتقاء ابوبکر بن مردویہ من حدیث الطبرانی لاهل البصرۃ، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۳۲۵ھ
- ۱۵۵- اصبحانی، اسماعیل بن محمد، ابوالقاسم، دلائل النبوة، دار العاصمة، الرياض، ط ۱۳۱۲ھ
- ۱۵۶- اصفہانی، ابو نعیم، مسند الامام ابو حنیفہ، مکتبۃ الکوثر، الرياض، ط ۱۴۱۵ھ
- ۱۵۷- اصفہانی، احمد بن عبداللہ، ابو نعیم، دلائل النبوة، دار النفائس، بیروت، ط ۱۴۰۶ھ
- ۱۵۸- ایضاً، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱۴۰۷ھ
- ۱۵۹- اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۲۰۰۸ء
- ۱۶۰- ایضاً، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ط ۱۳۲۷ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۱۶۱- اعظمی، امجد علی، بہار شریعت، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ط ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء
- ۱۶۲- امجدی، شریف الحق، محمد، نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، فرید بک سٹال، لاہور، ط ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء
- ۱۶۳- امین، محمد، حافظ، سنن نسائی (فوائد ومسائل)، دار السلام، لاہور، ط ۱۴۳۲ھ
- ۱۶۴- امین، محمد ترقی، المعجم الوسیط، مطبوعہ اشرف علی الطبع حسن علی عطیہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۵ء
- ۱۶۵- آمدی، علی بن ابی علی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مطبع محمد علی واولادہ، مصر، ط ۱۳۴۷ھ
- ۱۶۶- اندلسی، ابو حیان بن محمد، علامہ، البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۱۲ھ
- ۱۶۷- اندلسی، عبدالحق بن غالب، ابوبکر، قاضی، علامہ، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۱۶۸- اندلسی، علی بن احمد، ابی محمد، جملہ انساب العرب، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۴ھ
- ۱۶۹- اندلسی، یوسف بن عبدالبر، ابی عمر، الانتقائی فضائل الائمة الثلاثۃ الفقہاء، مکتب المطبوعات الاسلامیة بحلب بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۱۷۰- آجری، محمد بن حسین، ابوبکر، الشریعہ، دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۱۷۱- آلوسی، محمود احمد، ابوالفضل، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ۱۴۱۸ھ
- ۱۷۲- الیاس، النطون، الیاس، قاموس الیاس، المصر، بیروت، لبنان، ط ۱۹۷۲ء
- ۱۷۳- انصاری، عبداللہ، خواجہ، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مطبوعہ شہر، طہران، ط ۱۳۷۱ھ
- ۱۷۴- بابر تی، محمد بن محمود، عنایۃ شرح ہدایۃ، نور یہ رضویہ، سکھر۔
- ۱۷۵- باجوری، محمد بن عفی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، دار ابن محزم، ط ۱۴۲۳ھ
- ۱۷۶- الباجی، سلیمان بن خلف، ابوالید قاضی اندلسی، کتاب المنقحی شرح موطاء، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ط ۱۴۳۲ھ
- ۱۷۷- ایضاً، سنن الصالحین و سنن العابدین، دار ابن حزم بیروت، ط ۱۴۲۴ھ
- ۱۷۸- باقلانی، ابوبکر، محمد بن طیب، امام، اعجاز القرآن، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، الصنائع، ط ۳۔

- ۱۷۹۔ البانی، ناصر الدین، محمد، حجیت حدیث، مکتبہ محمدیہ، لاہور، ط ۲۰۰۸ء
- ۱۸۰۔ البستانی، بطرس، المعلم، قطر المحيط، ساحة رياض الصلح، بيروت، لبنان، ۱۸۶۹ء
- ۱۸۱۔ بجنوری، احمد رضا، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۳۲۵ھ
- ۱۸۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، دار السلام، الرياض، ط ۱۳۱۹ھ
- ۱۸۳۔ ایضاً، خلق افعال العباد، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۳۱۱ھ
- ۱۸۴۔ ایضاً، الادب المفرد، مکتبۃ المعارف، الرياض، ط ۱۳۱۹ھ
- ۱۸۵۔ ایضاً، الضعفاء الصغیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ط ۱۹۸۶ء
- ۱۸۶۔ ایضاً، کتاب التاريخ الكبير، دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۱ء
- ۱۸۷۔ برقانی، احمد بن محمد، ابوبکر، سوالات البرقانی للدارقطنی، مطبوعہ نشرۃ احمد میاں تھانوی، لاہور، پاکستان، ط ۱۹۸۴ء
- ۱۸۸۔ برهان الدین، شیخ، الشد الفیاح من علوم ابن الصلاح، مکتبۃ الرشد، الرياض، ط ۱۳۱۸ھ
- ۱۸۹۔ برهانپوری، علی متقی بن حسام الدین، علامۃ، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۱۹۰۔ بزار، احمد بن عمرو، ابوبکر الدخار، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ، ط ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء
- ۱۹۱۔ ایضاً، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ط ۱۴۰۹ھ
- ۱۹۲۔ بزرنجی، سید محمد حسینی، الاشاعۃ لاشراط الساعة، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة ۱۳۲۵ھ
- ۱۹۳۔ بستی، محمد بن حبان، ابو حاتم، ابو حاتم، السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء، مؤسسة الکتب الثقافیۃ، الصنائع، ط ۱۳۱۱ھ
- ۱۹۴۔ بھطونی، علی بن یوسف، ابو الحسن، ہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۳۲۳ھ
- ۱۹۵۔ بصری، علی بن محمد، ادب الدنیا والدین، دار ابن کثیر، ط ۱۳۲۳ھ
- ۱۹۶۔ بغدادی، ابی الحسین بن قانع، قاضی، معجم الصحابة، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۳۲۶ھ
- ۱۹۷۔ بغدادی، احمد بن علی، ابی بکر، حافظ، امام، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱۳۲۷ھ
- ۱۹۸۔ ایضاً، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، مکتبۃ المعارف، الرياض، ط ۱۴۰۳ھ
- ۱۹۹۔ ایضاً، شرف اصحاب الحدیث، عالم الکتب بیروت، ط ۱۳۲۳ھ
- ۲۰۰۔ ایضاً، الرحلة فی طلب الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۳۹۵ھ
- ۲۰۱۔ بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۰ھ
- ۲۰۲۔ ایضاً، مصابیح السنۃ، دار المعرفۃ، بیروت، ط ۱۴۰۷ھ
- ۲۰۳۔ ایضاً، امام، شرح السنۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۴ھ
- ۲۰۴۔ ایضاً، الانور فی شاکل النبی المختار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۳۲۶ھ

- ۲۰۵۔ بغوی، عبد اللہ بن محمد، ابوالقاسم، مسند ابن الجعد، مؤسسة النادر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ
- ۲۰۶۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، ابو جعفر، کتاب البلدان دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۲۰۷۔ بلیاوی، عبد الحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، مدینۃ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ط ۱، ۱۹۸۲ء
- ۲۰۸۔ بیسونی، حامد بن احمد، ابوالنس طاہر، مقدمہ، مؤطا امام مالک، دار الفجر للتراث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
- ۲۰۹۔ بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، ناصر الدین قاضی، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
- ۲۱۰۔ بوسیری، احمد بن ابی بکر، اتحاف الخیرۃ المحررة بزوائد المسانید العشرۃ، دار الوطن، الرياض، ط ۱، ۱۴۲۰ھ۔
- ۲۱۱۔ ایضاً، زوائد ابن ماجہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۱۲۔ بیہقی، احمد بن حسین، الحافظ ابو بکر، السنن الکبریٰ، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
- ۲۱۳۔ ایضاً، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
- ۲۱۴۔ ایضاً، الآداب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۶ھ۔
- ۲۱۵۔ ایضاً، السنن الصغریٰ، دار الجیل، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۲۱۶۔ ایضاً، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۴ھ
- ۲۱۷۔ ایضاً، کتاب الاسماء والصفات، دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۲۱۸۔ ایضاً، معرفۃ السنن والآثار، دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۲۱۹۔ ایضاً، دلائل النبوة ومعرفۃ احوال صاحب الشریعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۲۲۰۔ ایضاً، الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد، الیمامۃ، دمشق، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۲۲۱۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظہری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۲۲۲۔ پٹنی، محمد طاہر، علامہ، تذکرۃ الموضوعات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۲۲۳۔ تاذنی، محمد بن یحییٰ، قلائد الجواہر فی مناقب عبدالقادر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر، ط ۳، ۱۴۳۷ھ
- ۲۲۴۔ تبریزی، عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، خطیب، امام، مشکاة المصابیح، دار الارقم، بیروت، لبنان۔
- ۲۲۵۔ تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ، بھارت، جنوری، ۲۰۰۹ء
- ۲۲۶۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، امام، الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار السلام، الرياض، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۲۲۷۔ ایضاً، علل الترمذی، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۹ء
- ۲۲۸۔ ایضاً، الشمائل الحمدیہ، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ، ط ۳، ۱۴۱۶ھ
- ۲۲۹۔ ترمذی، محمد، ابوعبد اللہ، امام، نوادر الاصول فی احادیث الرسول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۲۳۰۔ تفتازانی، سعد الدین، شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع، کراچی، سن

- ۲۳۱- ایضاً، درس ترمذی (مرتب: رشید اشرف)، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء
- ۲۳۲- تقی عثمانی، محمد، حجیت حدیث، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط ۱، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
- ۲۳۳- ایضاً، تکملة فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ط ۱، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء
- ۲۳۴- ایضاً، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء
- ۲۳۵- تلمسانی، احمد بن محمد، ابوالعباس، شهاب الدین، فتح المتعال فی مدح النعال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۷ھ
- ۲۳۶- تلیدی، عبداللہ، شیخ تھذیب الخصال النبویہ الکبریٰ، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۰ھ
- ۲۳۷- ایضاً، الانوار الباہرۃ بفصائل اہل البیت النبوی والذریۃ الطاہرۃ، مکتبہ الامام الشافعی، الرياض، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۳۸- تلمسی، احمد بن علی، المثنیٰ، امام، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۳۹- تلمسی، عبدالکریم بن محمد، ابی سعد، امام، ادب الاطباء والاستملاء، دارومکتبہ الهلال، ط ۱، ۱۴۰۹ھ
- ۲۴۰- تونجی، ابوطالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، دیوان ابی طالب علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، نبوت، تحقیق و تشریح: الدكتور محمد، دارالکتب العربی ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۲۴۱- تھانوی، شیخ محمد، التقریرات الرائعۃ علی النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۲۴۲- تھانوی، اشرف علی، جمال الاولیاء، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور۔
- ۲۴۳- ایضاً، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب صلی اللہ علیہ وسلم، تاج کبھی، کراچی
- ۲۴۴- ایضاً، بیان القرآن، تاج کبھی لاہور، الطبعة ۲۰۰۱ء
- ۲۴۵- ثعالبی، عبدالرحمن محمد بن مخلوف، شافعی، الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۴۶- ایضاً، الانوار فی آیات النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۲۴۷- ثعلبی، احمد بن ابراہیم، ابواسحاق، الکشف والبيان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ
- ۲۴۸- ایضاً، عرائس المجالس فی قصص الانبیاء، مطبع الحیدری، بمبئی، ہند، ۱۲۹۵ھ
- ۲۴۹- جادر، سالم العبد، مساعد، معالی الرتب لمن جمع بین شر فی الصحبة والنسب، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۲۵۰- جرجانی، عبداللہ بن عدی، ابی احمد، الکامل فی ضعفاء الرجال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۵۱- جرجانی، علی بن محمد، میرسید شریف، کتاب التعریفات، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۵۲- جزری، عبدالرحمان، کتاب الفقہ المذاہب الاربعہ، علماء اکیڈمی، لاہور، ط ۱، ۲۰۰۶ء
- ۲۵۳- جعفر مصطفیٰ، سید، سیدیہ، دکتور، (المعاصر)، موسوعة سيرة سيد الانام عليه الصلاة والسلام: المکتبہ المکیہ، مکة المكرمة، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۲۵۴- جمال رجب، سیدی، الدكتور، رسائل الجنید، داراقرء، دمشق، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۲۵۵- جمعة، احمد خلیل، نساء اہل البیت فی ضوء القرآن والحديث، دارالیمامة، دمشق، ط ۵، ۱۴۲۳ھ
- ۲۵۶- جمل، سلیمان بن عمیر، عجلی، الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للذقاق الخفیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ



- ۲۵۷۔ جوزجانی، ابراہیم، ابواسحاق، احوال الرجال، مطبوعہ موسسة الرسالة، بیروت، ط ۱، ۱۹۸۵ء
- ۲۵۸۔ جوزقانی، ابو عبد اللہ بن ابراہیم، الاباطیل والناسکیر والصاح والمشاہیر، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ۔
- ۲۵۹۔ جوزی، ابن قیم، محمد بن ابی بکر، حادی الارواح الی بلاد الافراح، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۶۰۔ ایضاً، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء
- ۲۶۱۔ ایضاً، روضة المحبین ونزهة المشتاقین، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۶۲۔ ایضاً، الوابل الصیب من الکلم الطیب، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۲۶۳۔ ایضاً، بدائع الفوائد، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۲۶۴۔ ایضاً، الفوائد مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۶۵۔ ایضاً، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۹ھ
- ۲۶۶۔ ایضاً، الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة، المکتبہ التجاریة مصطفیٰ احمد الباز، مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۲۶۷۔ ایضاً، جلاء الافہام فی الصلاة والسلام علی خیرا لآنام، دار الکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۸۶۔ ایضاً، الروح، دار الفکر بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ ودار احیاء العلوم، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۲ھ
- ۲۶۹۔ ایضاً، فضائل الصحابة، الدمام، ط ۳، ۱۴۲۶ھ
- ۲۷۰۔ جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیہ، مطبوعہ دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء
- ۲۷۱۔ جوینی، عبد الملک بن عبد اللہ، کتاب الارشاد الی قواطع الادلة فی اصول الاعتقاد، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۲۷۲۔ جیلانی، عبد القادر جیلانی، شیخ، فتوح الغیب، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلی، بمصر ط ۲، ۱۳۹۲ھ
- ۲۷۳۔ الجزاری، طاہر بن صالح، توجیہ النظر الی اصول الاثر، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۳۲۸ھ
- ۲۷۴۔ حازمی، محمد بن موسیٰ، ابوبکر، شروط الائمة النخبة، رجم اکڈمی، کراچی۔
- ۲۷۵۔ حاکم، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
- ۲۷۶۔ ایضاً، سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی، مطبوعہ مکتبہ المعارف، الرياض، ط ۱، ۱۹۸۴ء
- ۲۷۷۔ ایضاً، المدخل الی کتاب الاکلیل، المکتبہ التجاریہ، مکتبہ المکترمة
- ۲۷۸۔ ایضاً، المدخل فی اصول الحدیث، دار ابن حزم، ط ۱، ۱۴۲۸ھ
- ۲۷۹۔ ایضاً، معرفۃ علوم الحدیث، المکتبہ العلمیہ، المدینۃ المنورۃ، ط ۲، ۱۳۹۷ھ
- ۲۸۰۔ حسین بن محمد، شرف الدین، طبیب، الکاشف عن حقائق السنن، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکتبہ المکترمة، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۲۸۱۔ ہکفی، محمد بن علی، علامہ حنفی، الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ
- ۲۸۲۔ حصری، روضة الجمال، دکتورۃ، حیاة الحسن البصری، دار الکلم الطیب، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ



- ۲۸۳- حسنی، محمد بن عبدالمومن، تقی الدین، قلع النفوس ورقیۃ المایوس، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ
- ۲۸۴- حضری، محمد بن عمر، حدائق الانوار ومطالع الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، مطبوعۃ دارالحادی، بیروت ط ۱۴۱۹ھ
- ۲۸۵- ایضاً، رشفۃ الصادی من بحر فضائل بنی النبی الہادی علیہ السلام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۲۸۶- حلبي، علی بن برهان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المآمون (السیرۃ الحلیۃ)، دارالمعرفۃ، بیروت۔
- ۲۸۷- حماد، عبدالستار، ابو محمد، حجت حدیث، دارالسلام، الرياض، السعودیۃ، سن
- ۲۸۸- حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط ۲۰۰۳ء
- ۲۸۹- حمیدی، محمد بن فتوح، الجمع بین المحسنین، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۲۹۰- حمیدی، عبداللہ بن الزبیر، امام، المسند، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۰۹ھ
- ۲۹۱- خازن، علی بن محمد، بغدادی، لباب التاویل فی معانی التزیل، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۲۹۲- خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء
- ۲۹۳- خٹکی، ابراہیم بن عبداللہ، ابواسحاق، سؤالات ابن جنید، مطبوعۃ مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، ۱۹۸۸ء
- ۲۹۴- خرکشی، عبدالملک بن ابی عثمان محمد، حافظ، ابوسعہ، امام، شرف المصطفیٰ علیہ السلام، دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ
- ۲۹۵- خزرمی، احمد بن عبداللہ، صفی الدین، خلاصۃ التذہیب، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء
- ۲۹۶- حضری، بک، محمد، اصول الفقہ، مکتبۃ التجاریۃ الکبری، بیروت، لبنان، ۱۹۲۹ء
- ۲۹۷- خطاب بن محمد بن محمد، ابوسلیمان بستی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، مکتبۃ العارف للنشر والتوزیع، الرياض، ط ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء
- ۲۹۸- خطیب بغدادی، احمد بن علی، ابوبکر، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ
- ۲۹۹- ایضاً، تاریخ بغداد، مطبوعۃ مکتبۃ الخانجی، القاہرۃ، ط ۱۹۳۰ء
- ۳۰۰- خفاجی، حمد شہاب الدین، علامۃ، نسیم الرياض فی شرح الشفاء القاضی عیاض، المطبوعۃ الازہریۃ المصریۃ، ط ۱۳۲۷ھ
- ۳۰۱- خلف بن عبدالمالک، ابوالقاسم، امام، کتاب الغوامض والمہمات، دارلاندلس الخضراء، جدۃ، ط ۱۴۱۵ھ
- ۳۰۲- خوارزمی، محمد بن اسحاق، اثارة الترغیب والتشویق الی المساجد الثلاث والبيت العتیق، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط ۱۴۱۸ھ
- ۳۰۳- ایضاً، مناقب الامام ابی حنیفہ، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ
- ۳۰۴- خوارزمی، محمد بن محمود، ابوالموید، امام، جامع المسانید، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
- ۳۰۵- حیضری، قطب الدین، حافظ، اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم علیہ السلام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۳۰۶- داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع ہفتم ۱۹۸۶ء
- ۳۰۷- دارقطنی، علی بن عمر، ابوالحسن، السنن، دارالحاسن، قاہرۃ، ۱۹۶۶ء
- ۳۰۸- ایضاً، الضعفاء والمترکین، مطبوعۃ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۴ء

- ۳۰۹- دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، حافظ، سنن الدارمی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۳۱۰- دارمی، عثمان بن سعید، تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن ابن معین، مطبوعہ مرکز البحث العلمي، مکة المكرمة، ط ۱، ۱۹۸۰ء
- ۳۱۱- دحلان، احمد بن زینی، سید، السيرة النبوية، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۳۱۲- ایضاً، الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدين و اهل البيت الطاهرين، دار الفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۳۱۳- دشتانی، محمد بن خلفہ، ابو عبد اللہ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ
- ۳۱۴- دیمیری، محمد بن موسیٰ، کمال الدین، حیات الحيوان الکبریٰ، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر۔
- ۳۱۵- دمشق، علی بن ابراهیم، علاؤ الدین، فتاویٰ امام نووی، دار الفکر، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۳۱۶- دولابی، محمد بن احمد، ابوبشر، الذرية الطاهرة النبوية، الدار السلفية الکویت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ
- ۳۱۷- دیار بکری، حسین بن محمد، شیخ، امام، تاریخ النخیس فی احوال انفس نفیس علیہ السلام، دار صادر، بیروت
- ۳۱۸- دینوری، احمد بن مروان، ابوبکر، المجالسة وجواهر العلم، دار ابن حزم، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۳۱۹- دینوری، عبد اللہ بن مسلم، امام، تاویل مختلف الحديث، دار الفکر بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۳۲۰- ذحلی، وهبة، دكتور، الفقه الاسلامی وادلته، دار الفکر، دمشق، ط ۳، ۱۴۰۹ھ
- ۳۲۱- ایضاً، التفسیر المنیر، دار الفکر، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۳۲۲- ذہبی، احمد بن عثمان، ابو عبد اللہ، تذکرة الحفاظ، دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء
- ۳۲۳- ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مکتبہ عیسیٰ البابي الحلبي، القاهرة، ط ۱، ۱۹۶۳ء
- ۳۲۴- ایضاً، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
- ۳۲۵- ایضاً، الموقظة فی علم مصطلح الحديث، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۲ھ
- ۳۲۶- ایضاً، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۳۲۷- ایضاً، تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر و الاعلام، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۳۲۸- ایضاً، معرفة القراء الکبار علی الطبقات و الاعصار، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط ۲، ۱۴۰۸ھ
- ۳۲۹- ذہبی، محمد حسین، دكتور، التفسیر والمفسرون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۲، ۱۹۹۶ھ
- ۳۳۰- رازی، عبد الرحمن بن محمد ادریس، امام، تفسیر القرآن العزیز، مکتبہ نزار مصطفى الباز، مکة المكرمة، ط ۲، ۱۴۱۹ھ
- ۳۳۱- رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، بکری، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۱ھ
- ۳۳۲- راغب، حسین بن محمد، اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفى الباز، مکة المكرمة، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۳۳- رزماني، محمد بن عبد الباقي، ابو عبد اللہ، شرح موطا الامام مالک، مصطفى البابي الحلبي، مصر، ط ۱، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
- ۳۳۴- رسالہ "تذکرہ" لاہور، نومبر ۱۹۹۱ء

- ٣٣٥ - رضوى، لياقت علي، محمد، فيوضات الرضوية في تشریحات الهدية، شبير برادر، لاهور، ١٣٣٣ھ/٢٠١٢ء
- ٣٣٦ - رضوى، محمود احمد، سيد، فيوض الباري في شرح صحيح البخاري، مكتبة رضوان، لاهور، سن
- ٣٣٧ - روداني، ابو عبد الله، جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوائد، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، ٢٠٠٢ء
- ٣٣٨ - زبيدي، مرتضى حسني، سيد، حافظ، امام، بلغة الاريب في مصطلح آثار الحبيب، دار البشائر الاسلامية بيروت، ط ٢، ١٣٠٨ھ
- ٣٣٩ - زبير، علي زكي، حافظ، انوار الصحيفة في الاحاديث الضعيفة من السنن الاربع، المكتبة الاسلامية، لاهور، ط ١، ١٣٣٣ھ
- ٣٤٠ - ايضا، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الفكر، بيروت ١٣١٢ھ
- ٣٤١ - ايضا، اتحاد السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٩ھ
- ٣٤٢ - زرقاني، محمد عبد الباقي، اشراق مصابيح السيرة الحميدة بمزج اسرار المواهب اللدنية، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٤ھ
- ٣٤٣ - زركشي، محمد بن عبد الله، امام، التذكرة في الاحاديث المشتهرة، المكتب الاسلامي، بيروت، ط ١، ١٣١٤ھ
- ٣٤٤ - ايضا، البرهان في علوم القرآن، دار المعرفة، بيروت، ط ١، ١٣١٩ھ
- ٣٤٥ - زركلي، خير الدين، الاعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين والمتشركين، بيروت، ط ٢
- ٣٤٦ - زحشرى، محمود بن عمر، علامة، الكشف عن حقائق التاويل، دار احياء التراث العربي، بيروت، ط ١، ١٣١٤ھ
- ٣٤٧ - ايضا، الفائق في غريب الحديث، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٤ھ
- ٣٤٨ - زيلعي، عبد الله بن يوسف، جمال الدين، حافظ، نصب الرية في تخریج احاديث الهداية، دار الكتب العلمية، ط ١، ١٣١٦ھ
- ٣٤٩ - زين الدين، عبد الرحيم بن حسين، عراقى، امام، التقيد والايضاح لما اطلق واغلق من مقدمة ابن الصلاح، مؤسسة الكتب الثقافية، ط ٢، ١٣١٦ھ
- ٣٥٠ - ايضا، المغنى عن حمل الاسفار في الاسفار في تخریج ما في الاحياء من الاخبار، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٩ھ
- ٣٥١ - ايضا، الفية السيرة النبوية، دار المنهاج، بيروت، ط ١، ١٣٢٦ھ
- ٣٥٢ - سبط ابن جوزى، علي بن عبد الله، تذكرة الخواص، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٦ھ
- ٣٥٣ - سبكي، محمد خطاب، محمود، المنهل العذب المورود شرح سنن الامام ابى داود، مطبوعه مؤسسة التاريخ العربي، بيروت، لبنان، ١٣٠٢ھ
- ٣٥٤ - سبكي، علي بن كافي، تقي الدين، السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ، دار ابن حزم، بيروت، ط ١، ١٣٢٦ھ
- ٣٥٥ - ايضا، شفاء السقام في زيارة خير الانام، مطبوعه نورية رضوية بلي كيشنر، لاهور، ط ١، ١٣٢٥ھ
- ٣٥٦ - سبكي، عبد الوهاب بن علي، طبقات الشافعية الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٢٠ھ
- ٣٥٧ - ستاني، محمد بن عبد الكريم، ابى الفتح، الملل والنحل، مطبوعه دار المعرفة، بيروت، ط ٩، ١٣٢٩ھ
- ٣٥٨ - سجتاني، عبد الله بن ابى داود، ابوبكر، كتاب المصاحف، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣٠٥ھ
- ٣٥٩ - سخاوى، محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، فتح المغيبيات شرح الفية الحديث، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٣١٣ھ
- ٣٦٠ - ايضا، لأجوبة الرضوية من الاحاديث النبوية، دار الرية، الرياض، ط ١، ١٣١٨ھ

- ۳۶۱- ایضاً منہ الکرام بشرح بلوغ المرام، دارالامام الطبری، بیروت، ۱۴۱۲ھ
- ۳۶۲- ایضاً، القول البدیع فی الصلاة علی الجیب الشفیع علیہ السلام، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ ومؤسسة الريان، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۳۶۳- سراج الدین، محمد بن عبدالرشید، سجاوندی حنفی، السراجی فی المیراث، المیزان، لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۳۶۴- سرخسی، محمد بن احمد، ابوبکر، المبسوط، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۱ھ
- ۳۶۵- سرہندی، وارث، علمی اردو لغات جامع، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۱۹۹۰ء
- ۳۶۶- سعید بن منصور، مکی، خراسانی، امام، سنن سعید بن منصور، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۳۶۷- سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مطبوعہ فرید بک شال، لاہور، ط ۳، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۳۶۸- ایضاً، شرح صحیح مسلم، فرید بک شال، لاہور، ط ۱۰، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۳۶۹- ایضاً، نعمۃ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک شال، لاہور، ط ۲، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- ۳۷۰- سلیمان جیسیم، فرہنگ بزرگ، فرہنگ معاصر، تہران، ط ۵، ۱۳۷۹ھ
- ۳۷۱- سمرقندی، ابواللیث، نصر بن محمد، امام، بحر العدوم (تفسیر سمرقندی)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۳۷۲- سمعانی، عبدالکریم بن محمد، ابوسعید، الانساب، مجلس دارالمعارف، ہند، ۱۳۸۲ھ
- ۳۷۳- سمہودی، علی بن عبداللہ، نورالدین، جواہر العقدین فی فضل الشرفین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۳۷۴- ایضاً، خلاصۃ الوفاء، داراحیاء الکتاب العربی، بیروت۔
- ۳۷۵- ایضاً، وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔
- ۳۷۶- سندھی، محمد بن عبداللہ، ابوالحسن، حاشیہ السنن علی النسائی، دارالمعرفہ، بیروت، ط ۳، ۱۴۱۴ھ
- ۳۷۷- ایضاً، کفایۃ الجامۃ فی شرح سنن ابن ماجہ، دارالمعرفہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۷۸- سنکی، زکریا بن محمد، شیخ، حافظ، انصاری، التہصرۃ والتذکرۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۳۷۹- سہارنپوری، خلیل احمد، علامہ محدث، بذل المجمود فی حل ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ کراچی، سن
- ۳۸۰- سہروردی، شہاب الدین، عوارف المعارف، پروگریسو بکس، لاہور، ط ۲، ۲۰۱۰ء
- ۳۸۱- سہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، علامۃ، الروض الانف، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۳۸۲- سیوہاروی، حفظ الرحمان، محمد، قصص القرآن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، معلوم ندارد
- ۳۸۳- سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، دارالکتب العربی، بیروت، لبنان، ط ۸، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
- ۳۸۴- ایضاً، تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
- ۳۸۵- ایضاً، زہر الربی علی ہامش سنن النسائی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، معلوم ندارد
- ۳۸۶- ایضاً، الاکیل فی استنباط التزیل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۸ھ

- ٣٨٤- ايضاً، الباهر في حكم النبي ﷺ في الباطن والظاهر، دار السلام، القاهرة، ط ١، ١٤٠٤هـ
- ٣٨٨- ايضاً، البدور السافرة في احوال الآخرة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤١٦هـ
- ٣٨٩- ايضاً، تاريخ الخلفاء، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤١٩هـ
- ٣٩٠- ايضاً، التعظيم والمهبة في ان ابوي رسول الله ﷺ في الجنة، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٩هـ
- ٣٩١- ايضاً، جامع الاحاديث الكبير، دار الفكر، بيروت، ١٤١٢هـ
- ٣٩٢- ايضاً، جمع الجوامع، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٢١هـ
- ٣٩٣- ايضاً، الجامع الصغير في احاديث البشير النذير ﷺ، مكتبة نزار المصطفى الباز، مكة المكرمة، ط ١، ١٤١٨هـ
- ٣٩٤- ايضاً، الحاوي لفتاوى، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٢هـ وطبع دار الكتاب العربي، بيروت الطبعة ١٣٢٥هـ
- ٣٩٥- ايضاً، الدرر المنشرة في الاحاديث المشتهرة، دار الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ
- ٣٩٦- ايضاً، الدر المنثور في التفسير بالماثور، دار الفكر، بيروت، الطبعة ١٤١٢هـ
- ٣٩٧- ايضاً، ذيل الآلي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة، مطبع علوي محمد علي بخش خاں لکهنوی، ١٣٠٣هـ
- ٣٩٨- ايضاً، زهر الربى على المجتبى (شرح سنن النسائي):، دار المعرفة، بيروت، ط ٣، ١٤١٢هـ
- ٣٩٩- ايضاً، شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، دار المعرفة، بيروت، ط ١، ١٤١٤هـ
- ٤٠٠- ايضاً، طبقات الحفاظ، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٣هـ
- ٤٠١- ايضاً، قطف الازهار المتناثرة في الاحاديث المتواترة، المكتب الاسلامي بيروت، ١٤٠٥هـ
- ٤٠٢- ايضاً، كفاية الطالب البين في خصائص الحبيب ﷺ (الخصائص الكبرى)، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٥هـ
- ٤٠٣- ايضاً، الكنز المدفون والفلك المشحون، او الكشكول، مؤسسة النعمان، بيروت الطبعة ١٤١٢هـ
- ٤٠٤- ايضاً، لباب القول في اسباب النزول، دار الكتب العلمية، بيروت
- ٤٠٥- ايضاً، مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة، مكتبة الصحابة جدة، ط ٢، ١٤١٣هـ
- ٤٠٦- ايضاً، مسالك الخفاء في والدي المصطفى ﷺ من مجموعة الرسائل العشر، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٩هـ
- ٤٠٧- ايضاً، نشر العلمين المنيفين في احياء الابوين الشريفين، دار الكتب العلمية، بيروت، ط ١، ١٤٠٩هـ
- ٤٠٨- شاطبي، ابراهيم بن موسى، ابواسحاق، الموافقات في اصول الشريعة، المطبعة الرحمانية، القاهرة، مصر، ١٤٠٢هـ
- ٤٠٩- شافعي، محمد بن ادریس، امام، الرسالة، مصطفى البابي الحلبي، القاهرة، مصر، ط ٣، ١٩٨٣ء
- ٤١٠- ايضاً، المسند، دار الاثافة، العربية، دمشق، ١٤٢٣هـ
- ٤١١- شامي، محمد امين، ابن عابدين، رد المحتار على در المختار، دار الاحياء التراث العربي، بيروت، ط ١، ١٤١٩هـ
- ٤١٢- شاه عبدالحق، محدث دهلوی، ما ثبت بالسنة عن اعمال السنة عربي وارود، دار الاشاعت، كراچی، ١٤٠٣هـ

- ۴۱۳۔ ایضاً، اشعة اللمعات، فرید بک شال، لاہور، ط ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۳ء
- ۴۱۴۔ شاہ عبدالعزیز، دہلوی، محدث، فتاویٰ عزیزی، کتاب فروشی حاجی محمد علیم و پسران، بازار کتاب فروشی کابل افغانستان
- ۴۱۵۔ ایضاً، بستان المحدثین، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
- ۴۱۶۔ ایضاً، تحفہ اثناء عشر، حضرت میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
- ۴۱۷۔ شاہ ولی اللہ، محدث، دہلوی، المنشی شرح الموطاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۳۲۲ھ/۲۰۰۲ء
- ۴۱۸۔ ایضاً، حجة اللہ البالغة، دار احیاء العلوم، بیروت، ط ۱۴۱۰ھ
- ۴۱۹۔ ایضاً، المصنفی شرح موطاء، محمد علی کارخانہ، کراچی، سن
- ۴۲۰۔ ایضاً، المسوی شرح موطاء، ایضاً
- ۴۲۱۔ ایضاً، ازالة الخفاء فی تاریخ الخلفاء، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
- ۴۲۲۔ ایضاً، الاغتباء فی سلاسل اولیاء، ایضاً
- ۴۲۳۔ ایضاً، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، سندھ ساگر اکادمی، لاہور
- ۴۲۴۔ شبلنجی، موسیٰ بن حسن، نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم، شرکتہ مطبعة مصطفیٰ البابی الحلی، مصر الطبعة الاخرة ۱۳۲۷ھ
- ۴۲۵۔ شبیر احمد، عثمانی، تفسیر عثمانی، مجمع الملک فہد الطباعة المصحف الشريف، مدینہ منورہ، الطبعة ۱۴۰۹ھ
- ۴۲۶۔ شعرانی، عبد الوہاب، میزان الشریعة الکبریٰ، مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ط ۱۳۵۹ھ
- ۴۲۷۔ شعرانی، عبد الوہاب، امام، البدرا المنیر فی احادیث البشیر النذیر صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۴۲۸۔ ایضاً، کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ، دار الفکر بیروت، الطبعة ۱۴۰۸ھ
- ۴۲۹۔ ایضاً، الکبریٰ الاحمر، مطبعة مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ودار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة ۱۴۱۸ھ
- ۴۳۰۔ ایضاً، لواقع الانوار وطبقات الاخیار (الطبقات الکبریٰ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۴۳۱۔ ایضاً، المنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۰ھ
- ۴۳۲۔ ایضاً، الیواقیت والجواهر، مطبعة مصطفیٰ البابی الحلی، مصر، ودار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۴۳۳۔ شمس الحق، محمد، ابو طیب عظیم آبادی، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۴۳۴۔ شنیطی، تنجانی، مختار بن احمد، رسالۃ البیان والتبیین فی ان الصوفیۃ مذہبها السنة والقرآن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۴۳۵۔ شوکانی، محمد بن علی، قاضی، فتح القدیر، دار ابن کثیر، دمشق، ط ۱۴۱۴ھ
- ۴۳۶۔ ایضاً، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱۴۰۶ھ
- ۴۳۷۔ ایضاً، قطر الولی علی حدیث الولی: العلامة، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۳۲۲ھ
- ۴۳۸۔ ایضاً، تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین، دار الجلیل، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ

- ۴۳۹- ایضاً، نیل الاوطار شرح مشکى الاخيار، دارالمعرفة، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۴۴۰- شیبانی، محمد بن الحسن، مؤطا الامام مالک (مؤطا محمد)، دارالقلم دمشق، ط ۱۴۱۳ھ
- ۴۴۱- شیبانی، احمد بن عمرو، امام، الزهد، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۰۸ھ
- ۴۴۲- ایضاً، السنة، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۴۴۳- شیخ نظام، مولانا، الفتاویٰ العالیگیہ، المکتبۃ الرشید، کوئٹہ، سن
- ۴۴۴- شیرویه بن شمر، حافظ، فردوس الاخبار، دار ابن شریوہ الدیلمی، دارالریان، القاہرہ، ط ۱۴۰۸ھ
- ۴۴۵- صالحی، محمد بن طولون، الشذرة فی الاحادیث المشتهرة، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۴۴۶- صالحی، محمد بن یوسف، امام، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۴۴۷- صاوی، احمد بن محمد، حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، دارالفکر، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۴۴۸- صدیق حسن خان، نواب، بھوپالی، فتح البیان فی مقاصد القرآن، المکتبۃ العصریہ، بیروت، الطبعة ۱۴۱۲ھ
- ۴۴۹- ایضاً، مسک الختام، مکتبۃ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، سن
- ۴۵۰- صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری، لاہور، ط ۱۹۸۸ء
- ۴۵۱- صلابی، علی محمد، الدكتور، خامس الخلفاء الراشدین امیر المؤمنین الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دار ابن کثیر دمشق، ط ۱۴۲۵ھ
- ۴۵۲- صلاح الدین، ڈاکٹر، العمر فی خبر من عنبر، کویت۔
- ۴۵۳- صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، امام، تفسیر عبدالرزاق، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۴۵۴- صنعانی، محمد بن اسماعیل، سبل السلام شرح بلوغ المرام من ادلة الاحکام، مطبعة الاستقامة، مصر، ۱۳۵۷ھ
- ۴۵۵- ایضاً، المصنف، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۴۵۶- طبرانی، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم، امام، جزء فی طرق حدیث من کذب علی محمد، دار البشائر الاسلامیة، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۴۵۷- ایضاً، کتاب الدعاء، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۴۵۸- ایضاً، معجم الاوسط، مکتبۃ المعارف، الرياض ۱۴۰۵ھ
- ۴۵۹- ایضاً، معجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ودارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۸ھ
- ۴۶۰- ایضاً، المعجم الصغیر (الروض الدانی)، مکتب الاسلامی، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۴۶۱- طبری، ابن جریر، ابو جعفر، تاریخ الامم والسلوک، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۴ھ
- ۴۶۲- ایضاً، جامع البیان، دارالمعرفة، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ
- ۴۶۳- ایضاً، تھذیب الآثار تفصیل الثابت عن رسول اللہ ﷺ من الاخبار، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط ۱۴۲۹ھ
- ۴۶۴- ایضاً، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دارالفکر، بیروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ



- ۴۶۵- ایضاً، خلاصہ سیر سید البشر، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمہ، ط ۱۴۱۸ھ
- ۴۶۶- طبری، احمد بن عبد اللہ، محب الدین، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ط ۱۹۹۶ء
- ۴۶۷- ایضاً، السمط الثمین فی مناقب امہات المؤمنین، المکتبۃ التجاریۃ، مکة المکرمہ۔
- ۴۶۸- طحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، امام، شرح معانی الآثار، عالم الکتب، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۴۶۹- ایضاً، تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، دار بلنسیۃ، مکة المکرمہ، ط ۱۴۲۰ھ
- ۴۷۰- الطحان، محمود، الدكتور، تیسیر مصطلح الحدیث، دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء
- ۴۷۱- طرابلسی، القاؤنی، محمد بن خلیل، اللؤلؤ المرصوع فیما لا اصل له او باصله موضوع، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۴۷۲- طوسی، عبد اللہ بن علی، ابونصر، المجمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۴۷۳- طہ محمد، الساکت، شیخ، علامہ، من ذخائر السنة النبویۃ، دار نور المکتبات، ط ۱۴۱۴ھ
- ۴۷۴- طیاسی، سلیمان بن داؤد، امام، المسند، دار الکتب العلمیۃ، ط ۱۴۲۵ھ
- ۴۷۵- ظہری، محمد بن سعد، امام، الطبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۴۷۶- عامری، یحییٰ بن ابی بکر، ابوزکریا، عماد الدین، ہجۃ المحافل و بغیۃ الاماکل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۴۷۷- عبد الباقی، محمد فواد، مناقب علی والحسین و امہما فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم، دار الحدیث، القاہرۃ، سۃ الطبع ۱۴۲۳ھ
- ۴۷۸- عبد المنعم، قضاء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مکتبۃ الرشید، السعودیۃ، ط ۱۴۲۷ھ
- ۴۷۹- عبد المجید، خواجہ، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ط ۱۹۸۹ء
- ۴۸۰- عتر، نور الدین، منہج النقد فی علوم الحدیث، دار الفکر، دمشق، شام، ۱۹۸۱ء
- ۴۸۱- عثمانی، شبیر احمد، علامہ، فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، مکتبۃ دارالعلوم کراچی، کراچی، ۱۴۲۳ھ
- ۴۸۲- ایضاً، تفسیر عثمانی، پاک کمپنی، لاہور، سن
- ۴۸۳- عثمانی، ظفر احمد، تھانوی، شیخ، اعلاء السنن، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۴۸۴- عجاج، محمد، الخطیب، السنة قبل التدوین، مکتبۃ وھب، القاہرۃ، مصر، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء
- ۴۸۵- عجیلونی، اسماعیل بن محمد، علامۃ، کشف الخفاء و مزیل الالباس، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۴۸۶- عجلی، احمد بن عبد اللہ، ابوالحسن، تاریخ الثقات، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۹۸۴ء
- ۴۸۷- عصفری، خلیفۃ بن خیاط، ابی عمرو، تاریخ خلیفہ بن خیاط، تحقیق اکرم ضیاء العمری، دار طیبۃ الریاض، ط ۱۴۰۵ھ
- ۴۸۸- العطار، صدق جمیل، حاشیہ سنن ابی داؤد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط ۲۶- ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۴۸۹- عطار، فرید الدین، شیخ، تذکرۃ الاولیاء، لاہور
- ۴۹۰- عقاد، عباس محمود، العبریات الاسلامیۃ، المکتبۃ، العصریۃ، بیروت۔



- ۴۹۱۔ عقیلی، محمد بن عمرو، ابو جعفر، الضعفاء الکبیر، مکتبہ علمیہ، بیروت، لبنان، ط ۱۹۸۴ء
- ۴۹۲۔ عکمری، عبید اللہ بن محمد، ابو عبد اللہ، الابانۃ عن شریعۃ الفرق الناجیۃ ومجانۃ الفرق المذمومۃ، دار الریۃ، الریاض، ط ۱۴۰۹ھ
- ۴۹۳۔ عکمری، احمد بن محمد، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، دار ابن کثیر، دمشق، ط ۱۴۰۶ھ
- ۴۹۴۔ علانی، خلیل بن کیکلدی، کتاب تحقیق مدیف الرتبۃ لمن ثبت له شرف الصحبۃ، دار العاصمۃ، الریاض، ط ۱۴۱۰ھ
- ۴۹۵۔ علوی، محمد ابن السید، مالکی مکی، محمد علی بن علی، الانسان الکامل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۹ھ
- ۴۹۶۔ عمر بن علی، ابو حفص، حنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۴۹۷۔ عیاض مالکی، قاضی، ابو الفضل بن موسیٰ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء
- ۴۹۸۔ عینی، محمود بن احمد، بدر الدین، ابو محمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار الحدیث، ملتان، ط ۱۴۱۹ھ
- ۴۹۹۔ ایضاً، العلم الہیب من الکلم الطیب، مکتبۃ الرشید، الریاض، ط ۱۴۱۹ھ
- ۵۰۰۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد، لاہور، ط ۲۰۰۹ء
- ۵۰۱۔ غربان محمد شفیق، الموسوعۃ العربیۃ المسیرۃ، قاہرہ، مصر، ۱۹۶۵ء
- ۵۰۲۔ غزالی، محمد بن محمد، امام، احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۵۰۳۔ ایضاً، المستصفی من علم الاصول، امیریہ کبریٰ، بولاق، مصر، ۱۲۹۳ھ
- ۵۰۴۔ غیاث الدین، محمد، غیاث اللغات، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، معلوم ندارد
- ۵۰۵۔ فاسی، محمد مہدی، امام، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، المکتبۃ المکرمۃ الرضویۃ، لاکپور (فیصل آباد)
- ۵۰۶۔ فزاری، ابراہیم بن محمد، ابواسحاق، کتاب السیر، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱۴۰۸ھ
- ۵۰۷۔ فتی، محمد طاہر، مجمع بحار الانوار، مکتبۃ دار الایمان المدنیۃ المنورۃ، ط ۱۴۱۵ھ
- ۵۰۸۔ الفلاح، محمد عبدہ، تفسیر الحدیث المسمی اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف ناشران، لاہور، سن
- ۵۰۹۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، مجد الدین، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱۴۱۳ھ
- ۵۱۰۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، سن
- ۵۱۱۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، ط ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
- ۵۱۲۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، مکتبہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۸ھ
- ۵۱۳۔ ایضاً، محاسن التاویل (التفسیر القاسمی)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ
- ۵۱۴۔ قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۷۸ء
- ۵۱۵۔ قرطبی، احمد بن عمر، ابوعباس ابراہیم مالکی، الفہم، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، ط ۱۴۱۷ھ
- ۵۱۶۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ مالکی، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

- ۵۱۷- ایضاً، التذکرۃ فی احوال الموتى وامور الآخرة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۵۱۸- قرطبی، یوسف بن عبداللہ، ابو عمرو، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۵۱۹- ایضاً، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن الجوزی، الدمام، ط ۲، ۱۴۱۹ھ
- ۵۲۰- قسطلانی، احمد بن محمد، ابوالعباس شہاب الدین، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۲۰۰۹ء
- ۵۲۱- ایضاً، المواہب الدنیۃ بانح المحمدیۃ، مکتب الاسلامی بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۵۲۲- قشیری، عبدالکریم بن ہوازن، ابوالقاسم، امام، لطائف الاشارات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۵۲۳- قضای، محمد بن سلامۃ، ابی عبداللہ، دستور معالم الحكم وما ثور مكارم الشيم، شركة دار ارقم بن ابی الارقم بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۵۲۴- قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ط ۲، ۱۹۹۸ء
- ۵۲۵- قنوجی، محمد صدیق حسین، سید، البلغۃ فی اصول اللغۃ، دارالبشارۃ الاسلامیۃ بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۵۲۶- ایضاً، تکریم المؤمنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین، قادری کتب خانہ، سیالکوٹ۔
- ۵۲۷- ایضاً، التاج المکمل من جوهر ماثر الطراز الآخرو الاولی، مکتبۃ دار السلام الریاض، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۵۲۸- ایضاً، الدین الخالص، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۵۲۹- کاسانی، ابوبکر بن مسعود، علاؤ الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبوعۃ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ
- ۵۳۰- کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، مکتبۃ عثمانیہ، لاہور، ط ۲، ۱۹۹۶ء
- ۵۳۱- ایضاً، التعلیق الصبیح علی مشکاة المصابیح، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۵۳۲- کاندھلوی، محمد زکریا، شیخ، اوجز المسالك الى موطا مالك، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۲، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
- ۵۳۳- ایضاً، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
- ۵۳۴- کاندھلوی، محمد یوسف، حیاۃ الصحابۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۶ھ
- ۵۳۵- الکافی، ہبۃ اللہ بن حسن، ابوالقاسم، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۳ھ
- ۵۳۶- کتانی، محمد بن جعفر، الرسالة المستطرفة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۵۳۷- کدیری، احسان محمد وحلا جمنفی سراج الطالبین، مکتبۃ الحرمین، جدۃ۔
- ۵۳۸- کشمیری، محمد انور شاہ، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، کھلب، ط ۵، ۱۴۱۲ھ
- ۵۳۹- ایضاً، العرف الشذی شرح جامع الترمذی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء
- ۵۴۰- ایضاً، فیض الباری علی صحیح البخاری، المکتبۃ الرشیدیۃ، کوئٹہ،
- ۵۴۱- لکھنوی، عبدالحی، محمد، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعذیل، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ، کھلب، ط ۳، ۱۴۰۸ھ
- ۵۴۲- ایضاً، الاجوبۃ الفاضلۃ للسئلۃ العشرۃ الکاملۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، کھلب، ط ۳، ۱۴۱۴ھ

- ۵۴۳۔ لکھنوی، محمد عبدالحلیم بن محمد امین، قمرالاقمار لنور الانوار فی شرح المنار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۵۴۴۔ ماتریدی، محمد بن محمود، ابی منصور، سمرقندی، حنفی، تاویلات اہل السنۃ، مؤسسۃ الرسالۃ ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۵۴۵۔ مالک، ابن انس، امام، المسوط، دار الفجر للتراث، القاہرہ، مصر، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
- ۵۴۶۔ مالینی، احمد بن محمد، ابوسعید، امام، کتاب الاربعین فی شیوخ الصوفیہ، دارالبشار الاسلامیہ، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۴۷۔ ماوردی، علی بن محمد، علی بن محمد، علامۃ، اعلام النبوة، مطبوعۃ دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۵۴۸۔ ایضاً، النکت والعیون، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۲ھ
- ۵۴۹۔ مبارکپوری، عبدالرحمن، ابوالعلی محمد، تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، بیت الافکار الدولیہ، عمان، اردن، سن
- ۵۵۰۔ ایضاً، الریحۃ المختوم، دارالسلام، الرياض، الطبعة ۱۴۱۴ھ
- ۵۵۱۔ مجاہد بن جبر، قرشی، مخزومی، التفسیر الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ
- ۵۵۲۔ محمد بن علی، ابوالعلی، الحافظ، الفوائد الممتنعة والغرائب الحسان عن شیوخ الکوفین، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۷ھ
- ۵۵۳۔ محمد بن سلامۃ، الشافعی، القضاعی، امام، مسند الشهاب، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۵۵۴۔ محمد بن ہارون، ابوبکر، رویانی، امام، مسند الصحابة، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۵۵۔ محمد بن محمد، ابوالسعود، عمادی، حنفی، ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۵۵۶۔ محمد امین بن محمد مختار، جکنی، علامۃ، اضواء البیان فی ایضاح القرآن:، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۵۵۷۔ محمد بن یعقوب، مجدالدین، فیروز آبادی، امام، بصائر ذوی التتمیز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیہ، بیروت
- ۵۵۸۔ محمد بن خطیب، شربنی، السراج المنیر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۵۵۹۔ محمد علی، شیخ، صابونی، صفوة التفسير، دارالحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۵۶۰۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
- ۵۶۱۔ محمد بن خلیفہ، ابو عبد اللہ، وشتانی، ابی الماکلی، علامۃ، اکمال الکمال المعلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۵۶۲۔ محمد بن احمد، ابوالقاسم، کلبی، التسهيل لعلوم التنزيل، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۵۶۳۔ محمد زکریا، سہارنپوری، مولانا، لامع الدرری علی جامع البخاری، مکتبۃ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
- ۵۶۴۔ محمد بن محمد، سنوسی، مالکی، علامۃ، مکمل اکمال الاکمال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۵۶۵۔ محمد بن محمد، ابوالفتح، حافظ، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمال والسير، مکتبۃ دارالتراث، المدینۃ المنورۃ، ط ۱، ۱۴۱۳ھ
- ۵۶۶۔ محمد بن احمد، ابوالبقاء، تاریخ مکة المشرفة والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۸ھ
- ۵۶۷۔ محمد بن عمر، کتاب المغازی للواقدي، عالم الکتب بیروت، ط ۳، ۱۴۰۴ھ
- ۵۶۸۔ محمد بن ادریس، دیوان امام شافعی رحمہ اللہ، تحقیق محمد عبد الرحیم، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ

- ۵۶۹۔ محمد نافع، مولانا، سیرت امیر معاویہ، دارالکتاب، لاہور
- ۵۷۰۔ مراد آبادی، نعیم الدین، سید محمد، خزائن العرفان، حافظ کمپنی، لاہور، سن
- ۵۷۱۔ مراغی، زین الدین ابی بکر بن الحسین، کتاب تحقیق النظرۃ بتلخیص معالم دارالہجرۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ البازمکۃ المکرمۃ، ط ۱۴۱۷ھ
- ۵۷۲۔ مروزی، خزاعی، نعیم بن حماد، حافظ، الفتن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۵۷۳۔ مروزی، اسحاق بن ابراہیم، امام، مسند اسحاق بن راہویۃ، مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ، ط ۱۴۱۰ھ ودارالکتاب العربی، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۵۷۴۔ مروزی، محمد بن نصر، امام فقیہ شیخ الاسلام، المسند، مکتبۃ مصطفیٰ البابی، بولاق، مصر، ۱۴۰۲ھ
- ۵۷۵۔ مزنی، جمال الدین یوسف، ابوالحجاج، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱۹۹۲ء
- ۵۷۶۔ مرغینانی، علی بن ابی بکر، ابوالحسن، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۱۶ھ
- ۵۷۷۔ ایضاً، الباب فی شرح الکتاب، ایضاً
- ۵۷۸۔ مرجانی، محمد بن عبد الملک، بھجۃ النفوس والاسرار، مکتبۃ نزار مصطفیٰ البازمکۃ المکرمۃ، ط ۱۴۱۸ھ
- ۵۷۹۔ مسلم، ابن حجاج، ابوالحسین قشیری، صحیح مسلم، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- ۵۸۰۔ ایضاً، الانتفاع بحلو السباع، دارالفکر، بیروت۔
- ۵۸۱۔ مصری، عمر بن شبۃ، البوزید، تاریخ مدینۃ، دارالتراث، بیروت، ط ۱۴۱۰ھ
- ۵۸۲۔ مصطفیٰ خیری، منصور، علامۃ، المقتطف من عیون التفاسیر، دارالقلم، دمشق، ط ۱۴۱۷ھ
- ۵۸۳۔ مطلبی، محمد بن اسحاق، مدنی، السیرۃ النبویۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ
- ۵۸۴۔ مغلطائی، ابو عبد اللہ بن قلیج، علاء الدین، حافظ، الاشارة الی سیرۃ المصطفیٰ، دارالقلم، دمشق، ط ۱۴۱۶ھ
- ۵۸۵۔ مقاتل بن سلیمان، ابوالحسن، ازدی، امام، تفسیر مقاتل بن سلیمان، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ
- ۵۸۶۔ مقدسی، یوسف بن یحییٰ، عقد الدرر فی اخبار المنظر وهو المهدی، مکتبۃ المنار، ط ۱۴۰۵ھ
- ۵۸۷۔ مقدسی، محمد بن عبد الواحد، ضیاء الدین، الاحادیث المختارۃ مما لیس فی المسحورین، مکتبۃ النهضة الحدیثیۃ، مکتبۃ المکرمۃ، ط ۱۴۱۰ھ
- ۵۸۸۔ مقدسی، محمد بن طاہر، ابوالفضل، حافظ، اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی، دارالتد مریۃ، الرياض، ط ۱۴۲۸ھ
- ۵۸۹۔ ایضاً، الجمع بین رجال المحسین، دائرۃ معارف عثمانیۃ، حیدرآباد، دکن، ۱۳۲۳ھ
- ۵۹۰۔ ایضاً، شروط القدیمۃ السنۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۴ء
- ۵۹۱۔ مقریزی، احمد بن علی، ابی العباس المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار، الطبعة بدون تاریخ، مکتبۃ الیدیۃ، القاہرۃ۔
- ۵۹۲۔ مقری، احمد بن محمد علی، المصباح المنیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۵۹۳۔ ملا علی القاری، علی بن سلطان محمد، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ
- ۵۹۴۔ ایضاً، جمع الوسائل فی شرح الشماک، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

- ۵۹۵۔ ایضاً، شرح مسند ابی حذیفہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۵۹۶۔ ایضاً، شرح الفقہ الاکبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۰۴ھ
- ۵۹۷۔ ایضاً، شرح الشفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
- ۵۹۸۔ ایضاً، فتح باب العنایۃ بشرح النقاۃ، دارالرقم، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۵۹۹۔ ایضاً، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ۔
- ۶۰۰۔ ایضاً، المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۶۰۱۔ ملا جیون، احمد، نور الانوار، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، سن
- ۶۰۲۔ مناوی، عبدالرؤف، علامۃ، شرح الشماک، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔
- ۶۰۳۔ ایضاً، کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۸ھ
- ۶۰۴۔ ایضاً، الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ، دارصادر، بیروت، ط ۱۹۹۹ء
- ۶۰۵۔ منذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی، امام، الترغیب والترہیب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۶۰۶۔ منصور بن الحسن، عماد الدین، گازرونی، شافعی، حاشیۃ الغازرونی علی البیضاوی، دارالفکر، بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ
- ۶۰۷۔ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ اللعالمین، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ھ
- ۶۰۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ط ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء
- ۶۰۹۔ ایضاً، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ط ۲۰۰۰ء
- ۶۱۰۔ موسیٰ شاہین، لاشین، پروفیسر ڈاکٹر، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دارالشرق، القاہرہ، مصر، ط ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
- ۶۱۱۔ مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مہر منیر، فیض احمد فیض رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم، پاکستان، انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۴۰۶ھ
- ۶۱۲۔ ایضاً، تصفیۃ مابین سنی و شیعہ رحمۃ اللہ علیہ، انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ، لاہور ۱۴۰۶ھ
- ۶۱۳۔ ناصر الدین، محمد البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیۃ، وحشی من فقہا و فوائدہا، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء
- ۶۱۴۔ ایضاً، ظلال الحجۃ فی تخریج السنۃ، المکتب الاسلامی، ط ۱۴۱۳ھ
- ۶۱۵۔ ایضاً، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ و اثرہا السی فی الامۃ، ایضاً، ط ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
- ۶۱۶۔ نبھانی، یوسف بن اسماعیل، امام، الانوار الحمیدیۃ من المواہب اللدنیۃ، الطبعة الادبیۃ، بیروت ۱۳۲۱ھ
- ۶۱۷۔ ایضاً، جامع کرامات اولیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۶۱۸۔ ایضاً، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، مصر ۱۳۷۹ھ، ودارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۶۱۹۔ ایضاً، حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین علیہ السلام، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۷ھ
- ۶۲۰۔ ایضاً، حزب الاستغاثات بسید السادات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۲ھ

- ۶۲۱- ایضاً، سعادة الدارين فی الصلاة علی سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۶۲۲- ایضاً، شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، مطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، ودارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۶۲۳- نجدی، محمد بن عبد الوہاب، مختصر زاد المعاد، المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۳، ۱۴۰۳ھ
- ۶۲۴- ایضاً، مختصر سیرۃ الرسول، مکتبۃ نزار مصطفى الباز، مکة المکرمۃ، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۶۲۵- نجم الدین، محمد بن محمد، الغزی، الاتقان ما تحسن من الاخبار الواردة علی الالس، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۵ھ
- ۶۲۶- ندوی، سید سلمان، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء
- ۶۲۷- ندوی، علی، ابوالحسن، ماذا خسر العالم بانحاط المسلمین، دار ابن کثیر دمشق، ط ۴، ۱۴۲۶ھ
- ۶۲۸- ایضاً، المرتضی سیرۃ امیر المامنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دارالقلم دمشق، ط ۲، ۱۴۱۹ھ
- ۶۲۹- ندوی، سید رضوان علی، الدکتور، خانوادۃ نبوی وعہد بنی امیہ، حقائق واوہام عربی ادارۃ تصنیف ونشر کراچی۔
- ۶۳۰- نسائی، احمد بن علی بن شعیب، ابو عبد الرحمن، الضعفاء والمترکین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء
- ۶۳۱- ایضاً، سنن النسائی المسمی بالمتجلی، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ- ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
- ۶۳۲- ایضاً، تفسیر النسائی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۰ھ
- ۶۳۳- ایضاً، خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، دارالکتب العربی، بیروت، ط ۲، ۱۴۱۷ھ
- ۶۳۴- ایضاً، السنن الکبریٰ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۱ھ
- ۶۳۵- نسفی، احمد بن محمد، ابوالبرکات، علامۃ، مدارک التزیل وحقائق التاویل، دارالقلم، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۸ھ
- ۶۳۶- نظام الدین بن محمد، قتی، علامۃ، غرائب القرآن وغرائب الفرقان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۶۳۷- نعمانی، شبلی، سید سلیمان، ندوی، علامۃ، سیرۃ النبی، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور۔
- ۶۳۸- نعمانی، محمد عبدالرشید، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھتان: علامۃ مکتبۃ الحسن، لاہور
- ۶۳۹- ایضاً، شہداء کربلاء پرافتراء، مکتبۃ الحسن، لاہور۔
- ۶۴۰- ایضاً، یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، مکتبۃ الحسن، لاہور۔
- ۶۴۱- نعیمی، احمد یار خان، مفتی، مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبۃ اسلامیہ، لاہور،
- ۶۴۲- نقوی، علی رضا، سید دکتور، فرهنگ جامع (فارسی بہ انگلیسی واردو)، قرایزخی فرهنگی سفارت، جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، ط ۲، ۱۳۸۲ھ
- ۶۴۳- نواب صاحب، ظفر الدلاضی بما سجد فی القضاء علی القاضی، دار ابن خزم بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۶۴۴- نووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا محی الدین، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیت الافکار الدولیۃ، اردن، ط ۵، ۲۰۰۷ء
- ۶۴۵- ایضاً، تہذیب الاسماء واللغات، دارالفکر، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۶ھ
- ۶۴۶- ایضاً، تقریب النوادی مع تدریب الراوی، مکتبۃ الکواثر، الرياض، ط ۲، ۱۴۱۵ھ

- ۶۳۷- ایضاً، المکتبۃ من کلام سید البرار علیہ السلام، دار ابن کثیر، دمشق، ط ۶، ۱۴۱۳ھ۔
- ۶۳۸- ایضاً، المجموع شرح المہذب، دار الفکر، بیروت
- ۶۳۹- نیشاپوری، حسن بن محمد، عقلاء المجانین، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۴۰۵ھ
- ۶۵۰- نیشاپوری، عبد اللہ بن علی، امام، المثنیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۶۵۱- نیشاپوری، محمود بن ابی الحسن، ایجاز البیان عن معانی القرآن، مکتبۃ التوبۃ، الریاض، ط ۱، ۱۴۱۷ھ
- ۶۵۲- ایضاً، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، دار القلم، دمشق، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۶۵۳- ایضاً، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۵ھ
- ۶۵۴- ایضاً، اسباب نزول القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۱ھ
- ۶۵۵- وحید الزمان، علامۃ، یسیر الباری شرح صحیح البخاری، تاج کمپنی پاکستان
- ۶۵۶- ایضاً، لغات الحدیث، نور محمد کتب خانہ، کراچی، سن
- ۶۵۷- وحید الزمان خان، فوائد سنن ابن ماجہ علی هامش سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مہتاب کمپنی، لاہور، سن
- ۵۸- وہبہ زحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۱۲ء
- ۶۵۹- وکیع بن الجراح، امام، کتاب الزہد، دار الصمیمی، الریاض، ط ۲، ۱۴۱۵ھ
- ۶۶۰- ہاشمی، عبد المنعم، عصر الصحابۃ، دار ابن کثیر بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۶۶۱- ہانزور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرہ، مطبوعہ مکتبۃ لبنان، بیروت، ۱۹۸۰ء
- ۶۶۲- ہجویری، علی بن عثمان رحمہ اللہ، کشف المحجوب، نوائے وقت پرنٹرز، لاہور، الطبعة ۱۳۸۷ھ
- ۶۶۳- ہروی، احمد بن محمد، ابو عبید، التخریجین فی القرآن والحدیث، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمۃ، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۶۶۴- ہروی، علی بن سلطان محمد، امام، شرح شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اہل الاثر، شرکتہ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت۔
- ۶۶۵- ہمدانی، محمد بن محمد، ابو الفتوح، الطائی، کتاب الاربعین، درالبشار الاسلامیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۰ھ
- ۶۶۶- ہیتمی، ابن حجر، احمد بن محمد، امام، اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۱، ۱۴۲۲ھ
- ۶۶۷- ایضاً، اشرف الوسائل الی فہم الشماکل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۱۹ھ
- ۶۶۸- ایضاً، الدر المنصود فی الصلاۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود علیہ السلام، دار المدینۃ المنورۃ، ط ۲، ۱۴۱۶ھ
- ۶۶۹- ایضاً، الصواعق المحرقة فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرۃ، مصر، ط ۲، ۱۳۸۵ھ
- ۶۷۰- ہیشمی، نور الدین علی بن ابی بکر، حافظ، بغیۃ الباحث فی زوائد مسند الحارث، تحقیق: مسعد السعدنی، دار الطائع القاہرۃ۔
- ۶۷۱- ایضاً، مجمع الزوائد منجہ الفوائد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء
- ۶۷۲- ایضاً، کشف الاستار عن زوائد البزار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۰۲ھ



- ۶۷۳- ایضاً، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۶۷۴- ایضاً، مجمع الزوائد منبع الفوائد، دارالفکر، بیروت، ط ۱۴۱۴ھ
- ۶۷۵- ایضاً، المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی الموصلی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۱۹ھ
- ۶۷۶- یافعی، محمد عبداللہ، یمنی، خلاصۃ المفارخ فی مناقب شیخ عبدالقادر، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور۔
- ۶۷۷- ایضاً، روض الراحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۱ھ
- ۶۷۸- ایضاً، مرآة الجنان، مؤسسۃ الا علمی مطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۶۷۹- یاقوت حموی، ابو عبداللہ، شہاب معجم البلدان والجبال والادویۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۹۰ء
- ۶۸۰- تحفہ عیاض بن موسیٰ، ابو الفضل، مشارق الانوار علی صحاح الآثار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط ۱۴۲۳ھ
- ۶۸۱- یسوعی، لولیس معلوف، المنجد، المطبعة الکاثولیکیۃ، لبنان، الطبعة، لبنان، ط ۱۳۹۴ھ
- ۶۸۲- یمنی، ابو بکر بن علی، الحداد، الجوهرة النيرة علی مختصر القندوری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن
- ۶۸۳- یوسف فرحات، الدكتور، دیوان الامام علی بن ابی طالب: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، دارالکتب العربی، ط ۱۴۲۰ھ
- ۶۸۴- یوسف بن عبداللہ، الوابل، اشراط الساعة، دار ابن الجوزی، الدمام، ط ۱۴۱۸ھ، ۱۷۵۔
- ۶۸۵- سیر الصحابة، اسلامی کتب خانہ، لاہور، ۱۳۵۶ھ
- ۶۸۶- فتاویٰ عالمگیری، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

